فضلائے دیوبند کی قرآنی خدمات

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی محمد مشتاق تجاروی

زیرِ اہتمام
پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

براؤن بک پبلی کیشنز نئی دہلی

© پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ

Fuzala-e- Deoband
Ki Qurãni Khidmat

by

Mufti Mohammad Mushtaq Tijarwi

UNDER THE AEGIS OF

K.A. NIZAMI CENTRE FOR QURANIC STUDIES

ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH

ISBN: 978-93-90167-31-9

ایڈیشن	:	2020
قیمت	:	₹ 600
کاغذ	:	70 gsm نیچرل شیڈ
مطبع	:	Touchstone، نئی دہلی۔110002
ناشر	:	براؤن بک پبلی کیشنز، نئی دہلی۔110025

www.brownbook.in

No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means, electronic, mechanical, photocopy, recording or otherwise, without prior permission of the author/publisher.

Circulation & Distribution Office:

Brown Books

Opp. Blind School, Qila Road,
Shamshad Market, Aligarh - 202001
Mob: +91 9818897975, Ph: 0571 2700088
E-mail: bbpublication@gmail.com
Website: www.brownbooks.in

toobaa-elibrary.blogspot.com

انتساب

اپنی ماں

حنّا زاهده

کے نام

میرے لیے آج بھی سب سے قیمتی الفاظ وہ ہیں جو میری ماں نے سکھائے،

وہ نہ ہوتے تو میرے لیے آج کا دن ایسا تو نہ ہوتا۔

ہرچہ دارم من ہمہ از مادر است

پائے تا سر شعلہ ام زین اخگر است

اللہ ان کا سایہ ہمیشہ سلامت رکھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

○ کلمات تشکر 11
○ مقدمہ 13

پہلا باب: قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر (مکمل):
○ مولانا اخلاق حسین قاسمی 23
○ مولانا محمد ادریس کاندھلوی 30
○ مولانا اشرف علی تھانوی 36
○ قاری اظہار احمد قاسمی 53
○ مولانا انیس آزاد بلگرامی 55
○ مولانا ثناء اللہ امرتسری 59
○ مفتی جسیم الدین قاسمی 66
○ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 69
○ مولانا سرفراز خاں صفدر 75
○ مفتی سعید احمد پالن پوری 80
○ مولانا محمد سلیمان قاسمی 95
○ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی 101
○ مفتی محمد شفیع دیوبندی 110
○ مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ 119
○ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی 121

toobaa-elibrary.blogspot.com

- مولانا عبدالحمید سواتی 125
- مولانا عبیداللہ سندھی 137
- مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری 145
- مولانا محمد عمران قاسمی 151
- مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی 153
- مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی 157
- شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی 160
- ابو مصلح سہسرامی 175
- مولانا محمد مدنی 181
- مولانا محمد احمد مقبول سبحانی 183
- مولانا میرک شاہ اندرابی 188
- مفتی محمد نسیم بارہ بنکوی 193
- مولانا نعمت اللہ اعظمی 190
- مولانا محمد نعیم 193
- میر واعظ مولانا محمد یوسف 200

دوسرا باب: قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر (نامکمل):

- مولانا احمد خان پوری 205
- مولانا انور شاہ کشمیری 207
- مولانا حامد میاں 210
- مولانا حبیب الرحمٰن مردانی 212
- شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی 214

toobaa-elibrary.blogspot.com

- مولانا حسین احمد ہردواری 218
- مولانا رحیم اللہ 223
- مولانا سید روح اللہ ماہزارہ 224
- مولانا شائق احمد عثمانی 225
- مولانا شبیر ازہر میرٹھی 226
- مولانا محمد طاہر قاسمی 231
- حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب 234
- خواجہ عبدالحئی فاروقی 240
- مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی 245
- مولانا عبدالصمد صارم 250
- مولانا محمد عبدالقادر قاسمی 252
- مولانا عبداللہ بہلوی 253
- مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی 255
- مولانا محمد علی صدیقی 257
- مولانا سید محمد متین ہاشمی 261
- مولانا سلطان محمود 264
- مفتی مزمل حسین مظفرنگری 266
- مولانا نورالحق علوی 269

تیسرا باب: عربی تفسیروں کی شروحات، حاشیے اور تراجم:

- مولانا محمد امام غزالی 275
- مولانا انظر شاہ کشمیری 277

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد جمال بلند شہری 284
○ مولانا ظہور الباری اعظمی 289
○ مولانا محمد عابد اعظمی 291
○ مولانا حافظ محمد عبد العزیز 293
○ مولانا عبد الرحمٰن امروہوی 295
○ مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی 297
○ مولانا سید فخر الحسن مراد آبادی 300
○ مولانا محمد یعقوب بلوچستانی 303

چوتھا باب: قرآنیات پر تصنیفات:

○ مولانا محمد اسجد قاسمی 307
○ مولانا محمد اسمعیل سنبھلی 309
○ مولانا افضال الحق جوہر قاسمی 316
○ سید محمد امین الحق 318
○ مولانا محمد ایوب الہاشمی 319
○ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی 321
○ مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی 325
○ مولانا سعود عالم قاسمی 328
○ مولانا سعید احمد اکبر آبادی 332
○ مولانا سکندر علی 335
○ مولانا شمس الحق افغانی 337
○ مولانا محمد عبد الحلیم چشتی 342

toobaa-elibrary.blogspot.com

- مولانا عبدالرحمٰن قصوری 348
- مولانا عبیداللہ انور 350
- مولانا محمد فضل الحق 352
- مولانا سید گل بادشاہ مردانی 353
- مولانا محمد مجاہد خاں 355
- مولانا محفوظ الرحمٰن نامی 357
- مولانا محمد مسلم عثمانی 361
- ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی 363
- مولانا مطیع الحق پیامی 367
- قاضی مظہر حسین 369
- شمس العلما مولوی سید ممتاز علی 371
- مولانا مناظر احسن گیلانی 375
- مولانا محمد منظور نعمانی 380
- مولانا ناظر حسن دیوبندی 383
- حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی 384
- مولانا نجم الدین ڈھریالوی 386
- مفتی محمد یعقوب شہردری 387

پانچواں باب: فن قرأت وتجوید:

- قاری ابوالحسن اعظمی 389
- مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی 392
- قاری فتح محمد پانی پاتی 396

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات تشکر

الحمد اللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبی الامی الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد:

خلیق احمد نظامی مرکز برائے مطالعات قرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ملحق واحد ایسا ادارہ ہے جس نے قرآنیات سے متعلق موضوعات کو اپنا نصب العین بنایا اور جہاں گذشتہ کئی برسوں سے قرآنیات سے متعلق تعلیم وتدریس، بحث ومباحثہ، سیمینار، ورکشاپ اور تصنیف وتالیف کا عمل جاری وساری ہے۔ امسال مرکز برائے مطالعات قرآن اپنے سلسلہ مطبوعات کے ضمن میں ''برصغیر کے فضلاء کی قرآنی خدمات'' کو موضوع بحث بناتے ہوئے برصغیر کے ہر مکتبہ فکر کے فضلاء کی قرآنی خدمات کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے، جس کی ایک کڑی کتاب ''دیوبندی فضلاء کی قرآنی خدمات'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب کی اہمیت وافادیت بایں معنی ہے کہ مؤلف کتاب نے اس میں ماہر قرآنیات کی تصنیفات وتالیفات کا تذکرہ کیا ہے اوران کی قرآنی خدمات کا بخوبی جائزہ لیا ہے، جو فی زمانہ قرآنیات کے موضوع پر مشتمل ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں جملہ اراکین مرکز برائے علوم القرآن مؤلف کتاب کے ممنون ومشکور ہیں، جنہوں نے ہماری گزارش کو شرف قبولیت بخشا اوراس اہم موضوع پر قلم اٹھایا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ہم مؤلف موصوف کے احسان مند ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلندفرمائے۔(آمین)

ہم مولانا رفیق احمد رئیس سلفی ناظم کتب خانہ مرکز علوم القرآن کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے پوری کتاب پر تفصیلی نظرڈالی ہے اور بعض اصلاحات کے ذریعہ اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے۔

ہم مرکز برائے علوم القرآن کے اساتذہ کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اس سلسلۂ مطبوعات سے متعلق امور کی انجام دہی میں اپنی خدمات انجام دیں۔

ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس سے متعلق احباب کا شکریہ ادا نہ کریں،خصوصاً دفتر کے کارکنان کا کہ اگران کا بھرپور تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ کارخیر کلی طور پر انجام پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بلندیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

قارئین کرام سے امید ہے کہ وہ اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور آئندہ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں گے۔

والسلام

پروفیسر عبدالرحیم قدوائی
نگراں
مرکز برائے علوم القرآن
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ

ڈاکٹر محمد ایوب اکرم
مدیر مسئول
سلسلہ مطبوعات
مرکز برائے علوم القرآن،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ
Email:m_akram001@yahoo.com
Website:www.amucqs.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدمہ

دارالعلوم دیو بند ایک مکتب فکر اور ایک منفرد تعلیمی روایت کا نام ہے۔ یوں تو دارالعلوم کے امتیازی پہلو کئی ایک ہیں لیکن ایک خاص پہلو جو نظام تعلیم میں انقلابی پہلو ہے وہ یہ ہے کہ دارالعلوم کے قیام سے قبل تعلیمی نظام حکومتوں کے ماتحت ہوتا تھا، حکومت کی امداد و اعانت سے ہی تعلیمی ادارے چلتے تھے یا پھر امراء اور اصحاب ثروت اپنے وسائل سے ادارے قائم کرتے تھے۔ دارالعلوم نے پہلی مرتبہ نظام تعلیم کو حکومت کی سرپرستی سے نکال کر عوام کی تحویل میں دے دیا۔ یہ نظام تعلیم میں ایک بڑا انقلابی اقدام ہے۔ پھر اس کی توسیع ہوتی چلی گئی اور آج یہ نظام ملکوں ملکوں میں قائم ہے اور بہت سی شکلوں میں قائم ہے۔ بانیان دارالعلوم کی دوربینی اور نگاہ بصیرت نے اس نظام کی آزادی کو باقی رکھنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا کہ مدرسہ کا مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہونا چاہیے، اسے عوامی چندے سے چلنا چاہیے۔ اس طرح یہ نظام اپنی آزادی برقرار رکھ سکے گا۔ چندے پر انحصار کے ضمنی طور پر اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔

دارالعلوم دیو بند کا قیام صرف علم دین کی اشاعت کے لیے نہیں ہوا تھا بلکہ مغربی یلغار سے مشرقی اسلامی روایات کو محفوظ رکھنا، اسلامی طرز حیات کو معاشرے میں زندہ رکھنا اور مغربی استعماری قوتوں سے ہندوستان کو آزاد کرانا بھی اس کے بنیادی مقاصد میں تھا۔ اس کے لیے میدان کار بڑے پیمانے پر صرف تعلیم کا رہ گیا تھا، اس لیے دارالعلوم میں سب سے زیادہ توجہ تعلیم کی اشاعت پر دی گئی۔ اس کے علاوہ دعوت وارشاد بھی ایک ذریعہ تھا، اس میں بھی اکابر دیو بند نے نمایاں خدمات انجام دیں، خاص تبلیغی جماعت تو تاریخ انسانی کے پورے دورانیے کی منفرد جماعت ہے۔ اس کے علاوہ بھی جب موقع ہوا تو پھر میدان سیاست میں ریشمی رومال تحریک، جمعیۃ الانصار، تحریک الاحرار اور جمعیۃ علمائے ہند جیسی تحریکات بھی اکابر دیو بند نے قائم اور برپا کیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیوبند کے نظام تعلیم پر بہت سے لوگوں نے تحقیقات کی ہیں۔ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم کا نظام تعلیم پوری طرح خالص مذہبی نہیں ہے بلکہ یہ ایک سیکولر تعلیمی نظام ہے جو اُس زمانے میں برصغیر میں رائج تھا۔یہی وجہ ہے کہ شروع میں دارالعلوم کے اندر صرف مسلمان ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہندو بچے بھی پڑھتے تھے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ برطانوی استعماری قوتوں کے مقابلے میں یہ نظام تعلیم اختیار کیا گیا جو مشرقی اقدار و روایات کا حامل ہے۔چنانچہ اس نظام میں قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ منطق، فلسفہ، گرامر، علم ہیئت، اخلاقیات، فقہ و قانون اور طب کی تعلیم دی جاتی ہے۔(گزشتہ تین دہائیوں میں اس نصاب میں ایک اہم تبدیلی یہ آئی کہ طب کی تعلیم موقوف ہوگئی) اگرچہ علوم آلیہ اور علوم عالیہ کے مباحث نے اس نظام کے سیکولر عناصر کو نسبتاً مضمحل کر دیا ہے لیکن یہ تاریخ کا جبر ہے کہ روایات ہی مذہبی شناخت کے تحفظ کا ذریعہ بن جاتی ہیں ورنہ اس نصاب کی ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے کسی بھی طرح مذہبی درسگاہوں (Seminaries) کا لفظ دارالعلوم کے لیے موزوں نہیں ہے۔بلکہ اس کے لیے جامعہ یا یونیورسٹی کا لفظ ہی زیادہ موزوں ہے۔یہ قدیم انداز و پرانے طریقہ کی یونی ورسٹی ہے۔

دارالعلوم کے منہاج فکر، طریقہ تدریس اور خدمات پر لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے۔یہاں صرف دارالعلوم کی قرآنی خدمات سے متعلق گفتگو ہوگی۔خاص طور پر فضلائے دیوبند نے قرآن مجید کی اشاعت اور اس کے فہم و تدبر سے متعلق جو خدمات برصغیر میں اور پوری دنیا میں انجام دی ہیں، ان کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں شعبہ حفظ، شعبہ تجوید و قرأت اور شعبہ ناظرہ بالکل شروع سے قائم ہیں۔شعبہ تجوید و قرأت میں کچھ طلبا کو مستقل داخلہ ملتا ہے اور وہ وہاں باضابطہ قرأۃ سبعہ کی مشق کرتے ہیں اور اس کی الگ سے سند ملتی ہے۔شعبہ تجوید میں اس وقت تقریباً تین سو طلبہ ہیں اور درجہ حفظ میں بھی تقریباً یہی تعداد رہتی ہے۔اس کے علاوہ دارالعلوم کے تمام طلبہ کو عم پارہ تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔یہ مشق کسی درجے کا حصہ نہیں ہے بلکہ مجموعی طور پر پورے نصاب کا حصہ ہے۔اگر تجوید کی مشق نہیں کی تو دورہ حدیث مکمل کرنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے بعد بھی سند معلق رہے گی۔ جب تک یہ مشق نہیں ہوگی، سند نہیں ملے گی۔

عربی اول کے نصاب میں باضابطہ پارہ عم کا حفظ کرنا اور مشق تجوید نصاب کا حصہ ہے اور اس کا امتحان ہوتا ہے اور سالانہ ترقی میں نمبرات شمار کیے جاتے ہیں۔

ناظرہ تعلیم قرآن، درجہ حفظ اور تجوید کا تعلق قرآن مجید کی ظاہری قرأت اور حسن قرأت سے ہے۔ جہاں تک فہم قرآن کا تعلق ہے تو اس کا اول انحصار عربی زبان کی تعلیم پر ہے۔ دارالعلوم میں عربی کی تعلیم منتہی درجات تک دی جاتی ہے اور تمام کتابیں عربی زبان میں پڑھائی جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور ان سے مستفاد علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص دارالعلوم کا نصاب پڑھ لے تو اس میں قرآن مجید کے فہم کی صلاحیت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کے حوالے سے عربی درجہ کے سال سوم سے اس کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے عربی زبان پڑھائی جاتی ہے، اس سے طالب علم کے اندر عربی عبارت کو حل کرنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سال سوم میں سورۃ 'ق' سے ختم قرآن تک ترجمہ قرآن پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں طریق تدریس یہ ہوتا ہے کہ قرآنی آیات میں مذکور مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق، محل استعمال، صلات، ابواب اور مادے وغیرہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ پھر نحوی ترکیب بیان کی جاتی ہے۔ اس کے اصل عربی الفاظ کو اردو میں سمجھایا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآنی عبارت کا فہم پیدا ہو جائے اور قرآن پاک سے مناسبت ہو جائے۔ چوں کہ اس حصے میں لغات قرآن نسبتاً زیادہ ہیں، اس لیے اس کی تفہیم کے بعد بقیہ قرآن کی تفہیم بھی آسان ہو جاتی ہے۔

درجہ چہارم میں ترجمہ قرآن سورہ یوسف سے سورۃ الحجرات تک اور درجہ پنجم میں سورۃ الفاتحہ سے سورۃ ہود تک پڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح تین سال میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ پڑھا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن فہمی کے لیے تو یہ کافی ہے لیکن دارالعلوم ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قدیم اسلامی روایات اور اقدار سے پوری طرح مناسبت رہے۔ اس لیے سال ششم میں تفسیر کی ایک مشہور کتاب جلالین مکمل پڑھائی جاتی ہے۔ جلالین بھی اگرچہ ترجمہ قرآن ہی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عربی میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے لیکن اس میں مختصر جملوں میں جہانِ معنی پنہاں ہوتے ہیں، اس لیے اس کے پڑھنے سے طالب علم کے اندر اس فن کی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔

سال ششم میں اصول تفسیر کی اولین کتاب الفوز الکبیر بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس سے طلبا کے اندر قرآن مجید میں غور و تدبر اور قرآن مجید سے رہنمائی لینے کے طریقوں کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے۔

سال ہفتم میں تفسیر کی ایک منتہی درجہ کی کتاب یعنی تفسیر بیضاوی پڑھائی جاتی ہے۔ تفسیر بیضاوی کی صرف جلد اول جو سورہ بقرہ پر مشتمل ہے، وہی حصہ داخل نصاب ہے اور یہی اس تفسیر کا سب سے اہم حصہ بھی ہے۔ اس لیے کہ زیادہ تر مباحث اسی حصے میں آ گئے ہیں اور باقی حصوں میں ان کی تکرار نہیں کی گئی ہے۔

تفسیر بیضاوی تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کی جامع ہے۔ اس لیے اس تفسیر کے مطالعہ سے تفسیری ادب کا مکمل ذخیرہ سامنے آ جاتا ہے لیکن گزشتہ دو دہائیوں سے بیضاوی کی تدریس درجہ ہفتم میں موقوف کردی گئی ہے اور اب یہ کتاب صرف تکمیلی درجات میں پڑھائی جاتی ہے۔

خاص ترجمہ قرآن اور تفسیری کتابوں کے علاوہ احادیث میں تفسیر کے ابواب اور دیگر علوم و کتب میں تفسیری مباحث مستزاد ہیں۔

دورہ حدیث کے بعد تکمیلی مراحل میں ایک درجہ تکمیل تفسیر کا ہے۔ اس میں تفسیر بیضاوی مکمل پڑھائی جاتی ہے، اسی طرح ابن کثیر کے کچھ حصے پڑھائے جاتے ہیں، علامہ زرکشی کی مناہل العرفان بھی پڑھائی جاتی ہے۔ دار العلوم کا یہ نصاب جامد نہیں ہے۔ اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات تفسیر مدارک کی بھی باضابطہ تدریس ہوتی رہی ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کی یہ روایت کچھ ترمیم اور تبدیلیوں کے ساتھ اول دن سے قائم ہے۔ اسی کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ دار العلوم دیو بند میں ایک عمارت دار التفسیر کہلاتی ہے۔ اس سے بھی اکابر دیو بند کا تفسیر کے لیے اہتمام واضح ہوتا ہے اور دار التفسیر کی عمارت نہایت عالی شان اور نمایاں ترین عمارت ہے۔ بلکہ وہی عمارت اب تک دار العلوم کی تصویری شناخت مانی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ دار العلوم میں خاص قرآنی تحقیق اور قرآنی علوم کی وضاحت، قرآن سے عصری مسائل میں رہنمائی جیسے خیالات کے پس منظر میں نئے نئے کام ہوتے رہے۔ مثلاً

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند کی نگرانی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا گیا۔ یہ ادارہ دہلی میں مسجد فتح پوری میں قائم ہوا تھا اور اس کا مقصد جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں قرآن کی تعلیم عام کرنا تھا، مولانا عبیداللہ سندھی اس کے روح رواں تھے۔ اسی طرح مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے عہد اہتمام میں دارالعلوم میں 'جامعۃ القرآن' کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد یہ تھا کہ علوم قرآنیہ میں ریسرچ اور تحقیقات، نیز زمانہ حال کے نئے پیدا شدہ مسائل کا قرآن کی روشنی میں حل تلاش کیا جائے، وغیرہ۔ (ماہنامہ دارالعلوم، اپریل 1946)

اسی طرح مولانا محمد سالم قاسمی کی زیر نگرانی ادارہ 'مجلس معارف القرآن' کے نام سے قائم ہوا تھا۔ اس کے تحت بھی کئی اہم کام ہوئے۔

زیر نظر کتاب فضلائے دارالعلوم دیو بند کی قرآنی خدمات کے تعارف کے لیے مختص ہے۔ فضلائے دارالعلوم کی خدمات اتنی گراں قدر اور اتنی متنوع ہیں کہ ان سب کا احاطہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی سب سے بڑی خدمت تو تدریس قرآن کی ہے۔ فضلائے دارالعلوم نے نہ صرف ملک کے طول وعرض میں بلکہ پوری دنیا میں قرآن مجید کی تدریس لفظاً و معناً جس طرح کی ہے، اس کا احاطہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہزاروں مدارس میں ہزاروں اساتذہ ڈیڑھ صدی سے اس میں مصروف ہیں۔ اس لیے تدریس قرآن کے لیے فضلائے دارالعلوم کی خدمات کا تذکرہ اور احاطہ ہو ہی نہیں سکتا، نوک خامہ اتنا ہی کر سکتا ہے کہ ان اکابر کے حق میں دعائے خیر کرے اور ان کی خدمات کے بیان سے عاجز و درماندہ ہو کر سرنگوں خاموش بیٹھ جائے۔

فضلائے دارالعلوم کی قرآنی خدمات کا دوسرا پہلو درس قرآن یا تفسیر قرآن کے حلقوں کا قیام ہے۔ یقین کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن اس میں بھی جتنا غور کریں گے اندازہ ہوگا کہ

سراپا میں جس جا نظر کیجیے   وہیں عمر اپنی بسر کیجیے

مساجد میں، ذاتی حلقوں میں، ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی وغیرہ پر درس قرآن کے اتنے حلقے فضلائے دیو بند نے قائم کیے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ شہر شہر اور قریہ قریہ ایسے درس قرآن یا تفسیر قرآن کے حلقے قائم ہیں۔ مساجد کے علاوہ بعض علماء نے اپنے گھروں میں اور بہت سے ذمہ حضرات نے اپنے گھروں میں یہ حلقے قائم کیے۔ بہت سے فضلاء نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

زندگی بھر حلقہ درس قرآن قائم رکھا۔بہت سے فضلاء نے بیک وقت کئی کئی حلقے قائم کیے۔مساجد میں الگ،عصری درسگاہوں میں الگ،عوام کے لیے الگ اور خواص کے لیے الگ اوران حلقوں میں بہت سی نئی تفسیریں وجود میں آ گئیں۔مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کی تفسیر ۲۸ جلدوں میں،صوفی عبدالحمید خاں سواتی کی تفسیر ۲۰ جلدوں میں،مولانا محمد سرفراز خاں صفدر کی تفسیر ۲۱ جلدوں میں اسی طرح کے حلقوں سے منصۂ شہود پر آئیں۔

بعض فضلاء ایسے بھی ہیں جن کی تفسیر صرف ریکارڈ ہوئی ہے اور ابھی صرف سمعی وصوتی ریکارڈنگ میں ہی دستیاب ہے،کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔مثلاً امریکہ میں مولانا عبداللہ سلیم (شکاگو) کی تفسیر۔

فضلائے دیوبند کی تفسیری خدمات کا ایک پہلو وہ ہے جو مختلف رسالوں میں درس قرآن یا تذکیر بالقرآن کے انداز کا ہے۔اس کی تعداد بھی سیکڑوں میں ہے اگر چہ اس کو جمع کیا جاسکتا ہے لیکن بہر حال وہ ایک مشکل کام ہے۔

فضلائے دیوبند کی تفسیری خدمات کا ایک پہلو یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا،یا تفسیر لکھی یا کسی عربی وفارسی تفسیر کا ترجمہ کیا،یا کسی قدیم تفسیر کی شرح لکھی،یا مجموعی طور پر قرآنیات اور قرآنی علوم پر کوئی کتاب لکھی۔یہ میدان بھی بہت وسیع ہے۔زیر نظر کتاب میں دراصل اسی آخری پہلو کا تعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

فضلائے دیوبند کی خدمات کے تعارف میں طریقہ تعارف یہ اختیار کیا ہے کہ مترجم،مفسر یا مصنف کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا ہے،تا کہ مصنف کے احوال سے واقفیت ہو جائے۔اس کے بعد اس شخصیت کی صرف قرآنی تصنیفات کا ذکر کر کے ان تصنیفات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔اس میں نہ تنقیدی جائزہ کی گنجائش ہے،نہ تجزیاتی مطالعہ کی۔چونکہ شخصیات بہت ہیں اور بیشتر کے یہاں بحث ومطالعہ کے بڑے پہلو ہیں۔اس لیے اس کتاب میں صرف ان کی خدمات کا تعارف ہی کرایا گیا ہے۔ان کی خدمات پر کوئی محاکمہ یا تجزیہ نہیں ہوگا۔

زیر نظر کتاب میں صرف فضلائے دارالعلوم کی قرآنی خدمات کا اجمالی تعارف ہے۔ وقت کی تنگی اس کی بھی تکمیل میں مانع ہے۔ابھی سب سے پہلے تو اسی کی تکمیل کرنے کی کوشش کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جائے گی۔اس کے بعد کوشش یہ ہے کہ اگلے مرحلے میں مظاہر علوم، ڈابھیل اور دوسرے اداروں کے فضلاء کی قرآنی خدمات کا بھی اسی طرح ایک مختصر تعارف سامنے آجائے تا کہ ان بزرگوں کی تصنیفی خدمات تو کم از کم یکجا ہو جائیں۔عمر اور فرصت کی وفا رہی تو ان شاء اللہ اگلے مرحلہ میں ان تمام اکابر کی خدمات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔اگر چہ کاتب اس کا اہل نہیں ہے لیکن تصنیف و تالیف کی دنیا میں یہی قاعدہ ہے اور یہی اسلوب رائج ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے اس کتاب میں پانچ ابواب ہیں:

پہلا باب: قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر (مکمل)

دوسرا باب: قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر (نامکمل)

تیسرا باب: عربی تفسیروں کی شروحات، حاشیے اور تراجم

چوتھا باب: قرآنیات پر تصنیفات

پانچواں باب: فن قرأت وتجوید

ہر باب کے اندر جن شخصیات کو شامل کیا ہے، ان کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے رکھی ہے۔حواشی کے بارے میں پہلے خیال تھا کہ ہر مضمون کے آخر میں درج کیے جائیں اور کتابیات آخر میں درج کر دی جائے لیکن فی الحال حواشی عبارت میں تسلسل کے ساتھ ہی ذکر کر دیے گئے ہیں البتہ ان کو قوسین میں کر دیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی تحریک پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کی طرف سے ہوئی تھی۔ان کی ادارہ جاتی ذمہ داریاں بھی ہیں اور ان کے لیے وقت کی تحدید ضروری بھی ہے۔توسن رفتار کی سبک سیری کے باوجود ششماہہ مدت میں شاید اس سے زیادہ کام ہونا ویسے بھی مشکل تھا۔ بہر حال یہی کچھ پیش خدمت ہے لیکن کارواں سبک سیر ہے، سفر جاری رہے گا ان شاء اللہ۔واللہ ھو الموفق و علیہ التکلان.

موضوع کی وسعت کے اعتبار سے اس کام کا حق ادا ہونا مشکل ہے۔میرے لیے اس میں نام لکھوا لینا ہی کسی سعادت سے کم نہیں۔اس سعادت کے لیے میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ اس کے پاک نام سے ہی کاموں کی تکمیل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتی ہے۔اس کے بعد پروفیسر عبدالرحیم قدوائی ڈائریکٹر پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن کا شکرگزار ہوں جنھوں نے مجھے اس خدمت میں اپنا نام لکھوانے کا موقع دیا۔ پروفیسر اختر الواسع کی حوصلہ افزائی اور تعاون میرے لیے ایک مسلسل نعمت ہے، ان کا شکرادا کرنا ضروری ہے۔اس کتاب کے لیے مواد کی فراہمی میں کئی دوستوں اور چھوٹے و بڑے احباب نے دست تعاون دراز کیا، جیسے مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم، مولانا ڈاکٹر صلاح الدین قاسمی، مولانا ڈاکٹر احمد اللہ قاسمی، مولانا کفیل احمد قاسمی (دارالعلوم دیوبند)، مولانا عبدالماجد رحمانی، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، مولانا عرفات احمد اعظمی اور دوسرے بہت سے احباب، ان سب کا شکریہ۔لاک ڈاون کے ان ایام میں ان حضرات نے ہر طرح سے بڑی مدد فرمائی۔اس کتاب کی تالیف میں سب سے زیادہ مدد برادر مکرم شبیر احمد خاں میواتی (لاہور) نے کی۔ برصغیر کی شخصیات خاص طور پر گزشتہ دو صدیوں کی شخصیات پر شبیر احمد خاں میواتی کی نہایت وسیع نظر ہے۔اللہ نے ان کے اندر وسعت مطالعہ کے ساتھ لوگوں کے ساتھ تعاون کا بھی بڑا جذبہ دے رکھا ہے۔ان کے تعاون کے بغیر یہ کتاب شاید مکمل نہ ہو پاتی۔انھوں نے مشورے بھی دیے، مواد بھی فراہم کیا اور بہت سی ایسی شخصیات کی نشاندہی کی جن تک رسائی میرے لیے مشکل تھی۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز اور بعض دوسرے شعبوں کے اساتذہ کا تعاون ورہنمائی بھی حاصل رہی، ان سب کا بھی شکریہ۔

اس موقع پر اپنی اہلیہ شمشاد بیگم، بیٹیاں بشریٰ خانم، ممتاز جہاں، سنبل افشاں اور بیٹے وارث سہیل، عزیزم افتخار احمد سعیدی اور تمام اعزا واحباب کا شکریہ جن کا تعاون کسی بھی شکل میں مجھے حاصل رہا۔ برادرم تنویر احمد نے مضامین کی کمپوزنگ کر کے اور بیٹی ممتاز جہاں نے پروف کی اصلاح کر کے خصوصی تعاون کیا۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے، ان کی سیئات سے درگزر فرمائے اور دنیا وآخرت میں ان سب کو بلندیاں عطا فرمائے۔

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی

اسسٹینٹ پروفیسر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۱۷ر جون ۲۰۲۰ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلا باب: قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر (مکمل)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا اخلاق حسین قاسمی

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی اپنے وقت کے بڑے مفسر، ملی رہنما اور دہلی کی تہذیبی روایات کے امین تھے۔۱۲ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۸ مارچ 1925ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام عنایت حسین تھا، ان کے والد کے ایک ماموں آغا شرف الدین لاولد تھے۔انھوں نے مولانا قاسمی کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور ان کی پرورش اپنی اولاد کی طرح کی۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی کی ابتدائی تعلیم دہلی میں ہوئی۔ پہلے مدرسہ عالیہ فتح پوری میں داخل کرایا۔وہاں قاری فضل الدین پنجابی کی خدمت میں رہ کر قرآن مجید کے چند پارے حفظ کیے۔اس کے بعد لال کنواں کے مدرسے میں حافظ ضیاءالدین کے پاس داخل کرایا گیا اور وہاں انھوں نے مکمل قرآن مجید حفظ کیا۔

قرآن مجید کی تحفیظ کے بعد دوبارہ مدرسہ عالیہ فتح پوری میں داخلہ لیا۔یہاں جلالین تک کی درسیات پڑھیں اور ساتھ ہی قرأت کی مشق بھی کی۔مولانا سید فخرالحسن دیوبندی، قاضی سجاد حسین اور قاری شریف احمد وغیرہ یہاں ان کے مخصوص اساتذہ میں تھے۔فتح پوری سے جلالین پڑھ کر وہ دیوبند چلے گئے اور 1941 میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔دیوبند میں مولانا کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا قاری محمد طیب اور مولانا اعزاز علی امروہوی جیسے اساطین علم وفن شامل ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد مولانا لاہور چلے گئے اور مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں رہ کر دورہ تفسیر مکمل کیا۔لاہور سے واپس دہلی آنے کے بعد مولانا احمد سعید دہلوی کی خدمت میں رہ کر تفسیر قرآن کا مزید فہم حاصل کیا۔(مولانا اخلاق حسین قاسمی: دلّی کی برادریاں، تدوین واضافہ: حافظ تنویر احمد شریفی، مکتبہ رشیدیہ، اردو بازار، کراچی، طبع سوم ۲۰۰۵ء، ص:۱۶۔۲۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاسمی کو تفسیر قرآن کا فطری ذوق تھا اور ان اساتذہ کی رہنمائی میں اس شوق کو مزید جلا ملی۔ یہ تربیت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے اپنے اس فضل و کمال کو اہل دہلی میں بھی تقسیم کیا۔ چنانچہ مولانا مدت العمر تفسیر قرآن کے دروس دیتے رہے۔ مختلف مساجد میں ان کے حلقہ تفسیر قائم ہوئے۔ ان کا پہلا حلقہ تفسیر لال کنواں کی لال مسجد میں قائم ہوا۔ اس حلقہ کا افتتاح مولانا احمد سعید دہلوی اور مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری جیسے بزرگوں نے کیا تھا۔ اسی سال ایک حلقہ تفسیر مسجد کھجور والی تراہہ بیرم خاں میں شروع ہوا۔ اس کا افتتاح مولانا حسین احمد مدنی نے کیا تھا۔ تفسیر کے ان حلقوں کے علاوہ مولانا مدت العمر مدرسہ حسین بخش میں خطیب و امام جمعہ رہے۔ دہلی کے دیگر مختلف مقامات پر مولانا کے مواعظ ہوتے تھے۔ اس لیے مولانا کو عوامی خطیب کہا جاتا تھا۔ مولانا کی شخصیت مفسر قرآن کی حیثیت سے معروف ہوئی اور مفسر قرآن ان کے نام کا جزء بن گیا۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی نے سرگرم سیاسی زندگی بھی گزاری، جمعیۃ علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے انھوں نے تمام قومی و ملی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ تقسیم ملک کے موقع پر جو فسادات ہوئے تھے، اس میں انھوں نے دہلی کے اندر امن قائم کرنے اور فساد زدگان کی خدمت میں بھرپور حصہ لیا۔

حاجی علی محمد شیر میوات نے مہندیان کے تاریخی قبرستان کو بحال کر کے حضرت امام شاہ ولی اللہ کے مزار کے قریب ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ میں بھی مولانا اخلاق حسین قاسمی استاد رہے۔ مدرسہ حسین بخش کی مسجد میں وہ مدت العمر جمعہ کے امام و خطیب رہے۔ (مولانا محبّ الحق: مکتوبات مشاہیر بنام نواب آخون عزیز الٰہی خاں حسن پوری، ادارہ ادبیات دہلی، صدر بازار دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۵۰۔۵۲)

سیاسی اور مذہبی مصروفیات کے ساتھ ان کو تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا۔ انھوں نے رشتہ قرطاس و قلم کو عمر بھر نبھایا اور ایسے گراں قدر جواہر چھوڑ گئے کہ مدتوں ان کے حوالے دیے جائیں گے۔

یوں تو مولانا نے اسلامیات، ہندستانی مسلمان اور جنگ آزادی کے متعلق کئی اہم تحقیقی کام کیے ہیں لیکن قرآنیات پر تحقیق کرنا ان کا مخصوص ذوق تھا اور اس پر انھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سب سے زیادہ لکھا۔قرآنیات پران کی حسب ذیل کتابیں مطبوعہ ہیں:

۱۔مستند موضح قرآن

۲۔محاسن موضح قرآن

۳۔علماء دیو بند کی تفسیری خدمات

۴۔ترجمان القرآن کا تحقیقی جائزہ

۵۔کنزالایمان کا تنقیدی جائزہ

۶۔بصائر القرآن

مولانا کی ان تصنیفات کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

مستند موضح قرآن:

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن جو تراجم قرآنی کی دنیا کا فتح باب ہے۔اسی ترجمہ کے بعد اردو دنیا اور دوسری زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی بہار آگئی، قرآن فہمی کی ایک تحریک سی شروع ہوگئی۔اس ترجمہ کی تاریخی اور علمی اہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔بہت سے علماء نے اپنے ترجمہ اور تفسیر کے لیے اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا اور اس ترجمہ اور تفسیر سے استفادہ تو سب نے کیا ہے۔آج بھی اس ترجمہ کی افادیت مسلم ہے اور بعض لوگ تو آج بھی اسی ترجمہ کو پڑھتے ہیں۔قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کے حوالہ سے شاہ عبدالقادر کا یہ ترجمہ اتنا اہم ہے کہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے تو لکھا ہے کہ اگر شاہ ولی اللہ،شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمے نہ ہوتے تو بعد کے لوگوں کے لیے قرآن مجید کا ترجمہ کرنا بہت مشکل ہوتا۔(معارف القرآن ادریسی جلد ا ص:۷)

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس ترجمہ کے نسخوں میں بعض اختلافات نسخ اور کہیں طباعت کی اغلاط سے مفہوم غیر واضح ہو گیا۔مستند موضح قرآن کے ناشر احمد زکی نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے:

''موضح قرآن کی اسی غیر معمولی اہمیت وعظمت کے پیش نظر اس کو برصغیر پاک وہند میں بڑے اہتمام کے ساتھ طبع وشائع کیا جاتا رہا ہے۔تاہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدا جانے کیا اسباب تھے کہ یہ زیور بے بہا طابعین وناشرین کی ایسی کوتاہیوں اور بے احتیاطیوں کی بھی زد میں رہا ہے جو اس کی حیثیت شان کو دیکھ کر قابل صد افسوس معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض ایسی اغلاط بشکل تحریفات لفظی ومعنوی اس میں درآئی تھیں، جن سے اس کو پاک کر کے صحیح ترین نسخہ سامنے لانا کئی حوالوں سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیا جاسکتا تھا۔'' (مستند موضح قرآن، ص:۴)

مرور ایام کے ساتھ بعض الفاظ ومحاورات کا فہم عام لوگوں کے لیے مشکل کام ہو گیا تھا۔ اس کی ضرورت تھی کہ اس کا صحیح اور مستند نسخہ تیار کیا جائے۔ یہ گراں قدر خدمت کوئی اہل دہلی ہی کر سکتا تھا اور شاید اس کے لیے موزوں ترین شخصیت مولانا اخلاق حسین قاسمی کی ہو سکتی تھی۔ چناں چہ انھوں نے نہایت ذمہ داری سے اس کام کو اپنی ترجیحات میں شامل کیا اور کامل بارہ سال محنت کر کے اس ترجمہ اور تفسیر کا صحیح اور مستند نسخہ تیار کیا۔ اس نسخے کی تیاری میں انھوں نے تمام مطبوعہ نسخوں اور تمام خطی نسخوں کو سامنے رکھا، پرانے مطابع میں جو غلطیاں درآئیں تھی ان کی تصحیح کی، جہاں زبان کی وجہ سے کوئی غلط فہمی ہو رہی تھی اس کی تسہیل کی۔ اس طرح یہ نسخہ تیار ہوا جس کو حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ وتفسیر کا مستند ترین نسخہ کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے اس کا نام مستند موضح قرآن رکھا گیا۔

مولانا نے اس نسخہ کی تیاری کے ساتھ اس کے مشکل مقامات کی تشریح کی ہے اور جہاں اختصار کی وجہ سے عام لوگوں کے لیے مفہوم واضح نہیں ہو رہا تھا، اس کی وضاحت کی ہے اس طرح انھوں نے خود بھی تفسیری حواشی کا اضافہ کیا جو اصلا قرآن کے حواشی نہیں بلکہ موضح قرآن کے فوائد کے حواشی ہیں۔ مصنف نے اس نسخے کی حسب ذیل خصوصیات بتائی ہیں:

۱۔ مستند موضح قرآن میں سابقہ نسخوں کی کتابتی غلطیوں اور لفظی تحریفات کو دور کر کے ایک صحیح نسخہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ پرانے اردو ہندی الفاظ اور محاورات کی ضروری تشریح کر کے ترجمہ وفوائد کو معنوی تحریف سے محفوظ کیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔ حضرت شاہ صاحب نے ترجمہ اور فوائد میں جن علمی وادبی اور تفسیری محاسن ولطائف کی رعایت فرمائی ہے، انہیں حاشیہ کی گنجائش کے مطابق واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ شاہ صاحب نے جن تشریحی فوائد میں اپنی اجتہادی بصیرت کے مطابق سب سے الگ راہ اختیار کی ہے، اس پر روشنی ڈالی ہے۔

۵۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے فارسی اور اردو تراجم کے درمیان جہاں جہاں کوئی فکر انگیز اختلاف پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی تفسیری نکتہ پوشیدہ ہوتا ہے، اسے بھی نمایاں کیا گیا ہے۔

۶۔ تفسیری فوائد میں حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے جن اقوال کو شاہ صاحب نے ماخذ بنایا ہے، ان کی طرف بھی ضروری تشریح کے ساتھ اشارہ کر دیا گیا ہے۔

۷۔ شاہ صاحب نے تفسیری روایات میں بعض اسرائیلی روایات کو ان کی شہرت کی وجہ سے قبول کرلیا ہے، ان کی نشاندہی بھی حسب موقع کر دی گئی ہے اور ان روایات میں محققین اہل تفسیر .... کی تحقیقات پیش کر دی گئی ہیں۔

۸۔ ہندوستان کے ایک طبقے کی جانب سے شاہ صاحب کے ترجمے پر جو سطحی قسم کے اعتراضات کیے گئے ہیں، علمی اور تحقیقی انداز میں ان کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔'' (ایضاً ص:۱۳)

مولانا نے اوپر بیان کردہ پہلوؤں کو سامنے رکھ کر موضح قرآن کے امتیازی خصائص کو بیان کیا ہے۔ لیکن اس نسخہ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے اس کتاب میں اور بھی کئی اہم کام کیے ہیں جو قاری بچشم خود دیکھ سکتا ہے۔ ایک نہایت اہم اضافہ یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام مقامات کی ایک فہرست تیار کر دی ہے جو محقق کے نزدیک مجتہدانہ یا اصولی نوعیت کے ہیں، یہ فہرست دو کالم میں ۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی ان کا بڑا اضافہ ہے۔

مولانا کا طریقہ تفسیر وتحشیہ:

مولانا اخلاق حسین قاسمی نے خود کوئی تفسیر نہیں لکھی ہے بلکہ موضح قرآن کا مستند نسخہ تیار کیا ہے۔ چوں کہ اس تفسیر یعنی موضح قرآن کی عبارت حل کرنے اور اس کو عام فہم بنانے میں ساتھ ہی حوالہ جات کے اہتمام کی وجہ سے ان کے یہ حواشی پورے قرآن پر آ گئے ہیں۔ اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیے اس کام میں وہ خود بھی مفسر بن گئے۔ ان کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ شاہ صاحب کے تفسیری حواشی کو فوائد کے نام سے ذکر کرتے ہیں اور ان کو ہر صفحہ کے حاشیہ پر اوپر لکھتے ہیں۔ اس کے نیچے تشریح کا عنوان لگاتے ہیں اور اس کے تحت شاہ صاحب کے حواشی اور جہاں ضرورت ہوتی ہے، ترجمہ کے مشکل مقامات کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ تشریح کبھی زبان و بیان کے حوالے سے ہوتی ہے اور کبھی نفس مضمون کے حوالے سے۔ اصولی طور پر یہ حواشی حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ وحواشی کی تشریح ہوتے ہیں لیکن ان کی اپنی تفسیری اہمیت بھی ہے چوں کہ ان حواشی میں ان مباحث کی توضیح مزید کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے فوائد میں بیان کیے ہیں۔ یہ تشریحی حواشی فوائد کے مقابلے میں کافی مفصل ہوتے ہیں۔ ان میں فوائد میں بیان کردہ عبارت کی توضیح بھی ہوتی ہے اور قرآن کی آیت سے متعلق مزید توضیح بھی ہوتی ہے۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی کے ان حواشی میں ایک ندرت یہ بھی ہے کہ انھوں نے حاشیہ نمبر دینے کے بجائے آیت نمبر کو حاشیہ نمبر قرار دیا ہے۔

۲۔ محاسن موضح قرآن:

یہ کتاب مولانا اخلاق حسین قاسمی کی نہایت اہم اور تحقیقی کتاب ہے۔ یہ کتاب موضح قرآن کی تاریخ، اس کی اشاعت کے مراحل، اس کے نسخوں میں تحریفات اور اس کے اسباب، دیگر تراجم قرآنی کے ساتھ موضح قرآن کا موازنہ اور اس ترجمہ قرآن کی اصل لسانی و بیانی خوبیوں کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف موضح قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے بلکہ قرآن کے ترجمے میں ملحوظ رکھی جانے والی احتیاط اور ندرت بیان کے نئے پہلوؤں کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ اس کتاب کو موضح قرآن کی کلید اور ترجمہ قرآن کی رہنما کتاب کہا جا سکتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے متعدد اڈیشن پورے برصغیر میں شائع ہوئے اور آخری اشاعت میں صفحات کی تعداد ۸۸۸ ہے۔ کسی ایک کتاب کے محاسن اور اس کے امتیازات کو بیان کرنے کے لیے ایسی ضخیم کتاب لکھ دینا بھی اپنے آپ میں ایک کمال ہے۔

۳۔ ترجمان القرآن کا تحقیقی جائزہ:

یہ بھی مولانا اخلاق حسین قاسمی کی اہم قرآنی خدمت ہے۔ اس میں انھوں نے مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن پر اعتراضات کا جائزہ لیا ہے۔ دراصل ترجمان القرآن خاص طور پر اس کی پہلی جلد کے بارے میں عام لوگوں میں یہ تاثر ہے کہ اس میں وحدت ادیان کی بات کہی گئی ہے اور اسلام کی جو امتیازی خوبیاں ہیں جیسے توحید خالص اور رسالت کا واضح تصور وغیرہ، ان سے اس جلد میں اغماض برتا گیا ہے۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی نے اس کتاب میں ان اعتراضات کا رد کیا ہے۔ لیکن یہ اس کتاب کا موضوع ہے تعارف نہیں ہے۔ تعارف کے لیے تو کتاب کو پڑھنا ضروری ہے۔ اس لیے یہ کتاب بڑی متنوع ہے، اس کتاب میں ترجمان القرآن کا نہایت جامع تعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے ادبی وفنی محاسن اور اس کی نادر تحقیقات اور اس کے بارے میں دوسرے علماء کی آرا، دوسری تفسیروں کے ساتھ ترجمان القرآن کا تقابل وغیرہ بہت سے ایسے پہلو ہیں جو اس کتاب میں زیر بحث آئے ہیں۔ اس کتاب میں ۳۰۷ صفحات ہیں۔ مولانا آزاد اکیڈمی دہلی سے ۱۹۹۳ میں شائع ہوئی ہے۔

۴۔ علماء دیوبند کی تفسیری خدمات:

مولانا اخلاق حسین قاسمی نے علماء دیوبند کی تفسیری خدمات کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب بظاہر مولانا کی تقریریوں، تبصروں اور نوٹس کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے کچھ فضلائے دیوبند اور کچھ دیگر علماء جیسے مولانا آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا عبدالکریم پاریکھ وغیرہ کی تفسیروں پر مختصر تبصرے کیے ہیں۔ یہ ۱۳۶ صفحات کی ایک مختصر سی کتاب ہے۔ تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند، دہلی سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

۵۔ کنزالایمان کا تنقیدی جائزہ:

اس کتاب میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب دہلی سے شائع ہوگئی ہے۔

۶۔ بصائرالقرآن:

مولانا نے بصائرالقرآن کے نام سے اپنے قرآنی مضامین یک جا جمع کردیے ہیں۔ یہ کتاب بھی دہلی سے دو حصوں میں شائع ہوچکی ہے۔

○

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد ادریس کاندھلوی

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اپنے وقت کے جید عالم، مفسر قرآن اور بڑے سیرت نگار تھے۔ان کی کتاب ''سیرت المصطفی '' تین جلدوں میں ہے اور سیرت کی بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔سیرت نگاری کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن پر بھی ان کی وسیع نظر تھی۔انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔اس تفسیر کا نام ''معارف القرآن'' ہے۔اتفاق ہے کہ اسی نام سے مفتی محمد شفیع کی تفسیر بھی ہے اور وہ بھی آٹھ جلدوں میں ہے۔ایک ہی نام اور ایک ہی حجم کی ان دو تفسیروں میں عام لوگوں کی نظر انتخاب مفتی شفیع کی تفسیر پر پڑی۔اس لیے عام لوگوں میں وہ بہت مقبول ہے جب کہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تفسیر کے حصے میں وہ شہرت نہ آسکی۔تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر بھی اردو کی بہترین تفسیروں میں شمار کی جاتی ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۲۰ راگست ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی اپنے وقت کے بڑے عالم اور صوفی تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید تھے۔انھوں نے محکمہ جنگلات میں ملازمت اختیار کی اور اسی نسبت سے بھوپال میں مقیم تھے۔مولانا محمد ادریس کی ولادت بھوپال میں ہی ہوئی۔حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا کو تھانہ بھون کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔وہاں ابتدائی کتابیں مولانا اشرف علی تھانوی سے پڑھیں۔درسیات کی منتہی درجات کی تعلیم مظاہر علوم میں حاصل کی اور تکمیل کے لیے دیوبند تشریف لے گئے اور دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

مولانا محمد ادریس کو خوبی قسمت سے بڑے قابل اساتذہ ملے۔ان کے اساتذہ میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰن جیسے اساطین علم وفن شامل ہیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مفتی کفایت اللہ کی خواہش پر مدرسہ امینیہ میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کی۔ لیکن یہاں آپ کا قیام ایک سال سے زیادہ نہیں رہا۔ اس کے بعد آپ دیوبند چلے گئے اور وہاں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ چند سال دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مولانا حیدرآباد چلے گئے۔ ۱۹۳۶ء تک آپ حیدرآباد میں رہے۔ یہاں کے علمی وتصنیفی ماحول میں مولانا کے قلم کو بھی رفتار ملی اور انھوں نے مشکوۃ شریف کی شرح لکھنی شروع کی۔ ۱۹۳۶ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی دعوت پر آپ دیوبند آگئے اور یہاں شیخ التفسیر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۹ء تک دیوبند میں تفسیر کا درس دینے کے بعد آپ نے پاکستان کا رخ کیا۔ پہلے بھاؤلپور میں جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ اشرفیہ ،لاہور میں تدریس کی ذمہ داری قبول کرلی اور بقیہ عمر اسی ادارے سے وابستہ رہے۔

مولانا کم وبیش ۵۳ سال درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ اس میں ۲۳ سال صرف مدرسہ اشرفیہ میں ہی قیام رہا۔ آخر عمر میں مولانا بیمار ہوئے اور ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ کو لاہور میں ان کا انتقال ہوگیا۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی عمر بھر درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی وابستہ رہے۔ اسلامی علوم، خاص طور پر اسلام کے بنیادی متون پر آپ کی اچھی دسترس تھی۔ حدیث، تفسیر اور تاریخ اسلامی کا وسیع مطالعہ تھا۔ انہی موضوعات پر آپ نے اپنی تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ کی چند مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱۔ سیرت المصطفیٰ 3 جلد

۲۔ معارف القرآن 8 جلد

۳۔ التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح

۴۔ تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری

۵۔ خلافت راشدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۔ دستور اسلام وغیرہ

خاص تفسیر اور قرآنی علوم سے متعلق مولانا کی تین کتابیں ہیں، ان میں سے معارف القرآن اور مقدمہ التفسیر شائع ہو چکی ہیں اور بیضاوی کی شرح ہنوز منتظر طباعت ہے۔ اس لیے اس کو مکمل تفاسیر کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ (معارف القرآن ج ا ص: ۷)

معارف القرآن:

مولانا محمد ادریس دار العلوم دیو بند میں شیخ التفسیر تھے، اس لیے ان کو تفسیر سے خصوصی مناسبت تھی۔ تفسیر کے میدان میں ان کا بڑا کام معارف القرآن کی تالیف ہے، یہ کتاب مولانا کی مدت العمر کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مولانا کے اندراج سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے تقریباً ۳۴ سال اس کتاب کی تالیف پر صرف کیے۔ اگر چہ درمیانی وقفوں میں تالیف کا کام موقوف رہا۔ تاہم درس وتدریس اور غور وفکر کے مراحل قرآنی اسرار وغموض کی عقدہ کشائی کرتے رہے۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مولانا نے اپنے قلم سے سورہ صف تک تفسیر لکھی تھی۔ اس کے بعد علالت کی وجہ سے کام رک گیا اور وفات کی وجہ سے اس کے دوبارہ آغاز کا امکان بھی نہیں رہا لیکن مولانا کے لائق فرزند مولانا عبد المالک کاندھلوی نے بقیہ حصہ کی تفسیر لکھ کر اس کو مکمل کر دیا۔ اس لیے اس کو مکمل تفاسیر کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

خصوصیات:

معارف القرآن کو اگر تجزیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس میں سب سے اہم پہلو یہ آتا ہے کہ ان سے پہلے کی اردو تفسیروں میں احادیث کا پہلو نسبتاً اتنا نمایاں نہیں ہے جتنا کہ ہونا چاہیے تھا، مولانا نے اس تفسیر میں اس پہلو کو مزید نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں جو تفسیری سرمایہ ہے، وہ اس تفسیر کے ذریعہ اردو میں منتقل ہو گیا۔

مفتی محمد شفیع نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں مولانا تھانوی کی بیان القرآن کو بنیاد بنایا ہے اور ایک طرح سے ان کی تفسیر اسی تفسیر کی تفسیر ہے اور مولانا ادریس کاندھلوی نے شاہ عبد القادر کے ترجمہ وتفسیر کو اپنی تفسیر کے لیے بنیاد بنایا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مولانا محمد

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادریس کی تفسیر دراصل موضح قرآن کی تفسیر وشرح ہے تو یہ بات بڑی حد تک درست ہوگی۔انھوں نے اپنی تفسیر کے لیے خود قرآن مجید کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ انھوں نے حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ لے لیا ہے۔البتہ تفسیر میں انھوں نے موضح قرآن کے ساتھ بیان القرآن سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔انھوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں خود اس بات کی وضاحت کی ہے۔انھوں نے لکھا ہے کہ: فہم القرآن کی پہلی منزل ترجمہ قرآن ہے، ایسا ترجمہ جو قواعد عربیت اور قواعد شریعت کے پورا پورا مطابق ہو۔ ہندوستان میں تفسیر قرآن کا یہ سنگ بنیاد یعنی صحیح ترجمہ قرآن شاہ ولی اللہ اور ان کے دو بیٹوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ہاتھوں رکھا گیا اور ہندوستان میں یہ خیر کثیر (ترجمہ قرآن کریم) اس مبارک باپ اور مبارک بیٹوں کے ذریعے جاری ہوئی اور یہی تین ترجمے اردو زبان میں تفسیر قرآن کے لیے سنگ بنیاد بنے۔

مولانا کی نظر میں فہم قرآن کی دوسری منزل تفسیر قرآن اور قرآن کے مشکل مقامات کی تفہیم ہے، مولانا نے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے دو نام بتائے ہیں۔ایک بیان القرآن جو اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں اوج ثریا کی طرح بلند پایہ ہے اور دوسری تفسیر حقانی جس میں مختصر حل القرآن وتوضیح مطالب کے علاوہ یہود ونصاریٰ اور ملاحدہ وزنادقہ کی تردید بھی فرمائی گئی ہے اور فلسفہ قدیم وجدید کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیے گئے ہیں، لیکن پھر ''تفسیری حیثیت سے مطالب قرآنیہ کی بالاستیعاب توضیح اور مسلسل تشریح اور ربط آیات اور حل مشکلات اور بیان معانی میں جو نرالی شان بیان القرآن'' کو حاصل ہوئی وہ اردو زبان میں کسی اور تفسیر کو حاصل نہیں ہوئی۔'' (ص ۷ ملخصاً)

مولانا محمد ادریس نے تیسرے نمبر پر مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی کو رکھا ہے، اس طرح ان کی نظر میں قرآن مجید کے تین ترجمے اور تین تفسیریں ایسی ہیں جن کے ذریعے فہم القرآن کی منزلیں پوری ہوگئیں۔مولانا نے اس کے بعد اپنی تفسیر کی ضرورت، اہمیت اور حیثیت پر کلام کیا ہے۔

مولانا اسیر ادروی نے معارف القرآن ادریسی کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''پوری تفسیر سلف صالحین کے مسلک پر ہے اور اس میں کہیں بھی تاویل وتوجیہ کے ذریعہ لچک نہیں آنے دی ہے۔غرض اردو کی تفسیروں میں اتنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

وسیع المعلومات، مستند و معتبر اور ضخیم تفسیر اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی۔''

(دبستان دیوبند کی علمی خدمات، ص:۳۱)

مولانا کے تبصرے میں مبالغہ، جو اردو زبان کا مزاج ہے، کا عنصر اگر نکال دیا جائے تو یہ تبصرہ کافی حد تک درست ہے۔

جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا معارف القرآن کی ایک امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس میں تفسیری روایات کے ذخیرہ سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے، لیکن مولانا نے احادیث بالعموم تفسیر کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔ خاص طور پر تفسیر قرطبی اور ابن کثیر کو سامنے رکھا ہے۔ ان کے حوالے بھی دیے ہیں لیکن احادیث نقل کرنے میں مولانا نے وہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جو ان کی محدثانہ جلالت شان کی متقاضی تھی۔ اس لیے ضعیف حتیٰ کہ موضوع روایات تک کہیں کہیں شامل ہو گئیں ہیں۔ لیکن دوسرے پہلوؤں سے یہ تفسیر بہت اہم ہے۔ ربط آیات، شان نزول، جدید زمانے سے متعلق تفسیری نکات، فقہی وکلامی مسائل اور جدید دور کے اعتراضات وغیرہ کے رد میں یہ تفسیر بہترین ہے۔

مولانا نے اپنی تفسیر پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے اور اس میں اس تفسیر کی خصوصیات اور امتیازی پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے، مولانا نے اپنی تفسیر کی جو خصوصیات بیان کی ہیں اور جو احتیاط انھوں نے ملحوظ رکھی ہے، اسے اپنے لفظوں میں اس طرح بیان کیا ہے:

۱۔ قرآن کے مطالب کی توضیح وتشریح کی جائے۔

۲۔ قرآن کی آیات کا ایک دوسرے سے ربط بیان کیا جائے۔

۳۔ احادیث صحیح، اقوال صحابہ وتابعین نقل کیے جائیں۔

۴۔ مشکل امور ومسائل کی صحیح توجیہہ پیش کی جائے۔

۵۔ ملحدوں اور زندیقوں کے اعتراضات کا جواب دیا جائے۔

۶۔ سلف صالحین کے منہج سے سرمو انحراف نہ کیا جائے۔

۷۔ بقدر ضرورت لطائف اور معارف القرآن بھی شامل کیے جائیں۔

۸۔ جدید مسائل کے سلسلہ میں رہنمائی ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹۔ ہر بات مستند علماء سے نقل کی جائے۔

قرآنیات سے متعلق دیگر تصانیف:

معارف القرآن کے علاوہ مولانا نے قرآنیات پر چند کام اور کیے تھے،ان کا مختصر جائزہ اس طرح ہے:

۱۰۔ الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی:

تفسیر بیضاوی پر مولانا نے مفصل حاشیہ لکھا تھا،محمد سعد صدیقی نے معارف القرآن ادریسی پر اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ہنوز طباعت کے انتظار میں ہے اور اس میں تقریباً 6 ہزار صفحات ہیں۔

۱۱۔ مقدمہ التفسیر:

اس میں دراصل قرآن مجید کی تاریخ اور قرآن فہمی کے اصول مرتب کیے گئے ہیں۔

۱۲۔ احکام القرآن:

مولانا نے ایک کتاب احکام القرآن کے نام سے بھی لکھی تھی۔ دراصل مولانا تھانوی نے کچھ لوگوں کو مقرر کیا تھا کہ قرآن مجید کی فقہی آیات کی تفسیر لکھیں، ان میں مولانا محمد ادریس بھی شامل تھے۔ بعض لوگوں کا کام شائع ہو گیا ہے لیکن بعض لوگوں کا نہیں۔ مولانا محمد ادریس بھی انہی میں سے ہیں جن کے کام کی خبر پر لاعلمی کا نقاب ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر لکھا ہے لیکن جب تک وہ شائع ہو کر منظر عام پر نہ آ جائے، لاعلمی کا نقاب بدستور رہے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا محمد اشرف علی تھانوی اردو کے کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب لکھی ہے۔ ان کی زیادہ تر تصانیف مختصر ہیں تاہم کچھ مفصل کتابیں بھی ہیں اور بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ ان کی تفسیر بیان القرآن اردو کی نمائندہ تفسیروں میں شمار کی جاتی ہے جو روایت پسندی کے ساتھ ساتھ تفسیر کے میدان میں کئی منفرد پہلوؤں کی حامل ہے اور یہ کتاب قرآن کی تفسیر سے متعلق متقدمین کی آراء کی تلخیص بھی ہے۔ حالانکہ انھوں نے اس تفسیر کے علاوہ قرآن اور ترجمہ وتفسیر کے حوالے سے کئی کام کیے ہیں لیکن بیان القرآن کی اپنی انفرادیت ہے اور وہی سب سے زیادہ مشہور بھی ہے۔

وطن:

مولانا اشرف علی تھانوی ضلع مظفر نگر میں ایک قصبہ تھانہ بھون کے رہنے والے تھے۔ تھانہ بھون اور شاملی وہ مقامات ہیں جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف بہت سرگرم رہے۔ اس وقت کے ایک عظیم مجاہد آزادی حافظ ضامن شہید کی شہادت تھانہ بھون میں ہوئی اور وہ یہیں مدفون ہیں۔ علمی طور پر بھی یہ قصبہ بڑا مردم خیز رہا ہے۔ قاضی محمد اعلی تھانوی بھی اسی قصبہ کے رہنے والے تھے جن کی کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' اپنے فن کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

خاندان:

مولانا اشرف علی تھانوی کے والد منشی عبدالحق تھے۔ جو قصبہ کے اہل ثروت لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ فارسی کے اچھے عالم تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے: بڑے اشرف علی اور دوسرے اکبر علی۔ والد نے بڑے بیٹے کے لیے عربی تعلیم کا راستہ اختیار کیا اور چھوٹے بیٹے کو انگریزی تعلیم کے حصول پر لگایا۔ دونوں بچوں نے اپنے اپنے میدان میں کمال ترقی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل کی۔ مولانا اشرف علی تھانوی مشہور عالم دین بن گئے اور منشی اکبر علی بریلی میونسپلٹی میں ۵۰۰/روپیہ ماہوار نوکر ہو گئے۔ (اشرف السوانح ص ۳۴)

مولانا اشرف علی تھانوی کی ولادت اپنے آبائی وطن تھانہ بھون میں ۱۹/ستمبر ۱۸۶۳ء (۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ) کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

مولانا اشرف علی کی تعلیم کا آغاز میرٹھ سے ہوا۔ میرٹھ میں حافظ حسین علی کے پاس قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد میرٹھ میں ہی فارسی کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ فارسی کی تکمیل اپنے وطن تھانہ بھون میں کی۔ فارسی کی تکمیل کے بعد عربی درسیات کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا۔ وہاں سے ۱۳۰۱ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

دیو بند میں انھوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ ان کے خصوصی استاذ مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔ انھوں نے تعلیم کی تکمیل کے ساتھ فتوی نویسی کی مشق کرائی اور ان کو باضابطہ افتاء کی سند دی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے امتحان لیا اور دستار فضیلت باندھی۔ (اشرف السوانح جلد ا ص: ۶۲)

تدریس:

دیو بند سے فارغ ہونے کے بعد مولانا کان پور چلے گئے اور وہاں مدرسہ فیض عام کان پور میں استاذ مقرر ہوئے۔ مولانا کو وعظ کہنے کا سلیقہ بہت اچھا تھا۔ شروع سے وعظ کہتے تھے۔ کان پور میں بہت جلد آپ کے مواعظ مقبول ہو گئے۔ مدرسہ فیض عام کے ذمہ دار چاہتے تھے کہ مولانا اپنے مواعظ میں لوگوں سے چندہ کی درخواست کریں لیکن مولانا نے اس کو گوارہ نہ کیا اور بات اتنی بڑھی کہ مولانا نے مدرسہ سے استعفی دیدیا۔ مدرسہ کے لیے بعد میں بہت سے لوگوں نے مولانا کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن مولانا نے استعفی واپس نہیں لیا۔ کان پور کے لوگ جو مولانا سے بہت مانوس ہو چکے تھے، انھوں نے مولانا کو کان پور سے جانے نہیں دیا اور کان پور کے دو صاحب حیثیت لوگوں: جناب عبدالرحمٰن اور حاجی کفایت اللہ نے مولانا کے لیے کان پور میں ہی ایک دوسرا مدرسہ قائم کر دیا۔ اس مدرسہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا نام جامع العلوم رکھا گیا۔(اشرف السوانح، جلدا،ص:۷۸)

مولانا اس مدرسہ میں کم وبیش ۱۴؍سال رہے، اس طویل عرصہ میں درس وتدریس کے علاوہ وعظ وارشاد بھی کرتے تھے اور فتوی بھی دیا کرتے تھے۔ شہر کان پور کے باشندوں کو مولانا سے بڑی عقیدت ہوگئی تھی۔ انہی کے اصرار پر انھوں نے ۱۴؍سال کا طویل عرصہ کان پور میں بسر کرلیا۔

تصوف:

مولانا کو تصوف سے شروع سے دلچسپی تھی، مرشد کی تلاش میں ان کی نظر اپنے وقت کے ایک مجاہد صوفی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرف گئی۔ پہلے خط وکتابت کے ذریعہ حاجی صاحب کے مرید ہوئے۔ مولانا نے جس سال کان پور میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا، اسی سال حج کے لیے بھی تشریف لے گئے تھے، وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے باضابطہ بیعت ہوگئے۔ پھر تقریبا ۹؍سال بعد دوبارہ حج کرنے گئے اور اس سفر میں چھ ماہ مرشد کی خدمت میں رہے۔ اسی سفر میں ان کو اجازت بیعت وخلافت بھی مل گئی۔

تھانہ بھون:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں چھ ماہ کی تربیت نے ان کو تدریس سے زیادہ اصلاح وتزکیہ کی طرف متوجہ کردیا۔ اس وقت مولانا کی عمر بھی تقریبا ۳۵ سال ہوچکی تھی۔ ایک طرح سے عالم شباب ہی تھا اور شباب تو کشتی دل کے لیے ایک موج ہوتا ہے۔ بہت جلد انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ کان پور چھوڑ کر تھانہ بھون میں قیام کریں گے۔ چناں چہ ۱۳۱۵ھ میں حضرت نے کان پور سے رخت سفر باندھا اور وطن آگئے (ایضا ص ۳۲۷)

خانقاہ امدادیہ قائم ہوئی اور حضرت نے نہایت نظم وترتیب اور اصول وقواعد کے ساتھ اس کو چلایا۔ مولانا فرماتے تھے کہ اگر کسی کو بزرگ بننا ہو، قطب بننا ہو، غوث بننا ہو تو کسی اور کے پاس جاؤ اور اگر انسان بننا ہو تو یہاں آؤ، پہلے آدمی بنو، بزرگی بے چاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے۔ (مآثر حکیم الامت۔ عبدالحئ فاروقی ص ۹۶)

خانقاہ امدادیہ کی خاص پہچان یہاں کا نظم وضبط اور اصول وقواعد کی پابندی ہے۔ مولانا نے تقریبا پچاس سال اس خانقاہ کے ذریعے لوگوں کی اصلاح وتربیت کی۔ ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

معمولات میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ ہزاروں لوگ ان کے مرید ہوے، ہزاروں لوگوں نے ان کی خانقاہ میں وقت گزارا، خاص علماء واکابر کا جیسا جلوہ اس خانقاہ میں نظر آتا ہے، اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی، بڑے بڑے علماء، روشن خیال دانش ور، شاعر، ادیب ہر طرح کے لوگ مولانا کے مرید اور خلیفہ بنے۔

مولانا نے اس دوران میں بہت سے اسفار کیے۔ بالعموم وعظ کہنے کے لیے وہ تھانہ بھون سے باہر جاتے تھے، وہ بہترین واعظ تھے، جو ان کا وعظ سن لیتا، وہ ان کو بار بار سننا چاہتا تھا۔ وعظ میں عام طور پر قرآن حکیم کے نکات ہوتے تھے اور مثنوی مولانا روم کے اشعار اور ان کی تشریحات بھی بکثرت ہوتی تھیں، بعد میں ان کے مریدین نے ان کے وعظ قلم بند کرنے شروع کیے اور کئی سو مواعظ اس طرح لکھ کر شائع بھی کیے۔

علی گڑھ کے حوالے سے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا علی گڑھ بھی آتے رہتے تھے اور طلبہ کے درمیان وعظ کہتے تھے، کبھی دینیات کے ممتحن ہوتے تھے۔ مولانا کی ایک اہم تصنیف: **الانتباهات المفيدة عن الاشتباهات الجديدة**، دراصل علی گڑھ میں کی گئی ایک تقریر ہے جس میں حذف واضافہ کے بعد اس کو مستقل کتاب بنا دیا گیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی صوفی تو تھے لیکن ان میں رہبانیت یا دنیا سے بے زاری نہیں تھی بلکہ تھانہ بھون میں رہتے ہوئے مولانا تمام قومی وملی مسائل سے وابستہ رہتے تھے۔ اس وقت کے تمام قومی وملی اہمیت کے مسائل پر مولانا کی اپنی رائے ہوتی تھی یعنی صرف ذکر سحر گاہی کے صوفی نہیں تھے بیدار مغز عالم بھی تھے اور دینی و دنیاوی ہر طرح کی قومی رہنمائی کرتے تھے۔ سیاسی مسائل میں بھی مولانا کی اپنی رائے تھی۔ بہت سے لوگوں نے ان کو غلط طور پر مسلم لیگی مشہور کر دیا ہے لیکن یہ واضح ہے کہ وہ مسلم لیگ کے حامی نہیں تھے۔ ان کا سیاسی مسلک دراصل دین کی بنیاد پر معاشرہ کو تشکیل دینا تھا۔ مولانا کے سیاسی موقف کے بارے میں ان کے خاص مرید مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے:

> ”انگریزی حکومت اور کانگریس کے درمیان رسہ کشی میں وہ مسلمانوں کو بالکل غیر جانبدار اور یکسو دیکھنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمان خود

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے اندر پوری قوت نہیں پیدا کر لیتے، ان کا کسی فریق کے ساتھ شامل ہو کر
عملی حصہ لینا خودکشی کے مترادف ہوگا''۔(حکیم الامت:۲۷۹)

مولانا کی سیاسی بصیرت قابل قدر ہے۔ انھوں نے جس بصیرت کے ساتھ مسلمانوں کے اندرونی نظم وضبط کو پختہ کرنے کی بات کہی، وہ بڑی دوراندیشی پر مبنی ہے لیکن مولانا نے اپنا سیاسی موقف کسی پر لادا نہیں۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے اور وہاں مولانا حسین احمد مدنی کانگریسی ذہن رکھتے تھے بلکہ کانگریس میں عملی حصہ لیتے تھے لیکن مولانا تھانوی نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ مولانا کے دیگر مرید اور خلیفہ بھی کچھ مسلم لیگی تھے اور کچھ کانگریسی۔

وفات:

مولانا تھانوی نے ۸۳ر سال کی عمر پائی۔ آخر عمر میں بیمار ہوئے اور ۱۶ر رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۴۹ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا نے اپنی حیات ہی میں قبرستان کے لیے جگہ وقف کی تھی، اسی میں مدفون ہوئے۔

اخلاف:

مولانا اشرف علی تھانوی نے دو شادیاں کیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کی معنوی اولاد ان کے خلفاء ومریدین ہی ہیں۔

معمولات:

مولانا اشرف علی تھانوی وقت کے بڑے پابند تھے اور انھوں نے اپنے تمام معمولات اور خانقاہ کے معمولات کو باضابطہ لکھ کر خانقاہ میں آویزاں کر رکھا تھا۔ سوائے کسی خاص موقع کے ان معمولات میں کبھی کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ نماز فجر کے بعد چہل قدمی، خطوط کے جوابات، اخبار بینی، چاشت واشراق کی نماز، تصنیف وتالیف، کھانا، قیلولہ، ظہر کے بعد کے معمولات، عصر کے بعد کے معمولات، مغرب کے بعد کے معمولات اور اوراد ووظائف سب کچھ تحریری تھا اور اس کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ مرید آنا چاہتے تو بلا اجازت کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ تمام خطوط کا جواب خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ غرض ان کی زندگی بالکل وقت کے نظم وترتیب سے چلتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ان کا یہ مرتب نظام الاوقات

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی اس کا سبب بنا کہ وہ اپنے دور کے بڑے مصلح ،مجدد ،مصنف اور دور آخر کے سب سے بڑے صوفی ومرشد بن سکے۔

تصانیف:

مولانا اشرف علی تھانوی کثیر التصانیف بزرگ تھے،ان کے مرید اورسوانح نگار خواجہ عزیز الحسن مجذوب نے لکھا ہے کہ اب تک (مولانا کی زندگی میں اشرف السوانح کے لکھے جانے تک)مولانا کی ۶۶۶ رکتابیں شائع ہوچکی تھیں۔(ص۳۰/ ۷۸)

دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب بتائی ہے۔بلاشبہ مولانا تھانوی بہت بڑے مصنف تھے۔قرآن ،حدیث ،فقہ،تصوف اسلامی اور معاشرت کے مختلف پہلوؤں وغیرہ پران کی تصانیف کافی مشہور ہیں۔ان کا ذکر کرنے کی اس وقت ضرورت نہیں۔

قرآنی علوم:

مولانا تھانوی نے قرآن مجید اور قرآنی علوم پر متعدد کتابیں لکھیں۔ان کی اپنی تصانیف کے علاوہ بعض کتابیں ایسی ہیں جو اصلاان کی تقریریں ہیں لیکن لوگوں نے اس کو مرتب کرکے شائع کردیا ہے۔ہم سب سے پہلے بیان القرآن کا تفصیلی تعارف پیش کریں گے،اس کے بعد قرآنیات سے متعلق ان کی دیگر تصانیف کا مختصر تعارف کرایا جائے گا۔

بیان القرآن:

بیان القرآن مولانا تھانوی کی انتہائی اہم تصنیف ہے۔اس کے ترجمہ کا ایک پورا پس منظر ہے۔جس کی طرف مولانا نے اپنے مقدمہ میں اشارہ بھی کیا ہے۔دراصل مولانا کے دور میں قرآن مجید کے اردو تراجم وتفاسیر کی طرف لوگوں کا رجحان کافی بڑھ گیا تھا۔ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ اس زمانے میں بہت مقبول تھا پھر مرزا حیرت دہلوی کا ترجمہ بھی شائع ہوا۔سرسید احمد خان ان سے پہلے ہی ترجمہ وتفسیر لکھ چکے تھے۔مولانا کے خیال میں یہ ترجمے درست نہیں تھے۔ان میں بکثرت مضامین خلاف شریعت شامل ہوگئے تھے۔اس لیے اول الذکر دونوں ترجموں پر تنقید کرتے ہوئے انھوں نے دو رسالے بھی لکھے،ان وجوہ کی بنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر مولانا خود بھی چاہتے تھے کہ ترجمہ قرآن اور تفسیر لکھیں اور مولانا کے احباب بھی اصرار کررہے تھے۔اس لیے مولانا نے یہ ترجمہ لکھا۔مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''تامل ومشورے سے یہی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جاوے،زبان وطرز بیان وتقریر مضامین میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو یا اس کے متعلق ہو، رہ نہ جاوے۔چند روز تک یہ رائے صورت تحریر و پیرایہ تذکرہ میں رہی آخر جب احباب کا تقاضہ زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ میں آنے لگی آخر بنام خدا محض توکل علی اللہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں اس کو شروع کرتا ہوں۔''

(بیان القرآن،۱/۶)

مولانا نے خود بھی اشارہ دیا ہے کہ انھوں نے یہ ترجمہ معاصر قاری کے مزاج کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔اس لیے اس ترجمہ میں حسب ذیل امور کا اہتمام انھوں نے خود کیا ہے:

۱۔ قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ ترجمہ میں خالص محاورات نہیں استعمال کیے گئے ....فصاحت کے ساتھ سلاست کا خیال رکھا گیا ہے۔(مولانا نے ایک اچھا لسانیاتی نکتہ اٹھایا ہے کہ محاورات ایک حد تک مقامی ہوتے ہیں اس لیے محاورات کے استعمال سے پیغام کی وسیع افادیت متاثر ہوتی ہے۔)

۳۔ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس کی وضاحت ضروری ہے تو 'ف' لکھ کر اس کی وضاحت کردی ہے۔(ملخصاً)

۴۔ جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں،ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اس کو لے لیا،بقیہ سے تعرض نہیں کیا۔

۵۔ مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی توضیح کردی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۔ اختلافات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی کو لیا گیا ہے اور دوسرے مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیے گئے ہیں۔

۷۔ چوں کہ نفع عوام کے ساتھ افادہ خواص کا بھی خیال آگیا، اس لیے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس میں مکیت و مدنیت، سورو آیات اور غیر مشہور لغات و ضروری وجوہ بلاغت و متعلق ترکیب وخفی الاستنباط فقہیات وکلامیات واسباب نزول وروایات واختلاف قرأت مغیرہ ترکیب باحکم، وتوجیہ ترجمہ وتفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہیں۔(ملخصاً خطبہ تفسیر بیان القرآن، ص:۶، ۷)

مولانا نے اپنے ترجمہ کی یہ خصوصیات بتائی ہیں۔ دیکھا جائے تو فہم قرآن سے متعلق جن پہلوؤں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سب ان میں آگئے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے کئی احتیاط ملحوظ رکھی ہیں۔ ایک احتیاط تو یہ رکھی ہے کہ لوگ صرف اس ترجمہ پر بھروسہ نہ کریں خاص طور پر عوام اور طلبہ کو چاہئے کہ جہاں ان کو اشکال ہو وہاں خود سے معنی اخذ کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان مقامات کو علماء سے یا اعلی درجات کے طلبہ سے سمجھ لیں ورنہ ہوسکتا ہے کہ وہ غلط مطلب نکال بیٹھیں۔(ص:۷)

دوسری احتیاط یہ ہے کہ اوپر مذکور خصوصیت نمبر ے میں جن امور و مسائل کا ذکر کیا گیا ہے وہ تفسیر کے متعلقات ہیں اور فہم قرآن کے لیے معاون تو ہیں لیکن ان کو سمجھنے کے لیے عالم ہونا ضروری ہے، عوام کے لیے وہ خلجان کا باعث بن سکتے ہیں، اس لیے ان امور کی وضاحت پوری طرح عربی میں کی ہے تاکہ اس حصہ کو صرف عالم ہی سمجھیں۔(ص:۷)

تیسری احتیاط یہ کی ہے کہ انھوں نے جن مقامات پر ترجمہ میں کچھ اضافہ کیا ہے، ان مقامات کو پوری طرح قوسین میں کردیا ہے تاکہ ترجمہ کی عبارت اور اس کی وضاحت کے لیے کیے گئے اضافہ میں فرق ملحوظ رہے۔

تفسیر:

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شروع میں مولانا صرف ترجمہ قرآن ہی لکھنا چاہتے تھے۔ چناں چہ اس ترجمہ کی ابتدائی اشاعت بغیر تفسیر کے ہوئی بعد میں تفسیر لکھنے کا خیال آیا اس لیے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر تفسیر لکھی۔ پروفیسر صلاح الدین ثانی نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ (فکر ونظر، اسلام آباد جلد:۳۶؛شمارہ ۳و۴ص:۱۷۹تا ۲۰۶)

تفسیر میں بھی مولانا نے اس کو ملحوظ رکھا ہے کہ اس سے عوامی ضرورت پوری ہو رہی ہو اور اسلاف کی روایت سے بالکل بھی انحراف نہ کیا جائے۔ بیان القرآن کا اسلوب بالکل روایتی ہے۔ ایک طرح سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس تفسیر میں مولانا تھانوی کا اصل کام یہ ہے کہ قدیم تفاسیر میں مختلف آیات کی تفسیر سے متعلق جو قول قابل ترجیح محسوس ہوا، اس کو اس تفسیر میں شامل کرلیا ہے یعنی یہ تفسیر قدیم تفاسیر کا ایک طرح سے اختصار ہے۔

بیان القرآن کا اسلوب تفسیر اور اس میں کی جانے والی رعایتوں سے متعلق مولانا نے خود ۲۰/نکات بیان کیے ہیں۔ زبان ذرا مشکل ہے لیکن ان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس لیے ان کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"ذکر بعضے امور مرعیہ ملتزمہ در تحریر تفسیر ہذا

ان میں بعض امور تو خطبہ تفسیر میں مذکور ہوئے ہیں اور بعض امور ان کے علاوہ ہیں:

(۱) اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں: بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان، تفسیر ابن کثیر، لباب، درمنثور، کشاف، قاموس، بعض تراجم قرآن، ان میں سے بعض کتابیں اول سے پاس رہیں اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں اور بعض بالکل اخیر میں آئیں چنانچہ حوالوں سے اس کی تفصیل وتعیین معلوم ہوسکتی ہے اور ضرورت کے وقت کتب حدیث وفقہ وسیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔

(۲) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر میں بالالتزام بیان کیا گیا اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کردیا گیا۔

(۳) جتنی آیتوں کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب وتناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کر کے لکھی گئی ہے، ان کے اول میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے جس سے اجمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذہن میں مستحضر ہونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ہوگا، اس کو ناظرین خود دیکھیں گے پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے۔

(۴) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے، ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں۔ البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو محتمل تھا تقویت احتمال کے لیے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا۔

(۵) شبہات کے جواب دینے میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس اور جن کا منشا کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کے جواب میں چوں کہ طلب دلیل کافی ہے اس لیے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات تقریر ترجمہ سے مندفع ہو گئے ہیں۔

(۶) کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدے کے لیے۔

(۷) ترجمے میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے، بہ نسبت اتباع محاورہ کے۔

(۸) چوں کہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ سابقہ پر بالکل نظر نہیں ہے، اس لیے ایسے مضامین میں تفسیر حقانی سے نقل کر دیا گیا ہے۔

(۹) غالباً تمام تفسیر میں دو مقام ایسے ہیں کہ وہاں جیسا جی چاہتا تھا ویسا شرح صدر نہیں ہوا، اس موقع پر احقر نے اس کی تصریح کر دی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر و تفسیر میسر ہو جاوے اسی کو راجح سمجھے۔

(۱۰) مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی۔

(۱۱) جو مضامین قابل زیادہ تفصیل و تحقیق کے کئی جگہ آئے ہیں ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱۲) ہر جگہ تفسیر میں اتباع سلف صالح کا کیا ہے۔ متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے، نہیں لیا۔

(۱۳) جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں، ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا، صرف اسی کو اختیار کر لیا گیا، سب کو نقل نہیں کیا البتہ کہیں کہیں اگر دونوں وجہیں متساوی معلوم ہوئیں دونوں کو نقل کر دیا ہے۔

(۱۴) تقریر مدلول آیات میں قواعد میزانیہ منطقیہ کی پوری طور سے مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیا اور علماء کے جی سے پوچھنا چاہیے۔

(۱۵) مجھ کو معلوم ہے کہ کہیں کہیں تقریر کسی قدر تنگ ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اس کے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آ گئے ہیں کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے، اسی لیے میرے نزدیک مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جاوے اور جو مضمون اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے، اس کو علوم درسیہ پر موقوف سمجھا جاوے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط علوم متعارف میں مہارت اور اس میں سے کسی مقام پر تحیر و مراجع تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے۔

(۱۶) اور بہت سے امور ضروریہ ولطیفہ ترجمہ و تفسیر میں ایسے ملیں گے جو بیان سے خیال میں نہیں آ سکتے، مطالعہ پر ان کا حوالہ کیا جاتا ہے۔

(۱۷) لطائف اور نکات جن کا تفسیر میں دخل نہ تھا، نہ وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کر دیے گئے۔ مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے۔

(۱۸) جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے، اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا۔

(۱۹) چوں کہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں تدریجاً آتی رہی، اس لیے ممکن ہے کہ اول کے اجزاء میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہوگئی ہو نیز چوں کہ اس کی بارہ جلدوں میں سے جن میں ہر جلد اڑھائی پارہ کی ہے (اب جدید طباعت میں اڑھائی پارہ جلد کے اختتام کی ترتیب نہیں ہے بلکہ پوری تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔محمد اسحاق عفی عنہ) کہیں تحقیقا کہیں بوجہ قرب سورت کے کسی قدر کم یا کسی قدر زیادہ اول جلد مفصلا نہیں لکھی گئی بلکہ درمیان میں فترات و وقفات معلوم ہوتے رہے ،اس لیے خود اس کے اجزاء میں اور پھر اس میں اور بقیہ جلدوں میں طرز و وضع کے اعتبار سے کسی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر غائر سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۲۰) باقی جو مضامین حواشی عربی میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں اہل علم کے ساتھ ان کے التزامات پر متنبہ کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں۔'' (خطبہ بیان القرآن،ص:۸)

مولانا نے جیسا کہ خود ان کی وضاحت گزر گئی اپنی تفسیر میں تین الگ الگ رسالوں کو بھی بطور تفسیر شامل کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔رسائل السلوک من کلام ملک الملوک:

یہ رسالہ عربی زبان میں ہے۔اس رسالہ میں انھوں نے قرآن مجید کی آیات سے تصوف کے مفاہیم اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔قدیم زمانے میں قرآن مجید کی بہت سی صوفیانہ تفاسیر لکھی گئیں۔ڈاکٹر حسین ذہبی نے ان کے لیے تفسیر کی ایک مستقل قسم تفسیر اشاری کا نام دیا ہے لیکن مولانا تھانوی کا یہ رسالہ تفسیر اشاری کے قبیل کا نہیں ہے بلکہ اس میں محض توجہ دلائی گئی ہے کہ صوفیہ کے مسائل کی طرف آیت سے کیسے رہنمائی ہوتی ہے۔

۲۔رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک

یہ مذکورہ بالا کتاب کا اردو ترجمہ ہے،عوام کے افادے کی غرض سے اس کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا ہے۔

۳۔وجوہ المثانی مع توجیہات الکلمات والمعانی:

اس رسالے کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔اس میں قرآنی آیات سے متعلق ایسے مسائل تھے جن کا براہ راست ترجمہ سے تعلق نہیں ہے۔

بیان القرآن کا طریقہ تفسیر:

بیان القرآن میں مولانا کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کی آیات کا سطر در سطر ترجمہ کرتے ہیں۔اس کے نیچے تفسیر کے عنوان سے توضیحی ترجمہ کرتے ہیں جس میں متن

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کا ترجمہ خط کشیدہ ہوتا ہے اور وضاحتی جملے قوسین میں ہوتے ہیں۔ ترتیب عبارت ایسی ہوتی ہے کہ عبارت کو مسلسل بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں فائدہ (بطور علامت 'ف') لکھ کر اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ ضمنی عنوانات کے ذریعے زیر بحث مسئلہ کو مزید منقح کرتے ہیں۔ ربط کا عنوان لگا کر پچھلی آیات کے ساتھ ربط کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے عنوان سے جو الفاظ آئے ہیں ان کی لغوی تحقیق کرکے ان کے معانی کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملحقات ترجمہ کے عنوان سے قائم کیا ہے، اس میں بعض مقامات پر ترجمہ کی وضاحت کرتے ہیں کہ انھوں نے ترجمہ کیا۔ لغت کا عنوان قائم کرکے الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں۔ بلاغت کا عنوان لگا کر قرآن کی آیت میں فصاحت و بلاغت کے پہلوؤں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ الکلام کا عنوان قائم کرکے اگر آیت میں کوئی کلامی مسئلہ زیر بحث ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ النحو کا عنوان لگا کر نحوی ترکیب بیان کرتے ہیں۔ الروایات کا عنوان لگا کر آیت کی تفسیر میں وارد احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔ اختلاف قرات کا عنوان قائم کرکے دوسری روایات نقل کرتے ہیں۔ حاشیہ کا عنوان قائم کرکے کسی اضافی اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔ تفسیر میں جہاں فقہی نوعیت کے مسائل آئے ہیں وہاں تمام متعلقہ مسائل کو مسئلہ کے عنوان سے الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔ یہ عنوانات جو پوری تفسیر میں بکثرت ہیں ان کے علاوہ بھی انھوں نے بہت سے پہلوؤں کو اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

مولانا نے ان امور کے علاوہ ایک اضافہ موضوعاتی عناوین کا کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں عناوین دو طرح سے لگائے ہیں جیسے قرآن کی ایک آیت یا چند آیات میں ایک مضمون وارد ہوا تو اس پر قائم کرکے اس کو ایک موضوع بنا دیتے ہیں اور دوسرا زیر بحث آیت کی تفسیر کوئی اضافی واقعہ یا مزید توضیح مطلوب ہو تو اس کو بھی نئے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ پوری تفسیر میں اس طرح کے عناوین کی تعداد کئی ہزار ہے۔ انھوں نے ان کو مستقل فہرست بنا کر کتاب کے شروع میں بھی شامل کر دیا ہے جس سے ان کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان القرآن کی مقبولیت:

بیان القرآن کو علماء اور عوام دونوں حلقوں میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی، خاص طور پر ترجمہ بھی بہت مقبول ہوا اور شروع میں ترجمہ ہی چھپتا تھا اور اس پر حواشی شاہ عبدالقادر کے لیے جاتے تھے۔ بعد میں مولانا نے خود ہی تفسیر لکھ دی تو اس لیے مولانا کے حواشی کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے بارے میں مولانا اسیر ادروی نے لکھا ہے کہ اس ترجمہ کے ان گنت ایڈیشن شائع ہوئے اور واقعہ یہ ہے کہ ایک عرصہ تک ہر جگہ یہی ترجمہ مقبول تھا، گھروں میں، مسجدوں میں عام طور پر قرآن مجید مولانا تھانوی کے ترجمہ والے ہوتے تھے۔

بیان القرآن کے بارے میں بہت سے لوگوں نے تبصرے اور اپنی رائے دی ہیں۔ ان میں سے بطور تعارف مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ:

مولانا نے اپنی تفسیر میں اقوال صحیحہ اور اقوال سلف صالحین کا لتزام کیا ہے۔ فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ شبہات اور شکوک کو حل کیا گیا ہے۔ صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کیے گئے ہیں۔ تمام کتب تفسیر کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی قول کو دلائل سے ترجیح دی گئی ہے۔ یہ تفسیر تیرہویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے۔ اس لیے تمام قدماء کی تصانیف کا خلاصہ ہے اور مختلف اور منتشر تحقیقات اس میں یکجا مل جاتی ہیں۔

دیگر بہت سے علما اور اصحاب دانش نے بھی اس تفسیر کے ان خصائص کو توصیفی انداز میں پیش کیا ہے۔

دیگر تفسیری کام:

مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن کے علاوہ قرآنیات سے متعلق اور بھی متعدد کام کیے ہیں۔ پروفیسر صلاح الدین نے لکھا ہے کہ قرآنیات سے متعلق مولانا کی اڑتالیس کتابوں کی فہرست ان کے پاس ہے۔ ظاہر ہے سب کا احصا کرنا مشکل ہے۔ اس لیے جو بطور خاص قرآنیات سے متعلق رہی ہیں، ان کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۔التبیان

یہ قرآن پاک کے دروس کا سلسلہ تھا جو مولانا کے ہمشیر زادہ مولوی سعید احمد نے ان سے تفسیر پڑھتے وقت نقل کیا تھا۔ مولوی سعید احمد کی اچانک وفات سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔۔مولانا نے اپنی تفسیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔اشرف البیان فی علوم الحدیث والقرآن

حضرت تھانوی اپنے مواعظ میں آیات واحادیث ذکر کرتے تھےاوران کے حوالے سے گفتگو کرتے تھے۔ان کے کسی مرید نے ان کے مواعظ میں سے یہ تفسیری نکات جمع کر لیے۔

۳۔تفسیرالمواعظ

محمد مصطفیٰ بجنوری نے حضرت کے مواعظ سےان میں مذکورآیات کی تفسیر کو یکجا کردیا ہے۔

۴۔تفسیرسورہ یوسف

سورہ یوسف کی الگ سے تفسیر کی تھی، جوالگ سے شائع ہوئی ہے۔

۵۔تلخیص الفاظ القرآن

یہ حضرت کا ایک وعظ ہے جوانھوں نے مظفرنگر کیرانہ کی جامع مسجد میں فرمایا تھا۔اس میں تعلق بالقرآن کی حقیقت ومعنویت پرروشنی ڈالی ہے۔

۵۔اصلاح ترجمہ دہلویہ

ڈپٹی نذیراحمد کے ترجمہ قرآن پرتنقید ہے۔

۶۔اصلاح ترجمہ مرزاحیرت

مرزا حیرت دہلوی نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا، اس رسالے میں اس ترجمہ کی اغلاط پرروشنی ڈالی گئی ہے۔

۷۔جمال القرآن

مولانا کی بہت معروف کتاب ہے تجوید کے اصول وضوابط پر مشتمل ہے۔فن قرأت میں انھوں نے کئی اورکتابیں بھی لکھی تھیں جومطبوعہ ہیں اورمتداول ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸۔قرآن کے حقوق

حضرت کا ایک وعظ ہے۔اس کی تسہیل مولانا انوار الحق امروہی نے کی ہے۔یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، لاہور سے شائع ہوا، سنہ اشاعت مذکور نہیں ہے۔

تسہیل واختصار:

حالانکہ یہ اصل موضوع نہیں ہے تاہم بیان القرآن سے متعلق یہ اضافی معلومات ہیں، اس لیے ان کا ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس سے کتاب کی مقبولیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ متعدد لوگوں نے اس تفسیر کا اختصار بھی کیا ہے اور بعض حضرات نے اس کی تسہیل بھی کی ہے۔

بیان القرآن اردو کی مقبول ترین تفاسیر میں سے ہے، اس کا ترجمہ بھی بہت مقبول ہوا اور تفسیر بھی۔ترجمہ کی اپنی اہمیت کے پیش نظر متعدد لوگوں نے صرف ترجمہ ہی شائع کیا اور تفسیر کی اہمیت کے پیش نظر بہت سے لوگوں نے اس کی تلخیص بھی کی ہے اور اس کو مزید عام فہم بنانے کے لیے اس کی تسہیل بھی کی ہے۔چند تلخیص وتسہیل حسب ذیل ہیں:

۱۔مولانا ظفر احمد عثمانی

مولانا ظفر احمد عثمانی نے خود مولانا تھانوی کے حکم سے بیان القرآن کا خلاصہ کیا تھا جو عکسی قرآن حکیم مع ترجمہ وتفسیر بیان القرآن کے نام سے شائع ہوا۔

۲۔مولانا وصی اللہ خان

مولانا وصی اللہ خان نے بھی بیان القرآن کی تسہیل وتلخیص کی تھی جو کان پور سے شائع ہوئی۔

۳۔مولانا عیسی مولانا الہ آبادی

مولانا عیسی مولانا الہ آبادی نے خلاصہ بیان قرآن کے نام سے اس کی تلخیص کی تھی۔

۴۔مولانا عقیدت اللہ قاسمی

مولانا عقیدت اللہ قاسمی نے بھی بیان القرآن کی تلخیص کی جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

۵۔درس قرآن:

درس قرآن کے نام سے علما کی ایک جماعت نے قرآن کے دروس کا مجموعہ تیار کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، اس کا مقدمہ محمد اسحاق نے لکھا ہے۔ اس میں حضرت تھانوی کا تسہیل شدہ ترجمہ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے ۱۴۳۰ میں شائع ہوئی۔

٦۔ تلخیص البیان:

مولانا کے حقیقی بھتیجے مولانا شبیر احمد تھانوی نے بھی تلخیص البیان کے نام سے بیان القرآن کا ایک خلاصہ تیار کیا۔

٦۔ نامعلوم الاسم:

القرآن الحکیم مکمل تفسیر بیان القرآن کے نام سے تاج کمپنی نے ایک تلخیص شائع کی ہے لیکن اس میں اختصار کنندہ کا نام درج نہیں ہے۔

مولانا تھانوی کا ترجمہ قرآن اور تفسیر بیان القرآن کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ ایک شاعر نے تو اس کو مکمل منظوم کر دیا ہے جو کراچی سے شائع بھی ہو گیا ہے۔

اس کے علاوہ انگریزی، گجراتی، کنڑ، بنگلہ، اور برمی زبان میں ترجمہ قرآن اور تفسیر بیان القرآن دونوں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

مولانا تھانوی کے تفسیری نکات:

صوفی محمد اقبال قریشی اور ابو حذیفہ محمد اسحاق ملتانی نے حضرت کے ساڑھے تین سو مواعظ میں سے ان کے تفسیری نکات جمع کر کے چار جلدوں میں ایک نئی تفسیر مرتب کر دی ہے، اس کا نام اشرف التفاسیر ہے۔ (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قاری اظہار احمد قاسمی

موجودہ دور میں قرآن مجید کے پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے اور عوام میں قرآن کی تفہیم سے دل چسپی اور قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے بہت سی کاوشیں ہوئی ہیں۔تفسیر اظہار القرآن اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اس کا مقصد یہی ہے کہ عام لوگوں میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہو اور غالباً اس تفسیر کی ترتیب سے پہلے اس تفسیر کو عوام کے سامنے بیان کر کے اس کی کوشش بھی کی گئی تھی۔اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے تو ان افادات کو کتابی شکل میں مرتب کیا گیا۔اس تفسیر کے مصنف مولانا اظہار احمد قاسمی ہیں۔اس تفسیر میں فاضل مفسر کا اپنا ترجمہ قرآن شامل نہیں تھا،اس لیے اس میں مولانا انیس آزاد بلگرامی نے ترجمہ کیا۔چوں کہ اس تفسیر کا مقصد عوام الناس میں مطالعہ قرآن کو رواج دینا اور فہم قرآن کو مقبول بنانا ہے،اس لیے ترجمہ تحت اللفظ کیا گیا تاکہ قاری یہ سمجھ لے کہ عربی میں جو لفظ ہے اس لفظ کا اردو میں مترادف یہ لفظ ہے۔اس طریقہ ترجمہ میں عبارت تو حل ہو جاتی ہے،عبارت کا مفہوم واضح نہیں ہوتا،اس لیے اس تفسیر میں ایک ترجمہ اور شامل کیا گیا اور وہ مولانا اشرف علی تھانوی کا بامحاورہ ترجمہ ہے۔اس طرح یہ تفسیر القرآن قاری اظہار احمد قاسمی اور مولانا انیس آزاد بلگرامی کی مشترکہ کوششوں سے منصۂ شہود پر آئی ہے۔جس پر مولانا اشرف علی تھانوی کا اسم گرامی تبرکاً سایہ فگن ہے۔اس تفسیر کا اسلوب نہایت سادہ ہے، زبان عام فہم ہے اور اندازِ بیان بہت ہی دلنشیں ہے۔معمولی اردو داں طبقہ کے لیے اور مدرسہ کے ابتدائی طالب علموں کے لیے یہ تفسیر بہت مفید ہے۔

مختصر تعارف:

مولانا اظہار احمد قاسمی (متوفی ۳۰ دسمبر ۲۰۱۹) اسلام کے ایک داعی اور خادم تھے۔ اصلاً وہ دیوبند کے رہنے والے تھے،ان کی ولادت دیوبند میں ہی ہوئی تھی۔تعلیم مکمل کرنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے بعد وہ برطانیہ چلے گئے اور انھوں نے مدت العمر برطانیہ میں دعوتی اور دینی خدمات انجام دیں۔ جمعیۃ علمائے برطانیہ سے بھی وابستہ رہے۔ان کی وفات پر مختلف حلقوں سے تعزیتی پیغامات اور دعا وغیرہ کے اہتمام سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ میں بہت مقبول تھے۔ان کے تفصیلی حالات کی تلاش جاری ہے۔

❍

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا انیس احمد آزاد بلگرامی

مفسر قرآن مولانا انیس احمد آزاد بلگرامی بہترین خطیب اور مفسر قرآن ہیں۔ دور طالب علمی سے ہی ان کے یہ جوہر نمایاں رہے ہیں۔ خدا نے زبان پر قدرت کے ساتھ ذہانت، معاملہ فہمی اور حسن انتظام کی خوبیوں سے بھی نوازا ہے۔ عمر گریز پا کی اصل منزلیں وہ ہوتی ہیں جو ابھی آئی نہیں۔ گزری ہوئی عمر تو ایک لمحہ ہے پھر بھی اس کی یادیں زندگی کے مختلف موڑ پر ماضی میں جھانکنے کا موقع دیتی ہیں۔ راقم الحروف کو دوران طالب علمی مولانا انیس آزاد کے پڑوس میں رہنے اور ہم طعامی کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان سطور کے لکھتے وقت وہ لمحات مستحضر ہو گئے۔

مولانا انیس آزاد کی ولادت ۲ جولائی ۱۹۶۶ میں بلگرام کے ایک قریبی مقام اہولہ میں ہوئی۔ والد گرامی کا نام حاجی عبد القوی ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن نانہال اور علاقے کے دیگر مدارس میں حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ بھی کیا، اس کے بعد اشرف المدارس ہردوئی ،مظہر العلوم کانپور، جامعہ عربیہ ہتھورا (باندہ) میں درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ درس نظامی کی متوسط درجے کی کتابیں مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں پڑھ کر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۶ میں دار العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے دہلی میں مدرسہ سید المدارس چوہان نگر میں ملازمت اختیار کی اور سعیدیہ مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری انجام دینے لگے۔ مولانا انیس احمد کے لیے یہ حسن آغاز اتنا مسعود ثابت ہوا کہ ثلث صدی سے زائد کا عرصہ اسی علاقہ میں خدمت انجام دیتے ہوئے گزر گیا۔

مولانا نے اس علاقے میں بڑی خدمات انجام دیں۔ عام تدریس، امامت و خطابت کے علاوہ ان کا علمی تبحر اس علاقے کے لیے بڑا غنیمت ثابت ہوا۔ لوگ ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم وفضل اور طریقہ تربیت سے مستفید ہوتے ہیں۔

مولانا انیس احمد ہر سال جعفر آباد کی عیدگاہ میں ایک پندرہ روزہ جلسہ سیرت النبی کرتے ہیں۔اس میں اکیلے وہی خطیب ہوتے ہیں اور مقبولیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ہر دن مجمع پہلے سے زیادہ ہوتا ہے لوگ جوق در جوق ان کا خطاب سننے کے لیے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ان کے حسن خطاب سے لاکھوں لوگ سیرت طیبہ کے پہلوؤں سے واقف ہوئے۔

اپنے منصبی فرائض کے علاوہ مولانا انیس احمد کو تصنیف و تالیف کا بھی ذوق ہے۔شعروسخن کی وادی میں بھی بھولے بھٹکے چلے جاتے ہیں، ان کا ایک مجموعہ کلام بھی شائع ہوگیا ہے۔ان کی متعدد تصانیف شائع ہوچکی ہیں جو متنوع موضوعات پر ہیں جن کا مقصد لوگوں کی اصلاح اور ضروری مواقع جیسے سیرت طیبہ، مسائل نماز، حج وقربانی وغیر کے لیے لوگوں کی رہنمائی ہے۔

قرآنیات:

قرآنیات پر مولانا کا ایک اہم کام تو درس تفسیر ہے جو اپنی مسجد میں انجام دیتے ہیں یہ خدمت انجام دیتے ہوئے عمر عزیز کے نہایت قیمتی سال صرف کیے۔رمضان المبارک میں تراویح کی تلاوت کا خلاصہ بھی بیان کرتے ہیں۔ان کا بیان کردہ خلاصہ لندن میں اقراء ٹی وی سے نشر بھی ہوتا ہے۔

قرآنیات میں ان کا دوسرا کام 'تفسیر اظہار القرآن' میں ان کی شرکت ہے۔تفسیر اظہار القرآن میں مولانا انیس احمد بلگرامی کا اصل کام قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ ہے۔مولانا انیس احمد نے نہایت محنت وعرق ریزی سے یہ ترجمہ کیا ہے۔ترجمہ تحت اللفظ میں رواں عبارت یا قوسین کی گنجائش نہیں ہوتی۔اس میں مترجم کا اصل کمال یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ لفظ کے لیے ایسا مترادف تلاش کیا جائے جو لغوی اعتبار سے اس لفظ کا متبادل ہو اور اس موقع کے لیے بھی پوری طرح موزوں ہو۔مولانا کا ترجمہ اس اعتبار سے بہت عمدہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اس تفسیر کا اصل مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کا فہم عام ہوجائے اور تمام مسلمان قرآن کے پیغام کو سمجھیں اور اسے دوسروں تک پہنچائیں اور قرآن مجید کا پیغام

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور تعلیمات بھی مسلمانوں کے اندر نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح منتقل ہوں جس طرح قرآن مجید کے الفاظ منتقل ہوتے چلے آئے ہیں۔

اس تفسیر کے مرتب حضرت مولانا اظہار احمد قاسمی نے اس تفسیر کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے مقدمہ میں لکھا ہے:

> ''اظہار القرآن کا سلسلہ اسی نیت سے شروع کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ کتاب اللہ سے شغف پیدا ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ کتنی بڑی دولت ہے اور ہمارے لیے اس میں کس قدر زریں ہدایات ہیں جن سے اب تک بے خبر رہے۔ قرآن پڑھیں اور سمجھ کر پڑھیں اور ان کا یہ جذبہ نسلا بعد نسل ایک نسل سے دوسری میں منتقل ہوتا چلا جائے۔ اس کلام پاک کی دولت سے بچے، جوان، بوڑھے اور مرد وعورت سارے کے سارے مستفید ہوں اس طرح ان میں دینی حرارت، مذہبی جوش و ولولہ اور قومی غیرت وحمیت جاگ اٹھے اور یہ صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ کام کے مسلمان ہوں اور ہر طرح سے پکے سچے۔ (اظہار القرآن، ص: ۳۱، ۴۱)

اس کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے اس کا بھی اشارہ دیا ہے کہ تفسیری افادات کا سلسلہ بہت دن سے جاری تھا اور موجودہ شکل میں اس کی اشاعت کی افادیت کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> یہ تفسیر علما کے علاوہ عوام کے لیے بھی مفید اور نافع ہے۔ زبان آسان اور سہل، ترجمہ با محاورہ اور تفسیر قریب الفہم ہے، علوم قرآنی اور مرادات قرآنی سے واقفیت کا سہل ذریعہ ہے۔ طویل بحثوں سے دامن بچایا گیا ہے۔ لیکن مراد قرآنی کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔ فی زمانہ اس تفسیر کی ضرورت تھی اور برسہا برس سے یہ ضرورت پوری بھی ہو رہی تھی اب ادارہ الخیر فاونڈیشن نے اعلی کمپیوٹر کتابت، بہترین طباعت، عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ منظر عام پر لانے کا اہتمام کیا ہے جس میں با محاورہ ترجمہ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرقدہ کا ہے اور لفظ بلفظ ترجمہ ہندوستان کے معروف عالم دین اور مفسر قرآن مولانا انیس بلگرامی کا ہے۔(ایضاً ص:۳۱)

تفسیر اظہار القرآن کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ آیات کے مفہوم کو درس کا عنوان بنا کر پیش کیا گیا ہے تا کہ ان آیات کا پیغام اجمالی طور پر سمجھا جا سکے۔

۲۔ قرآن مجید کے ہر لفظ کا ترجمہ اسی لفظ کے نیچے تحریر کیا گیا ہے کہ لفظ کا ترجمہ ذہن نشین ہو جائے۔

۳۔ ہر آیت کے لفظی ترجمہ کے بعد اس کا با محاورہ ترجمہ ہے تا کہ آیت کا مفہوم سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیش نہ آئے۔

۴۔ مشکل لغات کی تشریح کی گئی ہے۔

۵۔ آخر میں آیات کا مفہوم نہایت آسان زبان اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ حاشیہ میں تفسیر بیان القرآن کے فوائد کو ذکر کیا گیا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت معنی خیز ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری

ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری بہت بڑے عالم، محدث، مفسر اور مناظر تھے۔ قرآن وحدیث کا خصوصی ذوق رکھتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ اسلام پر مختلف اعتراضات کا جواب بھی دیتے اور جہاں ضرورت ہوتی مناظرہ بھی کرتے۔ مناظرے میں خاص طور پر قادیانی اور آریہ سماجی حضرات سے مناظرے میں ان کو کمال حاصل تھا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اصلاً کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام خضر تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے امرتسر میں مقیم تھے۔ امرتسر میں ہی ۱۸۶۸ میں مولانا کی ولادت ہوئی۔ (تاریخ دارالعلوم ص:۶۷) ابھی شعور کی آنکھوں نے باپ کو پہچانا بھی نہیں تھا کہ یہ نعمت ان سے رخصت ہوگئی۔ سات سال کی عمر میں یتیم ہوگئے اور چودہ سال کی عمر میں والدہ بھی اس دارفانی سے کوچ کر گئیں۔ اللہ رب العزت نے ان کو بہترین حافظہ کے ساتھ علم دین کا ذوق بھی عطا کیا تھا، اس لیے نامساعد حالات کے باوجود علم دین کی تحصیل میں لگے رہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ تائید الاسلام، امرتسر سے حاصل کی، اس کے بعد وزیرآباد سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی آکر مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھا۔ اس کے بعد سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم میں تعلیم پائی اور آخر میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ (ایضاً، ص:۶۸)

درسیات کی تکمیل کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے امرتسر میں ہی مدرسہ تائید اسلام جہاں انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی، پڑھانا شروع کیا۔ چھ سال مدرسہ میں پڑھایا پھر دو سال پنجاب میں مالیر کوٹلہ میں رہے۔ اس کے بعد دوبارہ امرتسر آگئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ خاص طور پر قادیانیوں اور آریہ سماج کے خلاف مناظرہ کرنا آپ کا امتیاز بن گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات بڑی متنوع اور گونا گوں ہیں۔انھوں نے مختلف میدانوں میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔صحافت کے میدان میں پہلے انھوں نے مسلمان کے نام سے ایک اخبار نکالا تھا۔اس کے بعد اہلحدیث کے نام سے ہفت روز اخبار نکالا جو ۴۴ سال تک مسلسل جاری رہا۔اس اخبار کے ذریعہ مولانا کے رشحات قلم منصۂ شہود پر آتے رہے۔صحافتی زندگی کے علاوہ مولانا عظیم مجاہد آزادی تھے۔خاص طور پر جمعیت علماء ہند کے ساتھ مل کر جنگ آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔(ایضاً،ص:۶۸) مولانا مدت العمر امرتسر میں مقیم رہے۔تقسیم وطن کے بعد پہلے لاہور گئے اور وہاں سے گوجرانوالہ گئے اور آخر میں سرگودھا میں مقیم ہوگئے۔وہاں سے وہ دوبارہ اپنے ہفت روزہ اخبار اہل حدیث کا اجرا کرنا چاہتے تھے لیکن مشیت ایزدی کہ مارچ 1948 کو ان پر فالج کا حملہ ہوا اور اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دفاع اسلام میں کئی درجن کتابیں لکھیں۔محمد اسحاق بھٹی نے ان کی تصانیف کی تعداد ۱۳۰ لکھی ہے۔(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن،ص:۱۷) تعداد کے علاوہ ان کی تصنیفات کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں سے بعض کتابیں آج بھی اتنی ہی مقبول ہیں۔خاص طور پر قادیانی فکر اور آریہ سماج کے اعتراضات کے جواب میں آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔جو اپنے دور میں بھی بہت مقبول ہوئیں اور آج بھی اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے حوالے سے ان کتابوں کی تاریخی اور دستاویزی اہمیت ہے۔ان کے نام لکھنے کی گنجائش نہیں ہیں۔البتہ قرآنیات پر ان کی حسب ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن
۲۔ تفسیر ثنائی
۳۔ تفسیر بیان القرآن علی علم البیان
۴۔ تفسیر بالرائے
۵۔ دلیل الفرقان
۶۔ دلیل القرآن
۷۔ تعلیم القرآن
۸۔ آیات متشابہات

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹۔ برہان التفسیر بجواب سلطان التفسیر

۱۰۔ قرآن اور دیگر کتب

۱۱۔ تشریح القرآن

۱۲۔ قرآنی قاعدہ

چوں کہ انھوں نے قرآنیات پر بہت کام کیے ہیں، اس لیے ان سب کا مختصر تعارف کرانے کی کوشش کی جائے گی البتہ ان کی تفسیر یعنی تفسیر ثنائی پر نسبتاً تفصیل سے کلام کیا جائے گا۔

تفسیر ثنائی:

تفسیر ثنائی ایک ضخیم تفسیر ہے۔ یہ ۸ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی تصنیف میں تقریباً دس سال کا وقت لگا اور اس کی پہلی جلد ۱۸۹۵ میں شائع ہوئی۔ یہ وہی زمانہ ہے جب ڈپٹی نذیر احمد تفسیر لکھ رہے تھے اور سرسید کی تفسیر شائع ہو چکی تھی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اسی پس منظر میں تفسیر لکھی ہے۔ قرآن مجید کی یہ نہایت جامع تفسیر ہے۔ اس میں مولانا نے ترجمہ کرتے ہوئے بھی اور تفسیر کرتے ہوئے بھی خاص طور پر آیات کے باہمی ربط کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ پوری تفسیر میں مناظرانہ اسلوب اختیار کیا ہے مسلمانوں میں سے سرسید وغیرہ کے نظریات پر تنقید کی ہے اور غیر مسلموں کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے تھے، ان کا بھی جواب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اسلام پر اعتراضات کا جواب اس تفسیر کا ضمنی فائدہ ہے۔ مصنف نے اصل فائدے دو بتائے ہیں: ایک تو یہ کہ عام طور پر لوگ عربی نہیں جانتے، اس لیے اردو میں تفسیر لکھنی چاہیے تاکہ لوگ قرآن کو اور اسلام کے پیغام کو سمجھ سکیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ آج کل لوگ قرآن کا نام لے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، مسلمان اس سے ہوشیار رہیں غالباً اشارہ سابقہ مترجمین کی طرف ہے جن کے تراجم پر دیگر علماء نے بھی اعتراضات کیے ہیں، مولانا نے اس میں بعض اور بھی فوائد شمار کرائے ہیں۔ اپنی تفسیر کے فوائد بیان کرتے ہوئے التماس مصنف کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

> ''اس تفسیر کے لکھنے کا مجھے دو وجہ سے خیال پیدا ہوا۔ ایک تو میں نے دیکھا کہ مسلمان عموماً فہم قرآن شریف سے ناواقف بلکہ شناخت حروف سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی نا آشنا ہیں۔ایسے وقت میں عربی تصانیف سے ان کا فائدہ اٹھانا قریب بمحال ہے، اردو تفاسیر سے بھی بوجہ کسی قدر طوالت کے عام لوگ مستفید نہیں ہوسکتے۔نیز ان کا طرز بیان خاص طریق پر ہے۔

دوم میں نے مخالفین اسلام کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی اور ہیچ مدانی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔خدا کی پاک کتاب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر معترض ہو رہے ہیں۔حالاں کہ کل سرمایہ ان کا سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں۔جن میں بعض تو تحت لفظی ہیں اور بعض کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہوگئے ہیں، اس لیے وہ بھی مطلب بتانے سے عاری ہیں۔مع ہذا میں نے قرآن حکیم کو جامع علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔دعوے پر دلیل ایسے ڈھب کی ادا ہوتی ہے کہ ہر ایک درجے کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکے گو اس کی فاضلانہ تقریر کے سمجھنے کو بہت بڑے علم اور خوض کامل کی ضرورت ہے۔گو تراجم بامحاورہ بھی ہوں مگر جب تک حسب موقع شرح نہ کی جائے، عوام بالکل متوسط درجے کے خواص بھی فہم مطالب سے کما حقہ بہرہ ور نہیں ہوسکتے بالخصوص جبکہ ایک مسلسل بیان کی صورت میں لایا جاوے (جیسا کہ اس عاجز نے کیا) تو عجیب لطف پیدا کرتا ہے۔۔۔

پھر میں نے بعض مقامات کے حل مطالب کے لیے شان نزول کا ذکر بھی ضروری سمجھا۔سو ہر آیت کے متعلق جہاں تک منقول تھا، اس کو بھی نقل کیا اور بعض مقامات میں رد مخالفین کی طرز پر اور بعض جگہ نادان موافقین کے جواب بھی لکھے۔(تفسیر ثنائی،ص:۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی تفسیر میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ قرآنی مضامین کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا ہے۔یعنی تمام آیات کے درمیان ربط کا اظہار کرتے ہوئے تفسیر کی ہے اگرچہ یہ تصور کہ قرآن کی تمام آیات باہم مربوط ہیں کوئی نیا نہیں ہے۔تاہم اس پر جتنا زیادہ زور موجودہ وقت میں دیا جارہا ہے، مولانا کے زمانے میں اتنا نہیں تھا، اس لیے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا نے اس سلسلے میں دو آرا کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''جو روش میں نے تفسیر کے متعلق اختیار کی ہے یعنی ایک سلسلے میں سارے مضامین کو لایا ہوں، اس میں علماء مفسرین مختلف ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا بیان سب مسلسل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ قرآن حسب موقع نازل ہوتا رہا جس مقام پر نازل ہوا، اس سے بے شک مطابق ہے یہ نہیں کہ ایک دفعہ سارا اترا ہے جس کا سلسلہ وار بیان ہونا ضروری ہو۔

میرے خیال میں دونوں رائے صحیح ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم حسب موقع نازل ہوتا رہا اور اس موقع کا پہلے موقع سے جس پر پہلی آیت اتری تھی، مطابق اور موافق ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ سورتوں کی ترتیب آنحضرت کے ارشاد سے ہوئی ہے تو کوئی نہ کوئی مناسبت لاحق کو سابق سے ضروری ہوگی۔ مانا کہ اتنی نہیں جو ایک ساتھ اترنے میں ہوتی۔ آخر اس فعل نبوی کا بھی تو کچھ استحقاق ہے۔ اس لیے میں نے ایک آیت کو دوسرے سے جوڑ دیا اور تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ مناسبت بھی پائی اکثر تو تفاسیر سے حاصل کیا گو طرز بیان جدا ہے کیوں نہ ہو کہ

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

میرا یہ طرز بیان گو آج تک اردو تفاسیر میں نہیں آیا لیکن عربی میں اس کا کسی قدر تفسیر رحمانی نمونہ ہوسکتی ہے۔ گو بعد تامل اس میں اور اس میں فرق ہے۔ چوں کہ میری غرض یہ ہے کہ قرآن کریم سے عوام مسلمان اپنی اپنی سمجھ کے موافق کچھ نہ کچھ حصہ لیں، اس لیے میں نے اصل تفسیر کو حواشی سے علیحدہ کر کے اختلاف قراءات وغیرہ کے مباحث بھی نہیں لکھے کیونکہ موجودہ قراءات ہر حال میں مسلم اور معتبر ہیں۔ چوں کہ میری غرض اصلی اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ عوام اہل اسلام قرآن کریم کے مطالب سے واقف اور آگاہ ہوں، اس لیے میں نے ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ عربیہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

پابندی نہیں کی ہے یعنی یہ نہیں کہ جو لفظ پیچھے ہو اس کا ترجمہ بھی پیچھے کروں بلکہ عربی محاورے کو ہندی محاورے میں لایا ہوں۔ اس امر کی پابندی بھی نہیں کی کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ جملہ اسمیہ میں ہی ادا کروں بلکہ مطلب اس کا جس جملے سے باعتبار محاورہ اردو کے پایا ادا کر دیا۔ بعض جگہ واو کو سر کلام سمجھ کر اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ غرض جو کچھ کیا وہ اسی مطلب کے لیے کہ اردو میں بامحاورہ کلام ہو۔'' (تفسیر ثنائی ص:۵)

مولانا سے اس عبارت میں اپنے طریق ترجمہ اور انداز تفسیر کے نادر پہلوؤں کی خود وضاحت کر دی ہے۔ ان کا مقصد عوام کو قرآن کے معنی سمجھانا تھا۔ اس لیے انھوں نے ترجمہ میں اردو الفاظ و محاورات کی رعایت زیادہ کی ہے۔ عربی الفاظ کی ترتیب کو ملحوظ رکھنے پر زیادہ زور نہیں دیا ہے۔ اسی طرح تفسیر میں بھی انھوں نے مسلسل اور بیانیہ انداز اختیار کیا ہے تاکہ عوام کا زیادہ فائدہ ہو۔ مصنف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان سے پہلے یہ اسلوب و انداز اردو کی تفاسیر میں موجود نہیں ہے۔ گویا ان کا طریق تفسیر ان کا اجتہادی اسلوب ہے۔

تفسیر ثنائی اردو کی بہترین تفسیروں میں شمار ہوتی ہے۔ زبان و انداز سادہ اور عام فہم ہے۔ اسلوب تحریر مناظرانہ ہے۔ تفسیر کرتے ہوئے مختلف مذاہب اور فرقوں پر تنقید بھی کرتے ہیں اور عام لوگوں کے ذہن میں کسی خلجان کا خدشہ ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

تفسیر القرآن بکلام الرحمان:

یہ تفسیر مولانا نے عربی زبان میں لکھی اور یہ بھی ان کی شاہکار تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مولانا نے اس میں ایک آیت کی تشریح اور اس کے عربی میں ترجمہ کے لیے دوسری آیت سے بڑی مدد ملی ہے، یعنی یہ تفسیر قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعہ کی ہے۔ اس تفسیر کو اکابر علماء اور عرب دنیا میں بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کو کافی پذیرائی ملی۔

برہان التفسیر بجواب سلطان التفاسیر:

ایک پادری تھے سلطان محمد خان پال۔ انھوں نے سلطان التفاسیر کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنی شروع کی۔ یہ تفسیر سورہ بقرہ کے ابتدائی ۱۶ رکوع کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ثناءاللہ امرتسری نے برہان التفسیر کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ مولانا نے یہ جواب ہفت روزہ اخبار اہل حدیث میں شائع کرنا شروع کیا تھا وہ قسط وار شائع ہوتا تھا جب بھی پادری صاحب کوئی تفسیر لکھتے تو مولانا اس حصے کی تفسیر میں ان کی غلط بیانیوں کا اور ان کی کم فہمی اور ان کے اعتراضات کا نہایت مسکت جواب دیتے تھے۔

بیان الفرقان علی علم البیان (عربی):

بیان الفرقان علی علم البیان کے نام سے بھی مولانا ایک تفسیر لکھ رہے تھے لیکن یہ تفسیر سورہ بقرہ تک ہے اور عربی زبان میں ہے اور اس تفسیر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت کے ذریعہ اعجاز قرآن کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر فن بیان و معانی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ قرآن مجید کے وجوہ اعجاز سے بھی اس میں گفتگو کی گئی ہے۔

تفسیر بالرائے:

مولانا ثناءاللہ امرتسری کے زمانے میں قرآن کے بکثرت ترجمہ وتفسیر ہو رہے تھے اور ان کے نقطہ نظر سے بہت سی تفسیریں ایسی تھی جو تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتی تھی۔ اس لیے مولانا نے ان پر تنقید کی ہے اور خاص طور پر تفسیر بالرائے کی جو مثالیں قادیانی اور دیگر فرقوں میں پائی جاتی ہیں، ان پر گرفت کرتے ہیں۔

تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بائبل:

تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بائبل ایک طرح سے عیسائیوں کے رد میں ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائیوں نے کس طرح سے اپنے دین اور اپنی کتابوں کے اندر تحریفات کی ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۵۶ میں شائع ہوئی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی ان کی بعض کتابیں ہیں جو قرآنیات سے متعلق ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی جسیم الدین قاسمی

مولانا مفتی جسیم الدین قاسمی ایک نوجوان عالم دین ہیں۔ ضلع مدھوبنی (بہار) کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور سے افتا کیا۔ دینی علوم کی تکمیل کرنے کے بعد انھوں نے جدید تعلیم حاصل کی۔ خاص طور پر انگریزی زبان میں ایسی مہارت بہم پہنچائی کہ مولانا آزاد یونیورسٹی حیدرآباد سے انگلش ادبیات میں ایم اے کیا۔ آج کل وہ کورے گاؤں ممبئی میں مقیم ہیں اور رحمت مسجد ویسٹ ممبئی میں جمعہ کے خطیب۔ ساتھ ہی مولانا بدرالدین اجمل کے معروف تعلیمی ادارے مرکز المعارف میں استاد ہیں۔ ایسٹرن کریسینٹ ایک انگریزی کا اخبار ہے، اس میں کالم نگار ہیں۔ مفتی جسیم الدین کو تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی ہے۔ ان کی ۸ کتابیں مطبوعہ ہیں اور جیسا کہ علمائے دیوبند کا مزاج ہے، زیادہ تر کتابیں ایسے مسائل پر لکھی ہیں جن سے عام مسلمانوں کو سابقہ رہتا ہے۔

قرآنیات:

قرآنیات پر ان کی ایک کتاب ہے۔ جس کا نام ہے ''قرآن کا پیغام''۔ یہ کتاب قرآن مجید کی مختصر تفسیر ہے۔ اس تفسیر کا نام انھوں نے قرآن کا پیغام رکھا۔ پہلے یہ تفسیر اردو میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس طرح اب یہ تفسیر اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

قرآن کا پیغام:

قرآن کا پیغام مفتی جسیم الدین قاسمی کی ترتیب کردہ تفسیر ہے۔ مفتی جسیم الدین قاسمی مرکز المعارف ممبئی سے وابستہ ہیں۔ انھوں نے یہ تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن کا پیغام عام ہو سکے اور لوگ کم وقت میں قرآن کے پیغام کو سمجھ سکیں، اس لیے اس تفسیر میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے اور اس تفسیر کا امتیازی پہلو بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہی ہے کہ یہ بہت مختصر ہے۔ساتھ ہی اسلوب نگارش نہایت دلآویز ہے چوں کہ اس کے مخاطب عام لوگ ہیں، اس لیے زبان و بیان کی سادگی پر خاص دھیان دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے شروع میں مرکز المعارف کے ایک استاد مولانا مدثر قاسمی کی تقریظ ہے۔اس تقریظ میں اس تفسیر کے دو مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ایک تو یہ کہ موجودہ دور کی مصروف اور مشینی زندگی میں لوگوں کے پاس وقت کم ہے اور زندگی کے ہر میدان میں مختصر راستہ تلاش کرتے رہتے ہیں چنانچہ جو لوگ طویل تفاسیر پڑھنے کے متحمل نہیں ہوسکتے، وہ ان مختصر تفاسیر سے ہمہ گیر رہنمائی حاصل کرلیں۔دوسرا مقصد یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے مختصر پیغام کو آسانی سے عام کیا جاسکتا ہے۔سوشل میڈیا کے تقاضے ایسے ہیں کہ تفصیلی بحوث کے متحمل نہیں ہوسکتے۔اس لیے پیغام کا مختصر ہونا ضروری ہے۔اس مختصر تفسیر کو آسانی کے ساتھ جستہ جستہ سوشل میڈیا کے ذریعے بھی لوگوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔(قرآن کا پیغام،ص:۳۱)

اس تفسیر کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کتاب کی ایک دوسری تقریظ میں لکھا ہے:

> ''یہ خوبصورت کاوش نوجوان عالم دین مولانا مفتی جسیم الدین قاسمی کی ہے۔موصوف نے موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے پیش نظر یہ تفسیر ترتیب دی ہے اور ذیلی عناوین قائم کرکے اس سے استفادہ کو مزید آسان بنا دیا ہے۔اگرچہ اس کو جدید تقاضوں کے مدنظر ترتیب دیا گیا ہے لیکن اصول تفسیر اور قدیم مفسرین کی ڈگر کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ زبان میں سادگی، روانی اور سلاست ہے جو ہر قاری کے لیے سیرابی اور تسکین کا باعث ہے۔''(قرآن کا پیغام،ص:۳۱)

اس موقع پر ایک دلچسپ بات کی طرف اشارہ بلکہ اس کا اعتراف کرنا موزوں ہوگا کہ گزشتہ دو دہائیوں میں عوام کے اندر قرآن فہمی کا ذوق بہت تیزی سے پھیلا ہے۔اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ تراویح میں قرآن مجید سننے والے چاہتے ہیں کہ جو کچھ سنا جائے پہلے یا بعد میں اس کا خلاصہ اردو میں بھی بیان کردیا جائے۔بڑی تعداد میں مساجد کے اندر اس کا اہتمام ہو رہا ہے اور اس کے زیر اثر قرآن مجید کی نئی مختصر تفاسیر وجود میں آرہی ہیں یعنی جسیم الدین قاسمی کی یہ تفسیر بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

دراصل اسی سے ملتے جلتے حالات میں مرتب ہوئی تھی۔۱۴۳۸ کے رمضان المبارک میں فاضل مصنف کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ ممبئی اردو نیوز کے لیے روزانہ ایک پارے کی تفسیر لکھیں ۔اگرچہ مشکل کام تھا لیکن اس کام کو انھوں نے بڑی محنت کے ساتھ انجام دیا۔اس طرح ایک ہی مہینے میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔جیسا کہ مصنف نے خود تذکرہ کیا ہے کہ یہ تفسیر اُردو کی چند مستند تفاسیر سے ماخوذ ہے۔اس تفسیر کے لکھنے سے ان کا مقصد قرآنیات میں کوئی نیا اضافہ کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن کے پیغام ہدایت کو عام کرنا ہے۔اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"یہ واضح کردوں کہ "قرآن کا پیغام" کا تقریباً پورا مواد حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی تفسیر آسان ترجمہ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر تفسیر عثمانی اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی آسان تفسیر سے ماخوذ ہے۔زیادہ تر مواد آسان ترجمہ سے لیا گیا ہے، کہیں کہیں ان کے علاوہ بھی معمولی اضافہ کیا گیا ہے اس مجموعے کو قرآن کریم کا خلاصہ و نچوڑ کہا جاسکتا ہے، اخبار میں چوں کہ اختصار کا بے حد خیال رکھنا پڑتا ہے، اس لیے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ایک جگہ اگر کوئی بات آگئی ہے تو دوسری جگہ اس سے متعلق آیات کو چھوڑ دیا جائے۔نبیوں کے واقعات کو بھی بہت اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے اور جو دین کے مسلمات ہیں مثلاً جنت اور جہنم کے تذکرے، نافرمانوں کی سزا کا بیان، نیکوکاروں کو اجر ملنے کا ذکر، اس طرح کے مضامین میں خاص طور پر تکرار سے گریز کیا گیا ہے۔" (قرآن کا پیغام، ص:۵۱)

فاضل مصنف کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نہایت کم وقت میں عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مختصر تفسیر تحریر فرمائی، عناوین کا اضافہ کرکے اس سے استفادہ کو بھی آسان بنا دیا۔قصص و واقعات کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہندوستان کے ایک بڑے عالم، دانشور اور فقیہ ہیں۔ قدرت نے ان کو قلم بھی بڑا رواں اور شگفتہ عطا فرمایا ہے اور ذوق تصنیف نے نوک خامہ کو برگ و بار عطا کیے ہیں۔ان کے رشحات قلم مسلسل مجلّات اور اخبار و رسائل کو مزین کرتے رہتے ہیں۔تصنیف و تالیف کے علاوہ ان کو ملی اور قومی کاموں سے بھی بڑی دلچسپی ہے، وہ فقہ اکیڈمی آف انڈیا کے جنرل سکریٹری ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں، انھوں نے حیدرآباد میں ایک منفرد نوعیت کا ادارہ المعہد العالی الاسلامی کے نام سے قائم کیا ہے، جس میں مدارس کے فارغین کی اعلی درجہ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔خاص طور پر فقہ اسلامی اور فتویٰ نویسی کی تربیت میں اس ادارے کا کردار بے مثال ہے۔

مولانا کا تعلق بہار کے دربھنگہ ضلع کے ایک قصبہ جالے سے ہے۔ان کا خانوادہ کئی پشتوں سے علم دین کی خدمت میں مصروف رہا ہے۔ان کے دادا مولانا عبدالاحد صاحب فاضل دیوبند تھے اور والد حکیم زین العابدین صاحب بھی اپنے وقت میں علاقے کے معروف لوگوں میں تھے۔ ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے معروف عالم دین مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی ان کے چچا تھے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ رحمانیہ مونگیر میں داخلہ لیا اور وہاں سے دورہ حدیث مکمل کیا۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں سے بھی سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم کے مراحل پورے کرنے کے بعد انھوں نے حیدرآباد میں ہی اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔وہاں کے مشہور ادارہ مدرسہ سبیل السلام میں آپ نے ایک طویل عرصے تک تدریسی خدمات انجام دیں۔فقہ و فتاوی سے ان کو طبعی دلچسپی تھی، تدریس کے دوران ان کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

خصوصی ذوق پیدا ہوا۔اسی عرصہ میں فقہ کے موضوع پر انھوں نے کئی کتابیں لکھیں جن کو بڑی پذیرائی ملی۔خاص طور پر جدید فقہی مسائل اور قاموس الفقہ مولانا کی پائیدار اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔مولانا نے یہاں رہ کر بہت سے طلبہ کی تربیت بھی کی۔اس دوران میں ان کو خیال آیا کہ مدارس کے فارغین کی فقہ وفتاویٰ میں خصوصی تربیت کرنی چاہیے تاکہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل کا اچھی طرح تجزیہ کرسکیں اوران میں امت کی رہنمائی کرسکیں۔اس لیے انھوں نے المعہد العالی الاسلامی کے نام سے حیدرآباد میں ایک ادارہ قائم کیا جواس وقت ملک کے چند اہم دینی تعلیمی اداروں میں سے ہے۔

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی نے قرآن،حدیث،فقہ اور حالات حاضرہ اوراسلام کے مختلف پہلوؤں پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

آسان ترجمہ وتفسیر القرآن:

قرآنیات سے متعلق بھی ان کی چند کتابیں ہیں۔دراصل ان کا اصل موضوع فقہ ہے اورفقہ ایسا موضوع ہے جس میں معاشرتی مسائل زیر بحث ہوتے ہیں اورقرآن سے بڑھ کر ان مسائل کے حل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔مولانا کو بھی اس کا احساس رہا،انھوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کی،ان کا ترجمہ قرآن اور مختصر تفسیر بھی اسی طرح کی کاوش ہے۔

ملت اسلامیہ کے سارے مسائل ومشکلات کی جڑ قرآن سے بے توجہی ہے۔قرآن کی تعلیمات پر عمل کرکے عرب کے بدو ساری دنیا میں اور ہمیشہ کے لیے سرفراز ہوگئے اور بعد میں تارک قرآن بن کر مسلمانوں نے اپنے لیے رسوائیاں سمیٹ لیں۔

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی نے قرآن کو مسلم معاشرے میں عام کرنے کے لیے عام فہم اسلوب میں قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر حواشی لکھنے کا ارادہ کیا۔اس ترجمے کے پیچھے دوسرے محرکات میں سے کسی بزرگ کا اصرار اور تاکید بھی ہے اور بعض مستفیدین کی درخواست بھی شامل ہے جس کا انھوں نے اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔(آسان ترجمہ و تفسیر القرآن المعہد العالی الاسلامی،حیدرآباد، بدون سنہ،ص:۷-۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اس ترجمہ وتشریح میں جن امور کا لحاظ رکھا ہے، ان کا تذکرہ انھوں نے اپنے مقدمہ میں تفصیل سے کیا ہے۔اس ترجمے کے حوالے سے بھی اور مجموعی طور پر ترجمہ نگاری کے حوالے سے بھی وہ مقدمہ بہت اہم ہے اوراس میں بڑی مفید معلومات ہیں۔چوں کہ بہت مفصل ہیں اس لیے ان کو پورا نقل کرنا مشکل ہے۔البتہ ان کا اختصار ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا نے اس ترجمہ میں زبان کے عصری معیار کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔اس ترجمہ اور تفسیر کا اسلوب اوران کی زبان اس معیار کی ہے جو آج کل اردو ادب میں رائج ہے۔اسی کے ساتھ دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے زبان میں ایک حد تک محاورات اور ندرت بیان کو ملحوظ رکھا ہے تاکہ زبان میں چاشنی برقرار رہے۔ترجمہ کرنے میں انھوں نے اردو محاورے کی رعایت زیادہ کی ہے۔

دوسری خاص بات یہ ملحوظ رکھی ہے کہ ان کا ترجمہ 5 اکابر علماء شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شیخ الہند، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے ترجمے سے باہر نہ جائے۔

تیسری خاص احتیاط یہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو الگ الگ مقامات پر الگ الگ معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ایسے مقامات پر ان کا ترجمہ کرنے میں سیاق وسباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔اسی طرح بعض انداز واسلوب ایسے ہیں جو عربی زبان میں رائج ہیں: جیسے عربی زبان میں تنوین کا استعمال متضاد معنی میں ہوتا ہے۔اس میں بھی سیاق وسباق کی رعایت کرکے ترجمہ کیا گیا ہے۔

چوتھی عربی زبان میں ابواب کے فرق سے لفظ کے استعمال اور معنویت میں فرق ہوجاتا ہے۔اس کو قواعد کی اصطلاح میں علم صرف کہتے ہیں، ترجمہ میں اس کی بھی رعایت رکھی گئی ہے۔

پانچویں ترجمہ کرتے ہوئے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے جن سے کوئی اعتقادی خلجان نہ پیدا ہو مثلاً: **ووجدک ضالا فھدی** کا ترجمہ کیا ہے ”آپ کو ہدایت (وحی) سے محروم پایا تو آپ کو ہدایت (وحی) سے نوازا“۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اردو زبان میں واحد کے لیے جمع کا صیغہ ادب کا تقاضا مانا جاتا ہے۔عربی میں اس کا التزام نہیں ہے۔مولانا نے اپنے ترجمہ میں اردو محاورہ کا اہتمام کیا ہے، اس لیے انھوں نے اللہ اور رسول اللہ کے لیے جو الفاظ ہیں، ان کا ترجمہ جمع کے صیغے کے ساتھ کیا ہے۔

اردو زبان میں مروج رموز تحریر و اوقاف کی رعایت بھی انھوں نے ملحوظ رکھی ہے۔

ترجمہ کے علاوہ تشریح کا حصہ اس تفسیر کا نہایت خوبصورت اضافہ ہے۔بہت مختصر انداز میں قرآن کے پیغام کو عصری اسلوب میں پیش کیا ہے۔

حواشی میں انھوں نے حاشیہ نمبر ڈال کر وضاحت کی ہے یعنی جن آیات کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ ان کا مفہوم محض ترجمہ سے واضح ہو جائے گا، ان پر حواشی نہیں لکھے لیکن جن آیات کے بارے میں ان کا احساس ہے کہ محض ترجمہ ان کی تفہیم کے لیے کافی نہیں ہے، ان پر انھوں نے حاشیہ لکھا ہے۔حاشیہ میں اظہار بیان ترجمہ کے مقابلے میں آزاد ہوتا ہے۔اس لیے ان کی زبان اس میں زیادہ رواں، صاف اور ادبی چاشنی کی حامل ہے۔

مولانا کے حواشی بڑے حکیمانہ ہیں۔ان کی نمایاں خصوصیات ایک نظر دیکھنے سے قاری خود سمجھ سکتا ہے۔تاہم مولانا نے اپنے مقدمے میں ان کی خود بھی وضاحت فرما دی ہے اور صاحب البیت ادری بما فیہ (گھر کے اندر کیا ہے یہ گھر والا ہی زیادہ جان سکتا ہے۔) کے مطابق ان کی وضاحت سب سے بہتر ہے، اس لیے اختصار کے ساتھ ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

حاشیہ لکھنے میں اسناد کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔مستند مفسرین سے استفادہ کیا ہے اور احادیث کے لیے حدیث کی کتابوں پر اعتماد کیا ہے تاکہ تفسیروں میں منقول بے اصل روایات سے بچا جا سکے۔

حواشی میں اس کا اہتمام کیا ہے کہ موجودہ دور کے فکری انحرافات و مسائل کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

آیات احکام میں فقہی مباحث سے گریز کیا ہے اور حنفی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

حواشی میں دیگر مذاہب و ادیان پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں بغیر نام لیے ان افکار و ادیان پر تنقید کی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان حواشی کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ ایسی آیات میں جن میں دعوت دین پر کسی حوالے سے گفتگو ہوسکتی ہے، اس کو واضح کیا ہے چونکہ امت میں قرآن سے بے اعتنائی کے بعد سب سے زیادہ بے اعتنائی اسی فریضے یعنی دعوت کی طرف سے برتی گئی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ نے اپنے مقدمے میں ان امور کی تفصیل سے نشاندہی کی ہے۔تاہم قاری جب خود اس کا مطالعہ کرتا ہے تو ان خصوصیات کو عملی طور پر دیکھ سکتا ہے۔

اس تفسیر میں زبان و بیان کی ندرت دیکھنے کے قابل ہے۔عربی الفاظ کے اردو ترجمہ میں زیادہ رعایت اردو محاورہ کی ہے مثلاً قرآن میں ایک جگہ آیا ہے **قاتلهم الله** (التوبہ:۳۰) اس آیت میں سیاق کلام سے یہ نہیں محسوس ہوتا کہ اس کا لفظی ترجمہ کیا جائے اس لیے انھوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے اللہ انہیں غارت کرے۔اسی طرح ایک لفظ مثبورا (الاسراء:۱۰۲) اس کا ترجمہ کیا کہ تیری شامت آئی ہے۔اسی طرح ایک لفظ تثبیتا (النساء:٦٦) عربی زبان میں اس لفظ کا استعمال تصدیق، یقین اور نیت کے معنی میں ہوتا ہے۔مولانا نے اس کا ترجمہ آمادگی کیا ہے جو ان معانی کا جامع ہے۔

زبان و بیان کے بارے میں پہلے بھی عرض کیا گیا کہ مولانا کی زبان بڑی شگفتہ اور رواں ہے۔الفاظ کا انتخاب بڑی چابک دستی سے کرتے ہیں اور حسب موقع ندرت بیانی سے کام لے کر اسلوب کو بہت مؤثر بنا دیتے ہیں۔ان کی کتاب میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔نمونے کے لیے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ’’جب کوئی شخص دعوت پیش کرے اور لوگ اسے قبول نہ کریں، وہ ان پر محبت کے پھول پھینکے اور لوگ اس کے راستے میں نفرت کے کانٹے بچھائیں، وہ لوگوں پر پیار کی شبنم نثار کرتا ہو اور لوگ اس کی طرف دشمنی کے شعلے پھینکتے ہوں تو فطری بات ہے کہ اس سے انسان رنجیدہ ہوتا ہے اور دل کا آبگینہ چور چور ہو جاتا ہے۔‘‘(ایضاً جلد اص:٦٨٢)

مولانا کے تفسیری حواشی کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بغیر حوالہ کے کوئی بات نہیں کہتے اور عام طور پر ان کے حوالے مستند اور مکمل ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ مولانا کا وفور علم اور کثرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطالعہ کا اثر بھی ان مختصر حواشی میں دیکھنے کو ملتا ہے۔انھوں نے جدید ذہن کے اعتراضات اور دیگر فرقوں اور مذاہب پر مدلل تنقید کی ہے اور خاص طور پر فقہی مسائل میں ان کی ژرف نگاہی پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔

(مولانا احمد نور عینی نے اس تفسیر کی امتیازی خصوصیات پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔مولانا المعہد العالی میں استاد ہیں۔راقم الحروف نے بھی اس مقالے سے استفادہ کیا ہے)

۲۔مجلّہ حرا کی خصوصی اشاعت:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنے سہ ماہی مجلّہ حرا کا علوم اسلامیہ نمبر نکالا ہے،اس میں ایک حصہ قرآن کریم سے متعلق ہے۔اس رسالے کے مشخصات حسب ذیل ہیں:

سہ ماہی حرا، حیدرآباد دکن (خصوصی اشاعت: اردو زبان میں علوم اسلامی کا سرمایہ) جولائی ۲۰۰۰ شمارہ ۳،۴،۵،صفحات ۳۲۴۔مدیر: خالد سیف اللہ رحمانی۔

اس رسالے میں شروع میں تذکیرات کے عنوان سے مولانا خالد سیف اللہ کا مقدمہ ہے،اس کے بعد قرآنیات کے حسب ذیل موضوعات پر مقالات ہیں:

قرآن مجید کے اردو تراجم پر ایک نظر،محمد فہیم الدین رشادی،اردو کی چند نمائندہ تفسیریں: ایک تعارف،حافظ تحسین حیدر ندوی۔قرآنی علوم ومعارف سے متعلق کتابیں: حافظ محمد ضیاء القمر فلاحی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سرفراز خاں صفدر

مولانا سرفراز خاں صفدر حلقہ دیوبند کے ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔اپنے وقت کے جید عالم، خطیب، مفسر قرآن، محدث، بہترین معلم اور قومی وملی رہنما تھے۔

مولانا کا تعلق صوبہ سرحد کے مانسہرہ علاقہ سے تھا۔وہاں ایک متوسط خاندان میں ۱۹۱۶ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ان کے والد محترم نور محمد خاں بن گل محمد خاں تھے۔ابھی مولانا کم عمر ہی تھے کہ پہلے والدہ کا انتقال ہوگیا اور ۱۹۳۱ء میں والد کا بھی انتقال ہوگیا۔ مولانا کو دینی علم کا شوق تھا، اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحمید سواتی کے ساتھ پہلے علاقے کے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی، سیال کوٹ اور ملتان میں عربی درسیات کی تکمیل کی اس کے بعد گوجرانوالہ میں مولانا عبدالعزیز کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔۱۹۴۱ء میں اپنے بھائی کے ساتھ دیوبند چلے گئے اور دارالعلوم میں داخلہ لیا۔

دارالعلوم دیوبند میں ان کی قائدانہ صلاحیتوں اور خطیبانہ جوہر بھی کھلے۔جس زمانے میں وہ دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے، اسی زمانے میں مرادآباد میں مولانا حسین احمد مدنی کو گرفتار کرلیا گیا۔اس کے خلاف دارالعلوم کے طلبہ میں بہت بے چینی پھیلی اور قریب تھا کہ طلبہ جوش جوانی میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتے جس سے برطانوی اہلکاروں کو دارالعلوم میں مداخلت کا موقع مل جاتا لیکن مولانا سرفراز خان صفدر نے بڑی دانشمندی سے طلبہ کو منظّم کیا۔حالاں کہ یہ تحریک کئی دنوں تک چلی اور تعلیم معطل رہی لیکن مولانا کی کوششوں نے طلبہ کو کسی بھی طرح کی ایسی سرگرمیوں سے باز رکھا جن کا نتیجہ صرف نقصان کی شکل میں ظاہر ہوتا۔

مولانا سرفراز خاں بہترین خطیب تھے، طالب علمی کے زمانے سے ہی ان کی خطابت

toobaa-elibrary.blogspot.com

اورزور بیانی کا لوگ اعتراف کرتے تھے۔علامہ انور صابری نے ان کی خطیبانہ صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ان کو صوبہ سرحد کا ابوالکلام آزاد کہا تھا۔آپ کی اس صلاحیت کا ثمرہ تھا کہ مختلف ملی اورقومی کاموں میں قائدانہ کردار ادا کرتے رہے،تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ گوجرانوالہ میں ہی گکھڑ کی جامع مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوگئے اوراسی سال سے گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا،جوکم وبیش پچاس سال جاری رہا۔۱۹۵۵ء میں اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحمید سواتی کے مدرسہ میں تدریس شروع کردی،اس میں تقریباً۲۰۰۱ء تک پڑھاتے رہے،وہ وہاں شیخ الحدیث تھے۔۲۰۰۱ء میں بیمار ہونے کے بعدانھوں نے تدریس موقوف کردی۔

مولانا سرفراز خاں صفدر،ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحمید سواتی،ان کے بیٹے ابوعمار زاہدالراشدی،ان کے پوتے عمار خاں ناصر یہ سب حضرات عالمی شہرت یافتہ اصحاب علم وفضل ہیں۔مانسہرہ کے دویتیم وبیسر بچوں کواللہ رب العزت نے یہ مقام اورعزت وتوقیرعطائے ربانی کے سوا کچھ نہیں۔بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔مولانا کے خاندان کے لیے اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

پاکستان میں بھی انھوں نے سرگرم سیاسی کردار دا کیا۔1953 کی تحریک ختم نبوت میں انھوں نے حصہ لیا اورجیل گئے تقریباً دس ماہ جیل میں رہے۔اسی طرح دوسری تمام مذہبی تحریکات میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور جرأت وہمت کی ایسی مثال قائم کی جو یادگار رہے گی۔مولانا گوجرانوالہ کی جمعیۃ علمائے اسلام کے صدر بھی رہے۔۷مئی ۲۰۰۹ء میں مولانا کی وفات ہوگئی۔

مولانا سرفراز خان صفدر تدریسی،سماجی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہے۔ان کی متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں اگرچہ ان کی تفسیر ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے دروس کا مجموعہ ہے لیکن ان کے قلم تسوید سے بھی متعدد کتابیں ہیں۔مولانا نے کم وبیش ساٹھ کتابیں لکھیں،ان کی فہرست بہت طویل ہے،زیادہ تر کتابیں درسیات کی شروح وحواشی ہیں یا پھر مناظرہ اوردفاع اسلام پر ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سرفراز خاں صفدر نے ''ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر لکھی ہے۔اپنے حجم کے اعتبار سے علمائے دیوبند میں سب سے بڑی تفسیر ہے ۔یہ تفسیر ۲۱رجلدوں پر مشتمل ہے ۔۲۰۰۶ء میں اس کی اشاعت دوم پر مولانا زاہدالراشدی نے نظر ثانی بھی کی ہے ۔یہ تفسیر بھی ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحمید سواتی کی تفسیر کی طرح ریکارڈ کر کے نقل کی گئی جس پر مولانا زاہدالراشدی نے نظر ثانی کی ہے،تاہم تصنیف وتقریر میں یہ فرق بہر حال رہتا ہے کہ تقریر میں تکرار آ ہی جاتی ہے،اس لیے اس تفسیر میں بھی آ گئی ہے،اس کا اظہار انھوں نے اپنے مقدمہ میں خود بھی کر دیا ہے۔

مولانا سرفراز خاں صفدر بڑے مجاہدے کے انسان تھے۔ساری عمر بڑے سرگرم رہے سیاسی امور میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔حکومت سے کئی بار سامنا ہوا لیکن مولانا پر امن طریقے سے اپنی بات رکھتے رہے۔جنگ آزادی کے عہد کے تربیت یافتہ تھے،اس لیے ہر مشکل وقت سے سرخ رو نکلے۔

مولانا کی تفسیر جیسا کہ ذکر ہوا ان کے دروس کا مجموعہ ہے جو انھوں نے گوجرانوالہ میں عوام کے سامنے دیے تھے۔مولانا اس درس کے علاوہ بھی کئی جگہ درس دیتے تھے جو خواص کے لیے ہوتے تھے،ان دروس میں اتنی تفصیل نہیں ہوتی تھی۔لیکن یہ عوامی دروس ہیں جن پر یہ تفسیر مشتمل ہے۔ان دروس کی ایک اہمیت تو یہ ہے کہ بڑے مفصل ہیں ایک خاص اہمیت یہ کہ اصلا یہ پورے دروس پنجابی زبان میں دیے گئے تھے ان کو ریکارڈ کیا گیا پھر نقل کیا گیا پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا گیا۔اسی لیے اردو عبارت میں اردو کا والہانہ انداز نہیں ہے البتہ بات دل کو لگتی ہے اس لیے کہ صاحب دل سے نکلی ہے۔مولانا زاہدالراشدی نے اس کتاب کی تسوید کی داستان لکھی ہے۔انھوں نے مولانا کے حلقہائے دروس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ''حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقہ رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل اسکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔تیسرا حلقہ مدرسہ نصرۃ الاسلام گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجات کے طلبہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لیے ہوتا تھا دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر کی طرز پر تھا۔ جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ ہوتا تھا۔ ان کا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور تفہیم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامن قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ (ذخیرۃ الجنان جلد اص ج)

مولانا صفدر کو اس کی بڑی فکر رہتی تھی کہ لوگ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں اور قرآن کو از اول تا آخر پڑھیں۔ نوافل اور وظیفے پڑھنے کی اہمیت ہے لیکن قرآن پڑھنے سے زیادہ نہیں اور مولانا پنج سورہ ٹائپ کی کتابوں کے تو سخت خلاف تھے اپنی تفسیر کے مقدمے میں انھوں نے لکھا ہے:

امام زین العابدین ایک رات میں 1000 نفل پڑھا کرتے تھے۔ ورد و وظیفے جتنے بھی ہیں اپنی اپنی جگہ تمام کے تمام برحق ہیں مگر قرآن کریم پڑھنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے اور ترتیب کے ساتھ تمام کا تمام قرآن کریم پڑھنا چاہیے بعض مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے پنج سورۃ رکھے ہوئے ہیں وہ انہیں پانچ سورتوں کو پڑھتے رہتے ہیں اور بعض صرف سورہ یاسین کو ہی پڑھتے ہیں جو قرآن کریم کا حصہ ہے مگر قرآن کریم سارا پڑھنا چاہیئے تھوڑا پڑھو زیادہ پڑھو اول سے آخر تک پڑھو اور قرآن کریم روزانہ پڑھنے کا معمول بناؤ۔ (ذخیرۃ الجنان جلد اص ۴)

مولانا نے اپنی تفسیر کے بنیادی اصول چند جملوں میں بیان کیے ہیں۔ لکھا ہے:

بہرحال قرآن کریم کی تفسیر پہلے نمبر پر قرآن کریم سے ہوگی۔

دوسرے نمبر پر حدیث پاک سے ہوگی کیونکہ جس ذات پر قرآن شریف نازل ہوا ہے اس سے بہتر قرآن کریم کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور آپ کی تفسیر سب پر مقدم ہوگی۔

تیسرے نمبر پر قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرام سے ہوگی خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود سے کیوں کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سب سے بڑے مفسر قرآن تھے۔ اللہ تعالی نے ان کو تمام امت سے دو امتیازی خوبیاں عطا کی ہیں:

toobaa-elibrary.blogspot.com

(1) ایک تو وہ قرآن پاک کے پہلے نمبر کے مفسر ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے رب کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے سے زیادہ کوئی قرآن کریم کو جاننے والا ہے اور میری اونٹنی مجھے وہاں لے جاسکتی ہو تو میں ضرور جا کر اسے حاصل کروں۔

(2) اور دوسری سب سے بڑی صفت ان کی یہ ہے کہ وہ افقہ الامۃ ہیں۔تمام امت میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔امام اعظم ابوحنیفہ ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد ابراہیم نخعی، ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ کیوں کہ امام ابوحنیفہ نے ایسے کامران اساتذہ سے فقہ حاصل کی اور ان سے قرآن وسنت کو سمجھا ہے اس لیے تفسیر قرآن اور فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

تفسیر میں حضرت ابن مسعود کے بعد نمبر حضرت عبداللہ بن عباس کا ہے جن کے لیے آں حضرت صلی اللہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اے پروردگار ان کو قرآن کریم کا ماہر بنادے۔اس کے بعد پھر باقی صحابہ کرام ہیں اور صحابہ کرام کے بعد تابعین کا درجہ اور مقام ہے اور ان کے بعد تبع تابعین اور ان کے بعد درجہ بدرجہ سلف صالحین کا مقام ہے۔یہ بات پختہ اور یقینی ہے کہ ہم ان پر اعتماد کیے بغیر از خود قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتے۔(ذخیرۃ الجنان جلد ا ص ۹ تا ۱۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی سعید احمد پالن پوری

جلیل القدر محدث، استاد گرامی حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہ حدیث کے بے مثال عالم، اسماء الرجال کے ماہر، فقہ وشریعت میں نگاہ بصیرت کے حامل، حکمت دین کے رمز شناس اور جملہ اسلامی علوم کے بڑے عالم ہیں۔ حدیث اور اسماء الرجال ان کے میدان اختصاص ہیں۔ اسماء الرجال کی بنیادی کتابیں ان کو حفظ ہیں۔ مسائل کے درمیان فروق اور ان کی جزوی وضاحت جس نگاہ بصیرت سے کرتے ہیں اس کی مثال نہیں ہے۔

در میان شرع وحکمت با ہزاران اختلاف
نکتہ ہرگز نہ فوت شد از دل دانائے تو

(شریعت وحکمت میں ہزاروں اختلاف آراء کے درمیان حق وثواب کا نکتہ آپ کی آنکھ سے کبھی اوجھل نہیں ہوا)

مفتی سعید احمد پالن پوری تمام علوم اسلامیہ میں گہری نگاہ رکھتے تھے، اس کے ساتھ وہ بہترین استاد بھی تھے۔ ان کی جامع کمالات شخصیت تعلیم دین وتربیت رجال سے عبارت ہے۔ اپنی ساٹھ سالہ تدریسی زندگی میں انھوں نے ہزاوں چراغ جلائے اور ہزاروں صفحات پر رہنما خطوط ثبت کیے، جوان شاء اللہ ان کے لیے دنیا وآخرت میں اجر کا ذریعہ ہیں۔

حضرت استاد کی ولادت ۱۹۴۰ میں قصبہ پالن پور، گجرات کے مضافات میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد یوسف اور دادا کا نام علی تھا۔ آبائی پیشہ زراعت تھا۔ والد محترم اس میں مصروف رہتے تھے اور بیٹے کو مکتب میں پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔ مکتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے ماموں مولانا عبدالرحمٰن شیر کے ساتھ دارالعلوم چھاپی میں داخلہ لیا۔ یہاں ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فارسی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مولانا نذیر میاں کے مدرسہ واقع پالن پور میں عربی تعلیم کا آغاز کیا۔عربی کے ابتدائی درجات کی تعلیم یہاں حاصل کی۔ یہاں ان کے معروف اساتذہ میں مفتی اکبر میاں پالن پوری اور مولانا محمد ہاشم بخاری مشہور ہیں۔

عربی کی اعلی تعلیم کے لیے انھوں نے مظاہر علوم، سہارن پور میں داخلہ لیا۔ یہاں عربی متوسط درجات تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ غالبا جلالین میں یہاں داخل ہوئے اور ۱۳۸۲ میں یہاں سے سند فضیلت حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب کے یہاں آثار سعادت بچپن سے نمایاں تھے۔ انھوں نے متعدد مدارس میں تعلیم حاصل کی، ہر جگہ نمایاں طالب علم رہے اور فضیلت میں نمایاں ترین ہو گئے۔ دورہ حدیث کا امتحان درجہ اول سے پاس کیا۔ دورہ حدیث کے بعد دارالافتا میں داخلہ لیا۔

اس زمانے میں جامعۃ الازہر مصر سے ایک استاد دیوبند میں بھی مبعوث ہوتے تھے۔ اس وقت شیخ محمود عبدالوہاب مصری مبعوث تھے جو بہت اچھے قاری تھے۔ مفتی صاحب نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ دن میں دارالافتا کی مشق میں مصروف رہتے اور وقت بچا کر قاری عبدالرحمٰن کی خدمت میں قرآن مجید حفظ کرتے، اس طرح انھوں نے ایک جید قاری کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔

دارالافتا سے فراغت اور حفظ قرآن کی سعادت سمیٹنے کے بعد راندیر کے دارالعلوم اشرفیہ میں استاد مقرر ہو گئے۔ یہاں آپ نے نو سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے ذمے حدیث و تفسیر کی کتابیں تھیں۔ درس و تدریس کی مشغولیت کے ساتھ موئے قلم کی جولانیاں تصنیف و تالیف کی طرف مائل رہیں۔ یہاں رہ کر انھوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ الفوز الکبیر کی شرح اور مولانا قاسم نانوتوی کے علوم کی تسہیل اس زمانے کے اہم کارنامے ہیں۔

راندیر میں ۹ سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حضرت مفتی صاحب کے علوم و معارف سے استفادے کی یہ سعادت ان طلبہ کے لیے مقسوم ہوئی جو دارالعلوم دیوبند میں فیض پانے آتے ہیں۔ چناں چہ ۱۳۹۳ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ہو گیا۔ الحمد للہ نصف صدی ہونے کو آئی حضرت کا فیض دیوبند سے جاری ہے۔ مدتوں آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے ترمذی شریف کا درس دیا اور ایک عرصے سے شیخ الحدیث ہیں یعنی بخاری شریف جلد اول کا درس دیتے ہیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں تشنگان علوم نبوت نے آپ سے فیض حاصل کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ (ان سطور کی روشنائی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت کا سانحہ وفات پیش آ گیا۔ ۲۵، رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۲۰ء بروز منگل ممبئی میں ان کی وفات ہوگئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ)

مفتی سعید احمد پالنپوری اپنے وقت کے عظیم محدث اور مفسر ہیں۔ ان کی ایک انفرادی خوبی یہ ہے کہ ان کی جیسی نظر قرآن حدیث پر ہے، احوال زمانہ پر بھی اس سے کم نہیں ہے۔ شرعی مسائل کا عملی انطباق اور موجودہ دور میں ان کی صورتوں اور مسائل پر ان کی رائے بڑی بصیرت افروز ہوتی ہے۔ خاص طور پر درس حدیث میں وہ احادیث کے عملی انطباق اور موجودہ دور کے تجارتی، معاشی اور انتظامی امور کے لیے جو رہنمائی اور جو بصیرت انگیز تجزیہ کرتے ہیں وہ بڑا منفرد ہوتا ہے۔ اس سے فہم حدیث کے لیے ایسی نئی روشنی ملتی ہے جو زندگی کے تمام امور میں رہنمائی کا کام کرتی ہے۔

درس و تدریس کی مشغولیت، تصنیف و تالیف کا ذوق، سفر و حضر کے تقاضے، امت کے لیے ہدایات و رہنمائی کے اور مختلف قسم کی انتظامی اور گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان تمام کاموں کا حق ادا کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ لیکن حضرت مفتی صاحب ان سب سے عہدہ برآ ہوئے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انھوں نے وقت کو پکڑ لیا۔ عام طور پر لوگ وقت کی گرفت میں ہوتے ہیں، وقت ان کی گرفت میں نہیں ہوتا اور وقت ان کو کچل دیتا ہے۔ کامیاب وہی ہوتے ہیں جو وقت کو اپنی گرفت میں لے لیں۔ حضرت مفتی صاحب کی زندگی گھڑی کی سوئیوں کی مانند ہے۔ ہر وقت کا ایک کام ہوتا ہے اور ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اگر وقت پر کام کر لیا جائے تو آرام سے ہو جاتا ہے لیکن اگر وقت پر کام نہ کیا جائے تو پھر اس کو ایسے وقت میں کرنا پڑتا ہے جو کسی اور کام کا وقت تھا اور عملاً نہ یہ ہو پاتا ہے اور نہ وہ۔ حضرت مفتی صاحب کی زندگی وقت کے صحیح استعمال اور بار آور استعمال کی ایک بہترین مثال ہے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات سے وہ عہدہ برآ ہوئے اور اس کے ساتھ اتنا تصنیفی ذخیرہ چھوڑا ہے کہ اس پر گمان

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتا ہے کہ یہ ایک فرد کا کام نہیں بلکہ ایک ادارہ کا کام ہے۔ساتھ ہی کام میں تنوع بھی بہت ہے اوراختصاص اور معیار کا التزام بھی نمایاں ہے۔ان کے بعض کام ایسے ہیں کہ ادب کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حرف آخر ہیں جیسے حجۃ اللہ البالغہ کی تحقیق اوراس کی شرح وغیرہ۔

حضرت مفتی صاحب کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) تفسیر ہدایت القرآن: ان کی مقبول عام وخاص تفسیر ہے، پارہ ۳۰ اور پارہ ایک تا ۹ حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے تھے،اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے دسویں پارہ سے تفسیر لکھنی شروع کی تھی مکمل ہونے کے بعد ان پاروں کی بھی تفسیر لکھ دی جن کی مولانا کاشف الہاشمی پہلے لکھ چکے تھے اس طرح ۸ جلدوں میں یہ سلسلہ مکمل ہوا۔

(۲) الفوز الکبیر کی تعریب جدید

(۳) العون الکبیر: یہ الفوز الکبیر کی عربی شرح ہے، پہلے یہ شرح الفوز الکبیر کی قدیم تعریب کے مطابق تھی،اب جدید تعریب کے مطابق کر دی گئی ہے۔

(۴) فیض المنعم: مقدمہ مسلم کی معیاری اردو شرح ہے، جو ترکیب،حل لغات اور فن حدیث کی ضروری بحثوں پر مشتمل ہے۔

(۵) رحمۃ اللہ الواسعۃ: یہ حجۃ اللہ البالغہ کی مبسوط اردو شرح ہے، حجۃ اللہ البالغہ کی تشریح ایک بھاری قرضہ تھا، جو ڈھائی سو سال سے امت کے ذمہ باقی چلا آرہا تھا۔

(۶) حجۃ اللہ البالغہ عربی: (دو حصے) حضرت مفتی صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے، جو دو جلدوں میں طبع ہوگیا ہے،عربی خواں حضرات حاشیہ کی مدد سے کتاب حل کر سکتے ہیں،اور درس میں بھی اس کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔

(۷) تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کے دروسِ ترمذی کا مجموعہ ہے، آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے، جو ترمذی شریف جلد ثانی مع شمائل ترمذی پر مشتمل ہے۔

(۸) تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری: یہ دارالعلوم دیوبند میں دیے گئے بخاری شریف کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دروس کا مجموعہ ہے، جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے، اس شرح کی خاص بات یہ ہے، کہ یہ نہ تو اتنی طویل ہے، کہ آدمی اس سے استفادہ ہی نہ کرسکے، اور نہ اتنی مختصر ہے، کہ کھولتے ہی ختم ہو جائے۔ پوری کتاب میں راہ اعتدال کو پکڑ کے رکھا گیا ہے، اور کہیں آپ کو تشنگی یا بوریت محسوس نہیں ہوگی، بالخصوص وہ حضرات جو مدارس میں اس اہم کتاب کو پڑھا رہے ہیں، یا حدیث کی کوئی بھی کتاب پڑھا رہے ہیں، ان کے لیے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔

(۹) تحفہ الدرریہ: ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب نخبۃ الفکر کی اردو شرح ہے۔

(۱۰) مبادی الفلسفہ: اس میں فلسفہ کی تمام اصطلاحات کی عربی زبان میں مختصر اور عمدہ وضاحت کی گئی ہے، دارالعلوم دیوبند، اور دیگر مدارس عربیہ کے نصاب درس میں داخل ہے۔

(۱۱) معین الفلسفہ: یہ مبادیِ الفلسفہ کی بہترین اردو شرح ہے، اس میں حکمت وفلسفہ کے پیچیدہ مسائل کی دل نشیں وضاحت کی گئی ہے۔

(۱۲) مفتاح التہذیب: ''تہذیب المنطق'' کی شرح ہے۔

(۱۳) آسان منطق: یہ تیسیر المنطق کی تہذیب ہے، دارالعلوم دیوبند اور بہت سے مدارس میں ''تیسیر المنطق'' کی جگہ پڑھائی جاتی ہے۔

(۱۴) آسان نحو (دو حصے): نحو کی ابتدائی عربی کتابوں میں تدریج کا لحاظ نہیں رکھا گیا، یہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔

(۱۵) آسان صرف (تین حصے): علم صرف کی نہایت مفید کتاب ہے اور بہت سے مدارس میں داخل درس ہے۔

(۱۶) محفوظات (تین حصے): یہ آیات واحادیث کا مجموعہ ہے، جو طلبہ کے حفظ کے لیے مرتب کیا گیا ہے، بہت سے مدارس ومکاتب میں داخل نصاب ہے۔

(۱۷) آپ فتویٰ کیسے دیں؟: یہ علامہ محمد امین بن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ''شرح عقود رسم المفتی'' کی نہایت عمدہ شرح ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۸) کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟: یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''توثیق الکلام'' کی نہایت آسان عام فہم شرح ہے۔

(۱۹) حیات امام ابوداؤد: اس میں امام ابوداؤد سجستانی کی مکمل سوانح، سنن ابی داؤد کا تفصیلی تعارف، اور اس کی تمام شروحات و متعلقات کا مفصل جائزہ، سلیس اور دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲۰) مشاہیر محدثین وفقہائے کرام اور تذکرہ راویان کتب حدیث: اس میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، ازواج مطہرات، بنات طیبات، مدینہ کے فقہائے سبعہ، مجتہدین امت، محدثین کرام، راویان کتب حدیث، شارحین حدیث، فقہائے ملت، مفسرین عظام، متکلمین اسلام اور مشہور شخصیات کا مختصر جامع تذکرہ ہے۔

(۲۱) حیات امام طحاوی: اس میں امام ابوجعفر طحاوی کے مفصل حالات زندگی، ناقدین پر رد، تصانیف کا تذکرہ، زبدۃ الطحاوی کی توضیح اور شرح معانی الآثار کا تعارف ہے۔

(۲۲) اسلام تغیر پذیر دنیا میں: یہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے سمیناروں میں پڑھے گئے چار مقالات کا مجموعہ ہے۔

(۲۳) داڑھی اور انبیاء کی سنتیں: ناخن تراشنے، حجامت بنوانے، مسواک کرنے، کلی اور ناک صاف کرنے، جسم کے جوڑوں کو دھونے، ختنہ کرنے، پانی سے استنجاء کرنے، بالوں میں مانگ نکالنے، مونچھیں تراشنے، اور داڑھی رکھنے کے متعلق، واضح احکامات، مسائل، دلائل اور فضائل کا مجموعہ ہے، داڑھی پر ہونے والے اعتراضوں کے جوابات بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

(۲۴) حرمت مصاہرت: اس میں سسرالی اور دامادی رشتوں کے مفصل احکام، اور ناجائز انتفاع کا مدلل حکم بیان کیا گیا ہے۔

(۲۵) تسہیل ادلہ کاملہ: یہ حضرت شیخ الہند کی مشہور کتاب ''ادلہ کاملہ'' کی نہایت عمدہ شرح ہے۔

(۲۶) حواشی امداد الفتاوی: موصوف نے قیام راندیر کے زمانے میں یہ حواشی لکھنے شروع کیے تھے، یہ حواشی بھی اہل علم میں وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۷) افادات نانوتوی: یہ موصوف کا ایک نہایت قیمتی مضمون ہے، جس کو دارالعلوم اشرفیہ راندیر کی تدریس کے زمانہ میں ارقام فرمایا تھا، اور اسی زمانہ میں الفرقان لکھنؤ میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

(۲۸) افادات رشیدیہ: یہ موصوف کا دوسرا نہایت مفید مضمون ہے، جس کو دارالعلوم دیو بند کی تدریس کے آغاز میں ارقام فرمایا تھا، اور اسی وقت رسالہ دارالعلوم دیو بند میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

(۲۹) تہذیب المغنی: المغنی علامہ محمد طاہر پٹنی قدس سرہ کی اسماء الرجال پر بہترین کتاب ہے، موصوف نے اس کی عربی میں شرح لکھی ہے۔

(۳۰) زبدۃ الطحاوی: یہ امام طحاوی کی شہرہ آفاق کتاب ''شرح معانی الآثار'' کی عربی تلخیص ہے۔

(۳۱) ہادیہ شرح کافیہ: کافیہ: علم نحو کا مشہور ومقبول متنِ متین ہے، اس کی عبارت سلیس اور آسان ہے، مگر اس آسان کتاب کو، طریقۂ تدریس نے مشکل بنادیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے اس پر یہ کام کیا ہے، کہ کافیہ کو مفصل ومرقم کیا ہے، اس کے ہر مسئلہ، اور ہر قاعدہ کو علاحدہ کیا ہے، پھر اس کی نہایت آسان شرح لکھی ہے، اور شروع میں کافیہ پڑھانے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور قدیم طرز سے ہٹ کر کافیہ کس طرح طلبہ کے ذہن نشین کی جائے، اس کے لیے ''مشقی سوالات'' دیے گئے ہیں۔

(۳۲) وافیہ شرح کافیہ: یہ کافیہ کی عربی شرح ہے، اس میں وہی مفصل ومرقم متن ہے، اور حاشیہ میں عربی شرح لکھی گئی ہے، تاکہ طلبہ درس میں اس کو سامنے رکھ کر پڑھ سکیں۔

(۳۳) علمی خطبات: یہ مفتی صاحب دامت برکاتہم کے علمی وتحقیقی خطبات کا مجموعہ ہے، جو دو حصوں پر مشتمل ہے، اساتذہ، طلبہ، اور عوام کے لیے قیمتی سوغات ہے، ان خطبات میں نہایت قیمتی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۳۴) مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل: یہ حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قدس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرہٗ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی تصنیف ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس کی قابل قدر خدمت کی ہے۔

(۳۵) گنجینہ صرف شرح پنج گنج: یہ کتاب بھی حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس کی بھی قابل قدر خدمت کی ہے۔

(۳۶) ارشاد الفہوم شرح سلم العلوم: منطق کی کتابوں میں سلم انتہائی دقیق کتاب مانی جاتی ہے، اور کچھ طریقہ تدریس نے بھی اس کتاب کو مشکل بنادیا ہے، یہ کتاب سلم کی ایسی شرح ہے کہ مشکل سے مشکل مقامات بھی سہل انداز سے حل ہوجاتے ہیں۔

(۳۷) دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت: یہ کتاب چند تقریروں کا مجموعہ ہے، جس میں دین اسلام کی بنیادوں اور تقلید کی ضرورت کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳۸) فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے: غیر مقلدین کہتے ہیں، کہ فقہ حنفی کی بنیاد قیاس پر ہے، اس کتابچہ میں غیر مقلدین کے اس پروپیگنڈہ کا جواب دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے، کہ فقہ حنفی کی بنیاد نصوص پر ہے۔

(۹۳) آسان فارسی قواعد: اس کتاب کے دو حصے ہیں، بہت سے مدارس میں تیسیر المبتدی کی جگہ یہ کتاب داخلِ نصاب ہے۔

(۴۰) مبادی الاصول: یہ عربی کتاب اصولِ فقہ میں ہے، بہت سے مدارس میں اصول الشاشی سے پہلے یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے اور داخل نصاب ہے۔

(۴۱) معین الاصول: یہ مبادی الاصول کی آسان اردو شرح ہے، اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی کے طلبہ کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔

(۴۲) شرح علل الترمذی: یہ ترمذی شریف کی کتاب العلل کی عربی شرح ہے، اس میں نہایت آسان زبان میں کتاب العلل کو سمجھا گیا ہے۔

(۴۳) مسلم پرسنل لا اور نفقہ مطلقہ: یہ کتابچہ دفترِ اہتمام دارالعلوم دیوبند سے شائع کیا گیا تھا، اس میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت، اور نفقہ مطلقہ کے سلسلہ میں عدالت عالیہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرف سے صادر ہونے والے فیصلے پر علمی اور فقہی انداز میں نقد کیا گیا ہے اور نفقہ مطلقہ پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات دیے گئے ہیں۔

تفسیر ہدایت القرآن:

تفسیر ہدایت القرآن دراصل ایک روایت ہے۔ایک معروف اور جید عالم دین مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی نے اس نام سے تفسیر لکھنی شروع کی تھی۔ بہت بڑے عالم تھے اور اردو زبان کے مزاج شناس ادیب بھی تھے۔انھوں نے بڑے اہتمام سے اس تفسیر کی تصنیف کا آغاز کیا تھا۔مضامین کے انتخاب، زبان و بیان اور ترسیل پیغام کے حوالے سے بہت حساس تھے، زبان کے سلسلے میں ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ سہل اور عام فہم ہو۔زبان و بیان کے حوالے سے ان کی حساسیت کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

مفتی سعید احمد پالنپوری نے مولانا کاشف الہاشمی کی نیابت میں یہ تفسیر لکھنی شروع کی تھی اور شروع میں صرف ان پاروں کی تفسیر لکھی تھی جن کی تفسیر مولانا ہاشمی نے نہیں لکھی تھی لیکن جب یہ سلسلہ مکمل ہوگیا تو بعد میں مفتی سعید احمد صاحب نے بقیہ جلدیں بھی مکمل کر کے پوری تفسیر خود لکھ دی۔موجودہ شکل میں یہ تفسیر 8 جلدوں میں ہے۔مولانا ہاشمی کی تفسیر کی تین جلدیں ہیں وہ الگ شائع ہوئی ہیں۔مکمل تفسیر مفتی سعید احمد پالنپوری کی تصنیف کردہ ہے۔

ہدایت القرآن مولانا کاشف الہاشمی اور ہدایت القرآن مفتی سعید احمد پالن پوری میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی سعید احمد نے لکھا ہے:

> ’’حضرت مولانا کاشف ہاشمی رحمہ اللہ عوام کو پیش نظر رکھ کر تفسیر لکھتے تھے، اس لیے اس میں وعظ و نصیحت کے مضامین کا غلبہ ہوتا تھا۔میں نے بھی شروع میں یہ بات پیش نظر رکھی تھی اور ساتھ ہی قرآن کریم کی تفہیم بھی ملحوظ رکھی تھی اور آیات اور آیات کے مشمولات میں ارتباط کا بھی خیال رکھا تھا۔پھر جلد ہفتم سے عنوانات بھی بڑھائے ہیں،اس لیے میری لکھی ہوئی تفسیر کی عبارت تو اسی طرح آسان ہے مگر مضامین ذرا بلند ہیں چنانچہ مولانا رحمہ اللہ کی تفسیر عوام کے لیے بہت مفید ہے اور میری لکھی ہوئی تفسیر خواص

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لیے خاصے کی چیز ہے۔اس میں مشکل الفاظ کے معنی حاشیے میں دیے ہیں اور ضرورت کی جگہ ترکیب کی طرف بھی اشارے کیے ہیں جس سے خواص استفادہ کر سکتے ہیں۔'' (ہدایت القرآن جلد اص ۶۲ ۲ ۷)

مفتی سعید احمد نے اس تفسیر کی تصنیف کی داستان بھی تفصیل سے لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ خود تفسیر لکھنے کا حوصلہ نہیں کر پا رہے تھے اور ان کا کوئی ارادہ بھی تفسیر لکھنے کا نہیں تھا۔لیکن مکتبہ حجاز کے مالک قاضی محمد انوار جو مولانا کاشف الہاشمی کی تفسیر کو شائع کر رہے تھے مولانا ہاشمی نے بہت دن سے کوئی جلد نہیں لکھی تھی اس لیے ان کی جگہ قاضی انوار نے مفتی سعید احمد صاحب سے اصرار کیا وہ لکھ دیں۔ان کے اصرار پر انھوں نے دسویں پارے کی تفسیر لکھی اور اس کو مولانا کاشف الہاشمی نے بھی پسند فرمایا۔مفتی سعید احمد نے اس کا تذکرہ کئی جگہ کیا ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس تفسیر کے تقریباً پچاس سال پہلے حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہاشمی قدس سرہ نے بسم اللہ کی تھی۔آپ دیو بند کے قریب قریہ راجو پور کے باشندے تھے اور دیو بند میں مقیم ہو گئے تھے۔انھوں نے دس سال کے عرصے میں دس پارے لکھے۔آخری پارہ اور شروع سے پارہ نہم تک پھر چالیس سال پہلے راقم الحروف دارالعلوم دیو بند میں بحیثیت مدرس آیا۔مکتبہ حجاز کے مالک میرے ہم سبق جناب قاضی انوار صاحب زیدمجدہ تھے۔مولانا کاشف صاحب لکھتے تھے اور قاضی صاحب چھاپتے تھے۔جب وہ تھک گئے اور لکھنا بند کر دیا تو میرے رفیق نے اصرار کیا کہ میں اس کو لکھوں۔میں متردد تھا مولانا کاشف صاحب اردو کے ادیب تھے۔شاعر بھی تھے اور میں گجراتی ادب نا آشنا اور علمی صلاحیت بھی میری فروتر تھی مگر رفیق محترم کا اصرار بڑھا تو میں نے قلم پکڑا اور دسواں پارہ لکھا۔جب یہ پارہ قاضی صاحب نے مولانا کاشف رحمہ اللہ کو بھیجا تو انھوں نے پڑھ کر تبصرہ کیا ''پیوند کچھ برا تو نہیں'' اس سے میرا حوصلہ بڑھا اور میں نے وقفے وقفے سے لکھنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

شروع کیا۔(ہدایت القرآن،جلد ۷،ص۲)

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ تفسیر لکھنے کا نہیں تھا اور ان کی شخصیت کے تانے بانے میں اصول تفسیر تو ٹھیک ہے لیکن تفسیر نویسی تھی بھی نہیں۔ان کو یہ موقع اللہ کی طرف سے ملا اور انھوں نے پہلے اکیس پاروں کی تفسیر لکھ کر ہدایت القرآن کا سلسلہ مکمل کیا اور اس کے بعد بقیہ ابتدائی پاروں کی بھی تفسیر مکمل کر کے ۸ جلدوں میں تفسیر مکمل کردی،لیکن نام وہی رہا جو مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی نے رکھا تھا۔

مفتی سعید احمد پالنپوری بہت بڑے محدث ہیں موجودہ وقت کے شاید سب سے بڑے محدث اور اسماء الرجال کے ماہر ہیں۔بخاری و ترمذی کی تدریس میں عمر گزری۔اسی کے ساتھ فقہ پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔حکمت شریعت کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کو بھی ربع صدی سے زیادہ پڑھایا ہے۔ان کا یہ وفور علم اور مسائل کے گہرے ادراک کا احساس ان کی تفسیر میں بھی ہوتا ہے۔پوری تفسیر نہایت عالمانہ مباحث کا مرقع ہے۔قرآن پاک میں جو مسئلہ زیر بحث آیا اس کی پوری تنقیح کرتے ہیں،اختلاف کی گنجائش ہر جگہ ہوتی ہے لیکن مفسر محترم نے اپنی حد تک ہر امر کو مستند حوالوں کی روشنی میں لکھا ہے۔

تفسیر کے طریقہ کار اور اس کے اصول بتاتے ہوئے انھوں نے اصولی طور پر چند باتیں کہی ہیں پہلی بات یہ کہ قرآن پاک کی آیات کے باہمی ربط کے بارے میں علماء کی دو رائیں ہیں۔پہلی رائے یہ ہے کہ قرآن کتاب ہدایت ہے،اس میں آیات کا باہم مربوط ہونا ضروری نہیں ہے،حسب موقع ہدایت اور نصیحت کردی جاتی ہے۔دوسری رائے یہ ہے کہ قرآن کی آیات باہم مربوط ہیں کیونکہ قرآن پاک کی یہ ترتیب توقیفی ہے اور لوح محفوظ کے مطابق ہے۔یہ نزولی ترتیب نہیں ہے،اس لیے اس میں باہم ربط ہے اور مفسر کے نزدیک یہی رائے زیادہ معتبر ہے۔

دوسری بحث انھوں نے عبارت سے معنی اخذ کرنے سے متعلق کی ہے۔اس میں اصول فقہ کی مشہور بحث عبارت النص ، اشارۃ النص ، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے استدلال کی ہے اور دراصل انھوں نے اپنی تفسیر میں ان ہی طریقوں کو اختیار کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسری بحث یہ کی ہے کہ عام طور پر مفسرین قرآن کی عبارت کو علم نحو کے مرتب کردہ قوانین کے ماتحت رکھتے ہیں جبکہ زبان کے قوانین زبان سے اخذ ہوتے ہیں اوران میں اختلاف بھی ہوتا ہے، اس لیے کلام الٰہی کو ان قوانین کے تابع نہیں ہونا چاہیے بلکہ سیاق کلام کی روشنی میں تفسیر کرنی چاہیے۔محترم مفسر کی یہ بحث اصول تفسیر کے ضمن میں ایک اچھی اور منفرد کاوش ہے، اس لیے اس کو پورا نقل کیا جاتا ہے:

"جاننا چاہیے کہ آیات پاک میں اور آیات کے اجزاء میں ربط و تعلق ہے یا نہیں، اس میں ہمیشہ دورائیں رہی ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ ارتباط نہیں ہے جو بات بندوں کی مصلحت کی ہوتی ہے، وہ بیان کی جاتی ہے۔ یہ لوگ اس کی مثال دیتے ہیں کہ باپ بیٹا ساتھ کھا رہے ہیں، باپ بیٹے کو سمجھا رہا ہے کہ تعلیم میں دلچسپی لینی چاہیے، اس کے یہ اور یہ فائدہ ہیں اچانک باپ نے دیکھا کہ بیٹے نے بڑا سا لقمہ منہ میں رکھا، اس نے سلسلہ کلام روک کر سمجھانا شروع کیا کہ بڑا لقمہ نہیں لینا چاہیے، وہ اچھی طرح نہیں چبے گا اور اچھی طرح ہضم نہیں ہوگا پھر سابقہ نصیحت شروع کی تو کلام میں بے ربطی پیدا ہوگی مگر بیٹے کی مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔"

دوسرا یہ ہے کہ آیات میں اور آیات کے اجزاء میں نہ صرف ربط ہے بلکہ غایت ارتباط ہے، اس لیے کہ حکیم کا کلام بے ربط نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہیں، ان کا کلام بے ربط کیسے ہوسکتا ہے۔ ترتیب نزولی میں تو پہلی بات صحیح ہوسکتی ہے مگر لوح محفوظ کی ترتیب میں بے ربطی نہیں ہوسکتی، اس لیے یہی رائے صحیح ہے۔ اسی لیے مفسرین عظام نے ہر زمانے میں ربط بیان کیا ہے اور متعدد محنتیں وجود میں آئی ہیں۔ بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں نے بھی تفسیر میں ٹوٹی پھوٹی محنت کی ہے شاید کسی کو پسند آئے۔ البتہ آمد اور آورد میں فرق ہے۔ باہر سے ربط داخل کرنا آورد ہے اور آیات سے ربط نکالنا آمد ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ربط آیات ہی سے نکلے، باہر سے داخل نہ کیا جائے چنانچہ میں نے عبارۃ النص پیش نظر رکھ کر تفسیر کی ہے۔ باقی تین استدلالات

toobaa-elibrary.blogspot.com

فائدہ کی صورت میں بیان کیے ہیں۔نص فہمی کے لیے مفید یقین طریقے صرف چار ہیں:

۱۔ ایک عبارۃ النص سے استدلال: جب کوئی شخص گفتگو کرتا ہے تو کسی نہ کسی مضمون کی ادائیگی مقصود ہوتی ہے۔ یہ مقصدی مضمون اور مرکزی نقطہ نظر عبارت میں پائے جانے والی دوسری باتوں سے یقیناً زیادہ اہم ہوتا ہے، اسی کو اصطلاح میں عبارۃ النص کہتے ہیں۔جیسے الحمدللہ رب العالمین سے حمد باری مقصود ہے، اسی معنیٰ کی ادائیگی کے لیے عبارت لائی گئی ہے۔

۲۔ اشارۃ النص سے استدلال: یعنی عبارت ایک معنی کے لیے نہیں لائی گئی لیکن الفاظ اپنے لغوی معنی، عرفی مراد یا لازمی معنی کے طور پر کسی بات پر دلالت کرتے ہیں اور وہ بات متکلم کے مقصد کے خلاف بھی نہیں تو یہ اشارۃ النص سے استدلال ہے جیسے مذکورہ آیت سے توحید الوہیت اور توحید ربوبیت پر استدلال کرنا اشارۃ النص سے استدلال ہے۔

۳۔ دلالۃ النص سے استدلال: یعنی ایک باطنی مفہوم نص کے ترجمہ لغوی سے تو ثابت نہیں ہوتا لیکن ترجمہ لغوی سے بدرجہ اولی اس کو سمجھا جا سکتا ہے۔اس کو دلالۃ النص سے استدلال کرنا کہتے ہیں جیسے: ولا تقل لهما اف. بوڑھے والدین سے اف مت کہو۔اس سے معلوم ہوا کہ سب وشتم اور ضرب بدرجہ اولی ممنوع ہے کیونکہ ان کو اف کہنے سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔

۴۔ اقتضاء النص سے استدلال یعنی نص میں جو بات کہی گئی ہے اس کا صحیح ہونا یا اس پر عمل کرنا عقلا یا شرعا کسی امر زائد کے مان لینے پر موقوف ہو تو اس امر زائد کو مقدر ماننا اقتضاء النص سے استدلال کرنا کہلاتا ہے جیسے حدیث میں ہے: رفع عن أمتی الخطأ والنسیان. میری امت سے بھول چوک اٹھالی گئی حالانکہ امت سے بھول چوک ہوتی ہے اس لیے عقلا وشرعا تصحیح کلام کے لیے ضروری ہے کہ گناہ مقدر مانا جائے یعنی بھول سے کوئی شخص کوئی کام کرے یا چوک جائے اور کوئی کام کرلے تو اس کا گناہ نہیں ہوگا۔رہا احکام کا مرتب ہونا تو وہ دوسری بات ہے۔اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے علاوہ اخذ واستنباط کے اور طریقے بھی ہیں مثلاً جیسے مفہوم مخالف سے استدلال کرنا مگر وہ صد فی صد صحیح نتیجہ نہیں دیتے، اس لیے احناف نے ان کا نصوص میں اعتبار نہیں کیا ہے اور اصول فقہ کی کتابوں میں ان کو وجوہ فاسدہ کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ میں نے تفسیر میں عبارۃ النص ہی کو پیش نظر رکھا ہے، اس لیے ارتباط خود بخود نکل آتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ عربی تفسیروں میں نص قرآن کو علمائے نحو کے مرتب کردہ قوانین کے تابع کیا جاتا ہے جبکہ ان میں بعض قواعد میں اختلاف بھی ہے۔ مفسرین ان کی رعایت سے ترکیبی احتمالات بیان کرتے ہیں مگر ہمارے اکابر ایسے سوالات بیان نہیں کرتے اس لیے کہ نحو کے قواعد زبان سے اخذ کیے گئے ہیں اور بعض قواعد میں ائمہ نحو کا اختلاف بھی ہے اس لیے اللہ کے کلام کو ان قواعد کے تابع نہیں کرنا چاہیے، سیاق کلام سے جو ترکیب ہم آہنگ ہو وہ متعین ہے اور اسی کو پیش نظر رکھ کر مراد خداوندی بیان کرنی چاہیے۔ (ہدایت القرآن جلد۱ص۲۷۔۸)

تفسیر ہدایت القرآن کسی ایک خاص اسلوب میں پوری طرح نہیں آتی۔ مختلف جلدوں میں اسلوب نگارش میں تنوع ہے، خاص طور پر جو حصے بعد میں لکھے گئے ان کا اسلوب اور مواد زیادہ منظّم ہے۔ مثلا پہلی جلد سب سے آخر میں لکھی گئی، اس میں طریقہ تفسیر یہ ہے کہ پہلے سورۃ کا تعارف کراتے ہیں اس کا نمبر شمار، نزولی ترتیب، مکی مدنی، رکوعات کی تعداد، پچھلی سورت کے ساتھ ربط وغیرہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد اس سورت کی اہمیت بیان کرتے ہیں، سورت کے نام پر بھی بحث کرتے ہیں پھر سورت کے فضائل بیان کرتے ہیں، اس کے بعد اس سورت کی تفسیر کا آغاز کرتے ہیں۔

طریقہ تفسیر یہ ہوتا کہ ایک مفہوم کی چند آیات کو نقل کر کے اس کے نیچے ایک کالم بناتے ہیں اور کالم کی شکل میں ایک ایک لفظ کا ترجمہ اس لفظ کے سامنے درج کرتے ہیں یعنی ایک لفظ کے سامنے اس لفظ کا ترجمہ ہوتا ہے اس طرح تحت اللفظ قسم کا ترجمہ اس کالم کے ذریعے قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کے بعد ان آیات کو ایک عنوان دیتے ہیں اور اس عنوان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ذریعے ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔تفسیر بہت مرتب اور منظّم ہوتی ہے اور اس میں ان آیات کا ترجمہ بھی دوبارہ نقل ہوتا ہے جس کی عبارت خط کشیدہ ہوتی ہے اور اس کے ذریعے تفسیر کی عبارت سے الگ کیا جاتا ہے۔ یہ دوبارہ ترجمہ بامحاورہ ہوتا ہے، اس طرح اس تفسیری قرآن میں دو ترجمے شامل ہیں: ایک تحت اللفظ ترجمہ اور دوسرا بامحاورہ ترجمہ۔

مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ایک تو پورے مضمون کا بنیادی عنوان ہوتا ہے، اس کے علاوہ بھی اس میں حسب مفہوم دوسرے عناوین قائم کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔مرورِ ایام کے ساتھ اس تفسیر کے اسلوب میں بھی ترمیم و اضافے ہوتے رہے، اس کا تذکرہ پہلے بھی کیا گیا ہے۔حضرت مفتی صاحب نے بھی مختلف جلدوں میں تبدیلیوں کا تذکرہ کیا ہے۔جلد ہفتم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ’’چند پاروں کے بعد میں نے ایک اضافہ کیا۔حاشیے میں مشکل الفاظ کے معنی اور مشکل جملوں کی ترکیب لکھنی شروع کی۔میں نے یہ کام طلبہ اور علماء کے لیے مفید سمجھ کر شروع کیا ہے۔پھر جلد ششم کے نصف سے عناوین کا اضافہ کیا، اس ساتویں جلد میں مضامین پر دلالت کرنے والے عناوین بڑھائے ہیں پھر اس کے بعد تقریر ہے جو آیات کریمہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے پھر ترجمہ ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی تفسیر بھی ہے میرے خیال میں یہ طریقہ سب قارئین کے لیے مفید ہوگا۔‘‘
>
> (ہدایت القرآن جلد ۷ص۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد سلیمان قاسمی

مولانا محمد سلیمان قاسمی فرخ آباد یوپی کے رہنے والے تھے۔ان کے والد کا نام محمد امراؤ تھا۔1926 میں ان کی ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔اعلی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔وہاں کئی سال رہے۔۱۹۴۷ میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد پہلے اپنے وطن فرخ آباد میں، پھر ضلع علی گڑھ کے پاس سکندرہ راؤ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔اسی دوران مولانا کا تعلق جماعت اسلامی سے ہوگیا، جماعت اسلامی کے معروف ادارہ درسگاہ اسلامی رام پور سے وابستہ ہوگئے اور مدت العمر اسی ادارے میں قرآن وحدیث کی تدریس کرتے رہے۔درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا شوق تھا۔انھوں نے کم وبیش ایک درجن کتابیں لکھیں۔جن میں زیادہ تر کتابیں مرکزی مکتبہ اسلامی اور ادارہ دعوت وتبلیغ رامپور سے شائع ہوئی ہیں۔

5 جنوری 2015 میں مولانا کا انتقال ہوگیا۔

تصانیف:

مولانا کی اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔یہودیوں کے جرائم

۲۔دروس قرآن

دروس قرآن:

مولانا کی تفسیر کا نام دروس قرآن ہے۔اس نام سے غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ مولانا کے دروس ہوں گے جن کو بعد میں نقل کرلیا گیا۔لیکن حقیقت میں یہ دروس نہیں بلکہ باضابطہ تصنیف ہے۔دراصل جماعت اسلامی کے حلقوں میں درس قرآن پر خصوصی زور دیا جاتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔اس لیے مولانا نے اس عنوان سے ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں کچھ منتخب آیات کے دروس مرتب کیے تھے۔ یہ کتاب مرکزی مکتبہ سے شائع ہوئی۔اس کتاب کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور کچھ لوگوں نے اس کتاب کو پڑھ کر مولانا سے درخواست کی کہ آپ پورے قرآن کا اسی طرح ترجمہ وتفسیر دروس کی شکل میں کر دیجیے۔اس لیے مولانا نے درس قرآن کے انداز پر پورے قرآن مجید کا درس لکھنا شروع کیا اور سات جلدوں میں یہ کام مکمل ہوا۔مولانا کے پیش نظر کوئی مفصل تفسیر لکھنا نہیں تھا۔عام اردو قارئین کے لیے عام فہم انداز میں قرآن کا پیغام سمجھانا تھا۔جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں انھوں نے خود لکھا ہے:

''دروس القرآن مکمل ۷ جلد کوئی باضابطہ تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ عام اردو خوانوں کے لیے قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک معمولی کوشش ہے۔اللہ تعالی قبول فرمائے۔مسجدوں میں اور مختلف اجتماعات میں پڑھنے اور سنانے کے لیے یہ مجموعہ انشاء اللہ 'درس قرآن' نامی مجموعہ سے زیادہ مفید ثابت ہوگا کیونکہ درس قرآن میں منتخب موضوعات پر منتخب آیات ہیں اور دروس القرآن آغاز قرآن سے اختتام قرآن تک ترتیب کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔(دروس القرآن، جلد ا ص ۶، ادارہ دعوت وتبلیغ، رام پور، طبع دوم، ۲۰۰۳ء)

مولانا محمد سلیمان قاسمی نے اس کتاب کی ترتیب بڑے منفرد انداز میں کی ہے۔انھوں نے ہر درس کو ایک نمبر شمار دیا ہے۔ ہر درس میں ایک رکوع کو منتخب کرتے ہیں، چوں کہ بالعموم رکوع کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں ضمنی طور پر ہی سہی ایک مفہوم مکمل ہو جاتا ہے،مولانا نے اسی ترتیب کو اپنے درس کے لیے منتخب کیا۔ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ زیر مطالعہ رکوع کا مضمون طے کر کے ایک عنوان مقرر کر دیتے ہیں۔عنوان اس طرح لگاتے ہیں کہ پورے رکوع کے مضامین کی عکاسی اس سے ہو جاتی ہے۔اس کے بعد اس رکوع کی آیات نقل کرتے ہیں، پھر ان کا ترجمہ دیتے ہیں۔ترجمہ نقل کرنے کے بعد درس شروع ہوتا ہے۔عام طور پر پہلے یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ آیات کس پارے اور سورہ کی ہیں پھر ان کی تشریح

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے ہیں۔تشریح میں ان آیات کے مفاہیم کو بغیر کوئی عنوان مقرر کیے سلسلہ وار بیان کرتے ہیں۔ ہر درس میں عام طور پر تین، چار، پانچ کبھی چھے موضوع ہوتے ہیں، ان کا کوئی عنوان تو نہیں ہوتا لیکن انداز بیان واضح کر دیتا ہے کہ اب کس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔

ان مرحلوں کو الگ کرنے کے لیے ستارے کے نشان کا استعمال کرتے ہیں۔ ہر نئے موضوع پر نیا نشان لگا دیتے ہیں۔بعض مقامات پر اگر ایک رکوع میں دو مضامین بہت واضح ہوں یا اور کوئی تقاضہ ہو تو رکوع کے دو حصے کر دیتے ہیں۔لیکن اس صورت میں باقی حصے پر کوئی عنوان نہیں لگاتے۔ بلکہ درس کا عنوان بھی نہیں لگاتے۔اس طرح درس تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن دو حصوں میں ہوتا ہے۔تاہم یہ کوئی حتمی طریقہ نہیں، عمومی التزام ہے۔

تفسیر میں انھوں نے کئی طرح کے مضامین کی نشاندہی کی ہے۔لیکن یہ وضاحت اور نشان دہی اتنے فطری انداز میں ہے کہ عبارت مسلسل محسوس ہوتی ہے۔کہیں کہیں آیات سے مستنبط فوائد کو لکھنا ضروری ہوتا ہے تو ایسے مواقع پر نمبر شمار درج کرتے ہیں۔کہیں آیات سے مستنبط کچھ نکتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہوتا ہے تو اس کے لیے وہ گول سیاہ نشان استعمال کرتے ہیں تاکہ قارئین ان نکتوں کی طرف خصوصی توجہ دے سکیں۔

کتاب کی عبارت بہت آسان، عام فہم اور رواں دواں ہے اور جیسا کہ مصنف نے خود بھی اظہار کر دیا ہے۔واضح طور پر معلوم ہوتا کہ یہ کتاب اردو کے بالکل عام قاری کے لیے ہے۔

تفسیر کا بیشتر حصہ الگ تفسیر کے بجائے وسعت دادہ ترجمہ محسوس ہوتا ہے۔جس میں چند الفاظ قرآن کے ہوتے ہیں پھر ان کی تفسیر و تشریح مسلسل عبارت میں ہوتی ہے۔

دروس قرآن کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ محض قرآنی عبارت کی وضاحت نہیں ہے بلکہ اس میں زمانے کی دھڑکن بھی سنائی دیتی ہے۔مولانا نے بہت سے مقامات پر قومی و ملی مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔اور قرآن مجید کی روشنی میں ان کو حل کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔

طریقہ تفسیر کے حوالے سے اس کتاب کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں انھوں نے مخاطب کو زیادہ سے زیادہ مستفید کرنے کے لیے آیات کی تفسیر اور وضاحت میں ممکنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوالات قائم کیے ہیں پھر ان کے جوابات دیے ہیں۔ یہ طریقہ متقدمین کے یہاں بھی رائج تھا اور اس طریقہ سے پوری بات قاری کے سامنے آجاتی ہے۔

دروس قرآن کی خصوصیات:

مولانا محمد سلیمان قاسمی نے اپنی تفسیر دروس قرآن کی کچھ خصوصیات کا تذکرہ اپنے مقدمہ میں کیا ہے چوں کہ مصنف کی بیان کردہ خصوصیات مصنف کے التزامات ہوتے ہیں، اس لیے ان کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ہر درس متنِ قرآن، ترجمہ اور توضیح پر مشتمل ہے۔

ہر درس کا خلاصہ نکات کی شکل میں دیا گیا ہے۔

ہر درس کا ایک مناسب عنوان تجویز کیا گیا ہے۔

ہر درس دعوتی اور تبلیغی ہے، زبان سلیس ہے۔

ہر درس مساجد میں، نشست گاہوں میں اجتماعات میں سنایا جاسکتا ہے۔

ہر درس قرآن فہمی میں معاون ثابت ہوگا۔

ہر درس سے موجودہ حالات کے لیے رہنمائی ملتی ہے۔

ہر درس تربیت افراد، اصلاح معاشرہ اور تعمیر حیات کے لیے مفید ہے۔

ان دروس کے ذریعہ قرآن کا پیغام واضح کیا گیا ہے۔

ان دروس کے ذریعے غیر اسلامی تصورات کو ذہنوں سے کھرچنے میں مدد ملے گی۔

یہ دروس اسلامی تصورات اور اخلاق سے زندگیوں کو مزین اور منور کرنے کے لیے مفید اور معاون ثابت ہوں گے۔

ہر درس نصف گھنٹے کا ہے، ایک کیسٹ میں دونوں جانب دو درس آسکتے ہیں۔

مولانا کی بیان کردہ خصوصیات سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ ان کا اصل مقصد قرآن کے پیغام کو عوام تک پہنچانا تھا، کوئی تفسیر لکھنا نہیں تھا۔ ان دروس کے شروع میں مولانا نے قرآن فہمی کے کچھ آداب بیان کیے ہیں، وہ آداب ہر جلد کے شروع میں لکھے ہوئے ہیں چوں کہ ان سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی تصنیف میں کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

طریقہ کار اختیار کیا ہے، اس لیے ان کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''قرآن کے مطالعے اور فہم کے لیے نیت کا خلوص ضروری ہے۔ شیطان کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ چاہیے۔

قرآن فہمی کے لیے رجوع الی اللہ ضروری ہے، اللہ کا نام لیجئے اور اس کی توفیقات مانگیے۔

قرآن سے طالب ہدایت کو ہدایت ملتی ہے، جستجوئے حق رکھنے والے محروم نہیں رہتے۔

قرآن کا مطالعہ اپنے فکر و نظر بنانے، اپنے اخلاق و کردار سنوارنے اور زندگی سدھارنے کے لیے کیجئے۔

قرآن کو اللہ کا کلام، برتر کلام تصور کر کے اس سے فیض حاصل کرنے کی فکر کیجیے۔

قرآن کے پیچھے چلنا ہدایت ہے اور اس کو اپنے پیچھے چلانا گمراہی ہے۔

قرآن خوانی، قرآن فہمی اور قرآن دانی تینوں کے لیے خلوص اور للّٰہیت ضروری ہے۔

قرآن کی تفسیریں، اسرائیل یعنی فرضی قصوں سے بھری ہوئی ہیں، ان سے بچئے۔

قرآن کے کسی ٹکڑے یا آیت کا وہی مفہوم صحیح ہوگا جو اس کے مجموعی فکر اور تعلیم کے مطابق ہو۔

قرآن کی کسی آیت یا فقرے کا وہی مفہوم راست ہوسکتا ہے جو اس کے سیاق وسباق کے مطابق ہو۔

قرآن کے خلاف کوئی روایت قبول نہیں کی جاسکتی کیونکہ معیار قرآن ہے۔

قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا یا نکالنا ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔

قرآن کے مطالعے اور تلاوت کے لیے نہ صرف بدنی اور جسمانی طہارت ضروری ہے۔ بلکہ.......................

قرآن فہمی اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے ذہن و دماغ اور دل کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طہارت بھی ضروری ہے۔(ایضاص:۷)

مطالعہ قرآن کے ان اصول وآداب کی انھوں نے اس کتاب میں پوری پابندی کی ہے عام طور پر قرآنی آیت کا مفہوم متبادر ہی قبول کرتے ہیں اور پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ قرآن کا پیغام واضح ہو اور اس کی تسہیل صحیح طریقے پر ہو جائے۔حالات حاضرہ کے حوالے تو بہ کثرت ہیں لیکن قدیم تفاسیر کے حوالے بالکل نہیں ہیں۔جو کچھ سیاق وسباق آیات سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح روایات جس کی تائید کرتی ہیں، وہ مفہوم قبول کرتے ہیں۔

دروس قرآن عوامی انداز کی ایک اہم تفسیر ہے۔اس سے قرآن مجید کے فہم کا ذوق عام لوگوں میں پیدا ہوا اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ مجتہدانہ انداز کی تفسیر ہے۔چوں کہ تفسیروں میں بالعموم قرآن کی آیات نقل کر کے ان کا ترجمہ وتشریح اور ان آیات سے مستنبط احکام ومسائل بیان کیے جاتے ہیں لیکن اس تفسیر میں قرآن مجید کے ہر رکوع کو ایک سبق بنا کر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

قاضی محمد زاہد الحسینی شمس آباد ضلع کیمبل پور کے رہنے والے تھے۔ان کی ولادت یکم فروری ۱۹۱۳ میں ہوئی۔ان کے والد کا نام قاضی غلام جیلانی تھا۔ان کے والد اپنے دور کے جید عالم تھے۔اپنے علاقے کے مفتی بھی تھے۔خود بھی بڑے مصنف تھے۔انھوں نے دو درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں۔

قاضی محمد زاہد الحسینی کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہوئی۔شروع میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔اس کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔1928 میں مڈل اسکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پھر چچا مولانا غلام ربانی اور علاقے کے دوسرے بڑے عالموں سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے پہلے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔اس کے بعد ڈابھیل میں داخلہ لیا۔ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔وہاں سے ۱۳۵۳ھ میں دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ان کے معروف اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی امروہوی وغیرہ شامل ہیں۔

قدرت الٰہی سب کے لیے ان کے مناسب طبع اسباب و علل پیدا کرتی ہے۔ دست سائل کا کمال صرف یہ ہے کہ اللہ کی اس نعمت کو اپنے لیے نعمت کی طرح قبول کرتا ہے یا نہیں۔کہیں کہیں اسباب و علل کی یہ تخلیق اتنی واضح ہوتی ہے کہ سوائے شکر نعمت کے کوئی لفظ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، وہ دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے وطن شمس آباد پہنچے۔ جمعہ کا دن تھا۔مسجد میں مقتدی تھے، امام نہیں۔لوگوں نے بالاتفاق آپ کو امام و خطیب بنالیا اور یہی شناخت ان کے لیے سرمایہ عمر بن گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے گاؤں میں 'مدرسہ محمدیہ' کی بنیاد رکھی۔اس میں درجہ حفظ سے تعلیم شروع ہوئی اور بتدریج درس نظامی کا آغاز ہوا،حتیٰ کہ دورہ حدیث تک کی تعلیم وہاں شروع ہوگئی۔

درس وتدریس کی مشغولیات کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند سے بھی وابستہ ہوگئے۔اپنے علاقے میں 'جمعیۃ علماء اٹک' قائم کی۔اس کے تحت وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی زندگی منضبط ہوگئی۔

مولانا قاضی محمد زاہدالحسینی درس وتدریس،امامت وخطابت اور جمعیۃ علماء کی سیاسی سرگرمیاں ہر اعتبار سے پورے علاقے میں سرگرم رہے۔اسی اثنا میں پاکستان بن گیا تو آپ کی سیاسی مصروفیات میں اضافہ ہوگیا۔شمس آباد سے بھی نقل مکانی کرکے کیمبل پور آ گئے۔'عرفات' کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا جس میں محمد اسد (سابق لیوپوڈ ویس) بھی مضمون لکھتے تھے۔کچھ دن جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں صدر مدرس رہے۔جنوری 1953 میں انھوں نے سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ایک طویل عرصے تک ایبٹ آباد میں رہے، پھر کیمبل پور تبادلہ ہوگیا۔1970 میں ملازمت سے متاقد ہوئے۔

سرکاری ملازمت کے دوران بھی ان کا جو اصل کام تھا یعنی وعظ وخطابت اس کا سلسلہ جاری رہا۔ساتھ ہی درس قرآن کا سلسلہ بھی مختلف مساجد میں ہمیشہ جاری رہا۔ایبٹ آباد میں انھوں نے ایک مسجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔

قاضی زاہدالحسینی اپنی من جملہ مصروفیات کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی وابستہ رہے۔ان کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ۱۱۴ ہے(حیات مستعار،ص:۲۲۱)۔ان میں سے قرآنیات پر حسب ذیل کتابیں ہیں:

ضرورۃ القرآن:ایک پادری کے رسالہ عدم ضرورۃ القرآن کے جواب میں لکھا۔اس کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی رائے ہے کہ''میرے نزدیک دور حاضر کی مفید ترین تصانیف میں سے ہے۔''

۱۔آسان تفسیر

۲۔درس قرآن عزیز(۲۵ جلدیں)

۳۔تفسیر تعلیم القرآن(سورہ نساء تک عام فہم انداز کی تفسیر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۔معارف القرآن

۵۔ضرورت القرآن

۶۔قواعد ترجمہ قرآن

۷۔احکام القرآن

۸۔ہدیۃ الفقیر فی خدمۃ طلبۃ التفسیر

۹۔حفاظۃ القرآن شریف از فتنہ تحریف

۱۰۔نور البیان لحل القرآن

۱۱۔آسمانی نظام آبادی انسانی نظام بربادی

۱۲۔عقلمند کردار

۱۳۔نور الکتاب

۱۴۔مجلّہ الارشاد کا قرآن نمبر

۱۵۔شان صحابہ کرام (قرآنی آیات کی روشنی میں)

۱۶۔مرد مومن، مولانا احمد علی لاہوری کی سوانح

۱۔آسان تفسیر

آسان تفسیر عوام کے لیے لکھی گئی ہے۔ یہ مختصر، آسان اور عام فہم تفسیر ہے۔ مصنف کا نقطہ نظر اس کتاب کی تصنیف سے یہ تھا کہ جس طرح صحابہ کرام نے قرآن کو سمجھا تھا، اسی طرح آج کے لوگوں کو بھی سمجھنا چاہیے۔ مصنف نے الگ الگ سورتوں کی تفسیر لکھ کر اس کو الگ الگ شائع کیا ہے۔ سورۃ آل عمران، النساء، المائدۃ، الانعام، الاعراف وغیرہ کی تفسیر شائع ہو چکی ہے۔ (حیات مستعار ص:۲۲۱)

اس کی پہلی جلد کی اشاعت پر مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

> ''زیر نظر آسان تفسیر جو سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی تفسیر ہے، واقعی اسم بامسمیٰ ہے۔ ترجمہ بین السطور بڑا متین، حضرات دہلی کی طرز پر، ربط

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیات، ضروری فوائد، خلاصہ مضامین، آسان اور عام فہم زبان اس کے انفرادی خصائص ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی صحت وعمر میں برکت فرمائیں۔ اگر اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر مکمل ہو جائے تو یہ بہت مفید خدمت ہوگی۔''(حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد ونظر ص:۵۰)

۲۔ درس قرآن عزیز

۱۹۶۴ میں مولانا نے درس قرآن کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ بعد میں ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ خود مصنف نے ان دروس کو بڑی اہمیت دی ہے اور ائمہ وخطباء اور درس قرآن دینے والوں کے لیے بہت مفید بتایا ہے۔ مصنف نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ انقلابی دروس ہیں جن کے ذریعے بہت سے لوگوں کی زندگی ہی بدل گئی۔ (حیات مستعار ص:۲۲۱)

یہ دروس مولانا کی ایک روایت ہے۔ انھوں نے بیک وقت کئی جگہ دروس کا سلسلہ شروع کیا اور طویل عرصے تک یہ دروس جاری رہے۔ ان دروس میں انھوں نے پورے قرآن مجید کا درس دیا۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ان حلقہ ہائے دروس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہم کی فیض رساں شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ حضرت قاضی صاحب بھی اپنے اسلاف کی طرز پر ملک کے مختلف مقامات پر درس قرآن وحدیث دیتے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس میں 'انوار القرآن' لالہ رخ، واہ آرڈیننس فیکٹری، واہ کینٹ کا درس اس اعتبار سے ممتاز اور منفرد ہے کہ سنہ ۱۹۶۴ سے شروع ہو کر روز بروز ترقی پذیر ہے اور اس کی کئی ایک شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہ درس ہر انگریزی ماہ کے آخری اتوار اور اب جمعہ کو ہوتا ہے۔ اس علمی سرمایہ کو ٹیپ کی مدد سے نقل کر کے کتابی شکل دی جا رہی ہے۔ جس کی بحمد اللہ ۲۵ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ جن میں سے سات زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جو جلدیں مکمل ہو چکی ہیں ان کی مقبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں سے کئی ایک جلدوں کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد ونظر ص:۵۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ دروس قرآن مولانا کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے اس تفسیر میں ۲۵ جلدیں ہیں۔اس کی جلد اول میں ۲۴۴ دوم میں ۲۸۸ سوم میں ۳۲۶ چہارم میں ۲۵۶ پنجم میں ۲۴۰ ششم میں ۲۴۴ ہفتم میں ۲۴۶۔۔۔اسی طرح پچیسویں جلد میں ۲۷۴ صفحات ہیں، اس طرح اگر اوسطاً صفحات کی تعداد ۲۵۰ مانی جائے تو ان جلدوں کے صفحات کی تعداد چھے ہزار صفحات سے زیادہ ہو جاتی ہے۔بلاشبہ یہ اپنی کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس تفسیر کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے:

’’یہ درس عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہے۔چوں کہ یہ عوامی درس ہے اور مقصد وعظ وتذکیر ہوتا ہے،اس لیے اس میں علمی مباحث نہیں ہوتے۔مگر کوشش یہ کی گئی ہے کہ ارشادات الہیہ کو عام فہم انداز میں پیش کیا جائے اور سبق پڑھانے کے انداز میں بعض جگہ ایک بات کو دہرایا بھی گیا ہے۔اگر چہ یہ تصنیفی رنگ نہیں مگر تدریس میں یہ انداز بے حد مفید ثابت ہوتا ہے کہ کم استعداد والے بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔
بلاشبہ یہ درس قرآن جو آسان انداز کی تفسیر ہے نو تعلیم یافتہ طبقہ کو معانی قرآن سمجھانے کے لیے بے حد مفید ہے۔پہلے ایڈیشنوں میں حوالہ جات نہیں تھے۔اب عوام اور درس دینے والوں کی سہولت کے لیے اس کو باحوالہ کر دیا گیا ہے۔کتاب ماشاء اللہ ہر اعتبار سے وقیع ہے۔‘‘(حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد ونظر ص:۵۲)

۳۔تفسیر تعلیم القرآن

مولانا نے تفسیر تعلیم القرآن کے نام سے ایک تفسیری سلسلہ شروع کیا تھا۔اس کا مقصد بھی یہ تھا کہ اسکول وکالج کے طلبہ کے درمیان قرآن کی تعلیم عام ہو۔اس لیے ڈائریکٹر تعلیمات پشاور ریجن نے اس تفسیر کو علاقے کی تمام لائبریریوں کے لیے منظور کر لیا تھا۔مولانا احمد رضا بجنوری نے اس تفسیر کے ایک حصے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

''موصوف نے نہایت سہل و سلیس اردو زبان میں ترجمہ کر کے تفسیری نوٹ لکھے ہیں، جن کو کم سے کم وقت میں بہت مصروف زندگی والے بھی پڑھ سکتے ہیں اور اسکولوں و کالجوں کے طلبہ و طالبات بھی ان سے بسہولت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔'' (ماہنامہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۶۱ ص ۴۳)

۴۔معارف القرآن

یہ کتاب تفسیر کی نہیں ہے بلکہ علوم قرآن کی کتاب ہے۔ علامہ برہان الدین زرکشی اور جلال الدین سیوطی نے اپنی کتابوں میں جن مضامین کو لکھا ہے، اس کتاب میں بھی تقریباً وہی مضامین ہیں۔ البتہ اردو میں ہونے کی وجہ سے اس کتاب کی اضافی اہمیت ہے۔ یہ کتاب بہت مقبول ہے، اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر آج کے دور میں اس طرح کے موضوعات کی بڑی اہمیت ہے۔ ۲۱۴ صفحات کی یہ کتاب دارالارشاد کیمبل پور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حسب ذیل موضوعات کے تحت مضامین لکھے گئے ہیں:

''علم تفسیر کی مختصر تاریخ، تفسیر، تحویل اور تحریف کا فرق، لفظ قرآن، سورة، آیت، سورتوں کی تقسیم اور ان کے نام، کیفیت نزول، بنیادی شرط، الفاظ قرآن کی تقسیم، ربط و مناسبت، سورتوں کی ابتداء اور انتہاء، آیات متعلقہ، سیاق و سباق، شان نزول، تفہیم مطالب، مفردات القرآن، اسمائے حسنی، کلمات متبادلہ، مقاصد قرآن کریم، توحید، نبوت، تحفظ تاریخ نبوت، ختم نبوت، قرآنی قصے، قیامت، قسمیں، امثال القرآن، مبہمات القرآن، محاورات القرآن، انسانوں کے اقسام، مشکلات القرآن، لغات القرآن، قرآنی رسم الخط، خطاب قرآنی، لطائف القرآن، عربی گرامر کا لحاظ، ضمائر و اشارہ، خاتمہ آیات، قدر اور شرط، تمیز اور حال، مبالغہ اور تفصیل، التفات، مجاز، حرف کی بحث، طریقہ تلاوت، اقتباس رموز و اوقاف، حفظ قرآن کی دعائیں۔''

مولانا محمد تقی عثمانی نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے اس قابل قدر کتاب میں قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

کریم کے علوم اور اصول تفسیر کے بارے میں ایسی ضروری معلومات جمع فرما دی ہیں کہ قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے حضرات اگر ان کے مطابق قرآن کریم کو سمجھنا چاہیں تو انشاء اللہ غلط فہمیوں کا شکار نہ ہوں گے۔مولانا موصوف نے یہ کتاب جس محنت اور عرق ریزی کے ساتھ لکھی ہے،اس سے قرآن کریم کے ساتھ ان کے شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔قرآن کریم کی سورتوں، شان نزول، اسلوب بیان، ترتیب اور مفسرین پر بیش قیمت معلومات مہیا کرنے کے علاوہ مولانا نے شروع میں تفسیر قرآن کے اصول، تفسیر اور تحریف کے فرق، تفسیر بالرائے کی حرمت اور طبقات المفسرین کے موضوع پر بھی عمدہ بحثیں کی ہیں اور تفسیر قرآن کے معاملے میں گمراہی کے جو پہلو نکلتے ہیں، ان کی عالمانہ نشاندہی فرمائی ہے۔اس طرح یہ کتاب علوم القرآن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے نہایت مفید ہے اور اس لائق ہے کہ اسے ہماری یونیورسٹیاں اسلامیات کے نصاب میں داخل کریں''۔(مولانا مفتی محمد تقی عثمانی:تبصرے،ترتیب مولانا محمد حنیف خالد،،مکتبہ معارف القرآن کراچی،۲۰۰۵ص ۴۴۸۔۴۴۹)

خود مصنف اور ان کے تلامذہ کی نظر میں اس کتاب کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کتاب کے تعارف پر مشتمل ایک مستقل کتابچہ شائع ہوا جس میں اس کتاب سے متعلق مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری،علامہ شمس الحق افغانی اور مفتی محمد شفیع جیسے کئی اکابر کی تفصیلی آرا موجود ہیں۔ (معارف القرآن سے متعلق جلیل القدر علماء کرام و مفسرین عظام کی آرا، دار الاشاعت والتبلیغ،شمس آباد،اٹک)

۵۔ضرورت القرآن

مصنف نے خود اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے نہ صرف تعلیمات قرآنی کی راہنما ہے بلکہ اس میں تورات،انجیل اور بعض دوسرے قوانین کا مطالعہ کر کے بتایا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مسائل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا حل صرف قرآن عزیز ہی میں ہے۔ پاکستان کے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو کالجز کے نصاب میں داخل کرنے کی پرزور سفارش کی تھی۔ یہ کتاب اب دوسری بار بہترین کتابت وطباعت کے ساتھ طبع ہونے والی ہے۔'' (حیات مستعار۔ص:۲۲۲)

۶۔قواعد ترجمہ قرآن:

یہ ان قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جن کے مطالعہ سے قرآنی تراجم کا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔

۸۔احکام القرآن:

قرآن مجید کی آیات احکام کی تفسیر ہے۔

۹۔ہدیۃ الفقیر فی خدمۃ طلبۃ التفسیر:

قرآن فہمی کے مبادیات میں ایک رسالہ ہے۔اس کتاب کی دوسری اشاعت میں اس کا نام غالبا بدل کر تذکرۃ المفسرین کردیا گیا ہے۔یہ کتاب دارالارشاد اٹک (پاکستان) سے شائع ہوئی،مولانا تقی عثمانی نے اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے قرآن کریم اور تفسیر پر متعدد مفید کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔جو اپنے موضوع پر مفید معلومات رکھتی ہیں۔یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس میں علم تفسیر کے مبادی کا تعارف اور پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی تک کے معروف وممتاز مفسرین کے حالات جمع فرمائے ہیں۔احقر کی معلومات کی حد تک اردو زبان میں مفسرین قرآن کا یہ جامع ترین تذکرہ ہے اور اس میں ماضی قریب تک کے مفسرین کا ذکر آ گیا ہے۔'' (مولانا مفتی محمد تقی عثمانی:تبصرے،جمع وترتیب:مولانا محمد حنیف خالد،مکتبہ معارف القرآن، کراچی،۲۰۰۵،ص:۱۶۳)

۱۰۔حفاظۃ القرآن شریف از فتنہ تحریف:

بغیر متن کے ترجمہ قرآن جو اخبارات ورسائل میں شائع ہوتا ہے اس پر تنقید کی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۔نورالبیان لحل القرآن:

اس کتاب میں قرآن مجید کے ایسے الفاظ جن کا رسم الخط ایک جیسا ہے مگر معنی میں فرق ہے اور اسی طرح کے دیگر الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔

۱۲۔آسمانی نظام آبادی انسانی نظام بربادی:

ایبٹ آباد میں منزل انوارالقرآن میں مولانا نے یہ درس قرآن دیا تھا جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آج کی ساری بربادی اس لیے ہے کہ قرآن عزیز سے مسلمان عملی طور پر کٹ چکے ہیں۔ اس کتاب میں اس کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر مسلمان آبادی چاہتے ہیں تو قرآن پر عمل پیرا ہوں۔

۱۳۔عقلمند کردار:

اس رسالے میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث شریف کے مطابق عقلمند کون ہے۔

۱۴۔نورالکتاب

یہ بھی ایک درس قرآن ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ نور ایمان صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔ یہ درس کوہاٹ میں دیا گیا۔

۱۵۔مجلّہ الارشاد کا قرآن نمبر:

مولانا قاضی زاہد الحسینی نے کیمبل پور میں ایک دارالاشاعت بھی بنایا تھا اور ایک رسالہ بھی نکالتے تھے۔ اسی رسالے کا نومبر۔دسمبر ۱۹۷۱ کا شمارہ قرآن نمبر کے بطور نکلا۔ اس میں ۸۸ صفحات تھے۔ اس کے مندرجات حسب ذیل تھے:

قیامت کے دو منظور شدہ سفارشی، مدیر۔ واہ کینٹ کے درس کی مختصر سات سالہ روداد، الحاج محمد عثمان غنی صاحب۔ تعارف قرآن مجید اپنے ارشاد میں، مدیر۔ مبارک کتاب۔ جہاد کبیر۔ حاملین کتاب اللہ کی پاکیزگی اور تقوی۔ قرآنی طریقہ اصلاح (خطبہ جمعہ)، حافظ محمد سلیم۔ واہ کینٹ کا درس قرآن عزیز، الحاج محمد عثمان غنی صاحب۔ درس قرآن کی تاریخ اور اس کے فوائد، مدیر۔ شفاء للناس، مدیر۔ متفرقات، مرتب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی محمد شفیع دیوبندی

مفتی محمد شفیع دیوبندی ایک مایہ ناز علمی شخصیت ہیں، فقہ وفتاویٰ میں ان کا مقام بہت بلند ہے، انھوں نے عصری مسائل پر نہایت شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ان کے رسائل کا مجموعہ جواہر الفقہ اپنے موضوع کی اہم ترین کتاب مانی جاتی ہے بلکہ جدید فقہ کی بنیاد گزار کتابوں میں سے ہے۔مولانا نے معارف القرآن کے نام سے قرآن کی تفسیر بھی لکھی جو آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ یہ تفسیر اردو کی چند اہم تفسیروں میں شمار ہوتی ہے اور حلقہ دیوبند کی بھی ایک نمائندہ تفسیر مانی جاتی ہے۔آٹھ ضخیم جلدوں میں مفتی محمد شفیع نے تمام قرآنی علوم ومعارف کا خلاصہ اس کتاب میں پیش کردیا ہے۔

مصنف:

کتاب کے تعارف سے قبل مصنف کے بارے میں سوانحی معلومات کا ذکر مناسب ہے، اس کتاب کے مصنف مفتی محمد شفیع بن محمد یاسین تھے۔ 1897 میں دیوبند میں پیدا ہوئے، مفتی صاحب نے معارف القرآن میں اپنے مختصر حالات لکھے ہیں، اس میں اپنے والد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بانیان دارالعلوم کے ہم عمر تھے۔ بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کے معاصر تھے اور انھوں نے دیوبند کے بانیان کو بہت قریب سے دیکھا تھا، ان کے ساتھ بھی رہے تھے۔

مفتی محمد شفیع نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی ،اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں کے اجلہ اساتذہ سے اسلامی علوم کی تحصیل کی، ان کے استادوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی اور مولانا ابراہیم بلیاوی جیسے عظیم علماء شامل ہیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمت انجام دینی شروع کی، 1337ھ سے 1362 تک انھوں نے دارالعلوم میں تعلیم دی اور صدر مفتی بھی رہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

۔تدریس اور افتاء کی مشق کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ساتھ ہی مولانا اشرف علی تھانوی سے ارادت کا تعلق بھی جاری رہا، مولانا اشرف علی تھانوی کے آخری کم وبیش پندرہ سال تک مفتی شفیع صاحب ہر ہفتہ وہاں جاتے تھے اور مولانا کے ارشاد پر تلقین وہدایت اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ رہتا تھا۔کئی کتابیں مفتی صاحب نے اپنے مرشد کی ایماء پر لکھیں، انھوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔تقسیم ملک کے سانحے کے بعد 1948 میں مولانا پاکستان چلے گئے اور کراچی میں قیام کیا۔

حالانکہ مفتی صاحب کے لیے پاکستان کا سفر مایوسیوں کا سفر رہا جیسا کہ انھوں نے اپنے حالات میں خود لکھا ہے۔تاہم مفتی صاحب بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے، بڑے عالم وفاضل تھے۔فقہ وفتاویٰ، تفسیر قرآن اور حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی۔ساتھ ہی زبردست انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔کراچی جانے کے بعد انھوں نے 1951 میں دارالعلوم کراچی قائم کیا اور اس میں درس وتدریس شروع کی اور فتویٰ نویسی بھی شروع کی۔

پاکستان میں مفتی صاحب نے علم دین کی اشاعت کے ساتھ حکومت کے لیے بھی بہت مفید مشورے دیے، حالانکہ حکومت سے ان کے اختلافات بھی رہے لیکن بہر حال وہ مفتی اعظم کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور اس طرح قوم وملت کے ساتھ علم ودین کی خدمت کرتے ہوئے 1976 میں کراچی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

مفتی محمد شفیع کے بارے میں یہ نہ لکھنا مناسب نہیں ہوگا کہ ان کے ایک فتویٰ جس کا نام ''نہایت الارب فی غایت النسب'' ہے، اس میں انھوں نے نسب کو وجہ شرافت اور رذالت بتایا ہے جس میں ان کے زمانے میں ان پر سخت تنقید ہوئی تھی لیکن یہ ان کے شباب کا دور تھا غالباً 1932 کی بات ہے۔مفتی محمد شفیع کے علم وفضل، ان کی بصیرت، ژرف نگاہی اور ان کی عظیم صلاحیتوں میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔انھوں نے اپنے بعد تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا اور ان کی ایک نمایاں اور زندہ تصنیف دارالعلوم کراچی ہے جس کا فیض پوری دنیا میں جاری ہے۔مفتی صاحب کی چند اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) معارف القرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲)احکام القرآن

(۳)دستورقرآنی

(۴)سیرت خاتم الانبیاء

(۵)ختم نبوت

(۶)التصریح بماتواتر فی نزول المسیح

(۷)آلات جدیدہ کے احکام

(۸)جواہر الفقہ (ان کے مختصر رسائل کے مجموعے)

مفتی محمد شفیع عربی، فارسی اور اردو کے ماہر تھے،اس لیے ان کی تصانیف عربی میں بھی ہیں تاہم بالعموم اردو میں لکھتے تھے۔

معارف القرآن:

معارف القرآن اپنے وقت کی بہترین تفسیروں میں شمار کی جاتی ہے۔اس میں مصنف نے جو نکات ومعارف بیان کیے ہیں وہ بلاشبہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کے دریائے حکمت میں غواصی سے کیسے نکات ومعارف نکلتے ہیں۔بعض لوگوں نے ان نکات کا مطالعہ کیا جیسے ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف نے بعض نکات کو موضوع بحث بنایا ہے(تفسیر معارف القرآن ایک مطالعہ، پشاور اسلامکس جنوری، جون 2012)

معارف القرآن کی ان آٹھ ضخیم جلدوں میں مفتی صاحب کا اصل کارنامہ وہ تفسیری نکات ہیں جو انھوں نے مسائل ومعارف کے عنوان سے لکھے ہیں۔قرآن مجید کی تفسیر میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن کا مسئلہ آتا ہے، مفتی شفیع نے قرآن مجید کا ترجمہ نہیں کیا بلکی حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کو ہی شامل کیا ہے۔مفتی صاحب نے اپنی طرف سے ترجمہ نہیں کیا ترجمہ میں کہیں کہیں مولانا تھانوی کے ترجمہ سے جزوی ترمیمات موجود ہیں۔

(معارف القرآن جلد اول ص 69)

معارف القرآن کا دوسرا حصہ مختصر تشریح پر مشتمل ہے دراصل مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں اس طرح تفسیر لکھی ہے کہ قرآنی الفاظ کے ترجمہ خط کشیدہ اور ان کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشریح قوسین کے درمیان ہے، یہ مختصر وضاحت بہت مفید ہے، مفتی محمد شفیع نے بھی اس مختصر وضاحت کو تفسیر قرار دے کر اپنی کتاب میں شامل کر لیا ہے، یعنی جو مختصر تفسیر ہے وہ دراصل بیان القرآن کی تفسیر ہے خود مفتی محمد شفیع کی نہیں ہے۔ اس تفسیر کو انھوں نے خلاصہ تفسیر کے عنوان سے نقل کر دیا ہے۔ اس میں اگر کوئی ان کا تصرف ہے تو وہ کہیں کہیں تسہیل کا تصرف ہے، کہیں لفظ بدل دیا، کہیں وضاحت کر دی اور بس۔

معارف القرآن میں تیسرا کام یا عنوان معارف ومسائل کا ہے یہ حصہ مکمل طور پر مفتی محمد شفیع کا اضافہ ہے اور اس تفسیر میں دراصل یہی ان کا کام ہے، مولانا نے خلاصہ کے طور پر لکھا ہے:

مذکورۃ الصدر التزامات نے تفسیر معارف القرآن کو مندرجہ ذیل چیزوں کا جامع بنا دیا ہے۔

(۱) قرآن مجید کے دو مستند ترجمے ایک حضرت شیخ الہند کا جو دراصل حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہے اور دوسرا حکیم الامت حضرت تھانوی کا ترجمہ۔

(۲) خلاصہ تفسیر جو درحقیقت بیان القرآن کا خلاصہ مع تسہیل ہے جس کو علاحدہ بھی قرآن مجید کے حاشیے پر طبع کر لیا جائے تو تھوڑی فرصت والوں کے لیے فہم قرآن کا مستند اور بہترین ذریعہ ہے۔

(۳) تیسری چیز معارف ومسائل ہیں جو میری طرف منسوب ہیں اور میری محنت کا محور ہیں (ص ا، سے ملخص)

اس اقتباس کے پہلے جملہ میں اوپر مذکور وہ التزام ہے جو مفتی محمد شفیع نے اس پوری تفسیر میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس تفسیر میں ان کا اپنا اشتراک معارف ومسائل ہیں، ترجمہ اور مختصر تشریح انھوں نے دو اکابر کی اخذ کی ہیں، اس کی ایک وجہ غالبا یہ ہے کہ انھوں نے یہ تفسیر بالارادہ نہیں لکھی بلکہ ان کا یہ درس تفسیر ہے جو لوگوں نے ریکارڈ کر کے بعد میں مرتب کیا اور پھر مولانا نے اس پر نظر ثانی فرمائی۔ مصنف نے اس تفسیر میں شامل ترجمہ اور مختصر بیان القرآن کے علاوہ معارف ومسائل میں بھی جن باتوں کا لحاظ رکھا ہے، ان کی وضاحت انھوں نے مقدمہ میں کر دی ہے۔ اس لیے معارف القرآن کے مقدمہ سے وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حصہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ خود مصنف کے الفاظ میں اس تفسیر کی خصوصیات معلوم ہو جائیں۔

معارف القرآن کی خصوصیات والتزامات:

(۱) تفسیر قرآن جو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہو، اس میں سب سے اہم اور احتیاط کی چیز قرآن کا ترجمہ ہے، کیوں کہ وہ اللہ کے کلام کی حکایت ہے، اس میں ادنیٰ سی کمی بیشی بھی اپنی طرف سے روا نہیں، اس لیے میں نے خود کوئی ترجمہ لکھنے کی ہمت نہیں کی، اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، کیوں کہ اکابر علما یہ کام بڑی احتیاط کے ساتھ انجام دے چکے ہیں۔ اردو زبان میں اس خدمت کو سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے دو فرزند ارجمند حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے اپنے طرز میں انجام دیا، اول الذکر ترجمہ میں بالکل تحت اللفظ ترجمہ کو اختیار کیا گیا ہے، اردو محاورہ کی بھی زیادہ رعایت نہیں رکھی گئی، اور بڑے کمال کے ساتھ قرآن کے الفاظ کو اردو میں منتقل فرمایا ہے، اور دوسرے ترجمہ میں تحت اللفظ کے ساتھ اردو محاورہ کی رعایت بھی ہے، جس کو حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے چالیس سال مسجد میں معتکف رہ کر پورا کیا ہے، یہاں تک کہ آپ کا جنازہ مسجد ہی سے نکلا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا فرمانا ہے کہ بلاشبہ یہ ترجمہ الہامی ہے، انسان کے بس کی بات نہیں کہ ایسا ترجمہ کر سکے، شیخ العرب والعجم سیدی حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ نے اپنے وقت میں جب یہ دیکھا کہ اب بہت سے محاورات بدل جانے کی وجہ سے بعض مقامات میں ترمیم کی ضرورت ہے تو انھوں نے اسی ترجمہ کی یہ خدمت انجام دی، جو ترجمہ شیخ الہندؒ کے نام سے معروف و مشہور ہوا، احقر نے قرآن کریم کے زیر متن اسی ترجمہ کو بعینہ لیا ہے۔

(۲) سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اصل تفسیر بیان القرآن کو اس انداز میں لکھا ہے کہ متن قرآن کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہی اس کی تفسیر وتوضیح قوسین کے درمیان فرمائی ہے، ترجمہ کو اس کے اوپر خط دے کر اور تفسیر کو بین القوسین لکھ کر ممتاز کر دیا ہے، اس طرح خط کشیدہ الفاظ میں ترجمۂ قرآن ہے، اور بین القوسین اس کی تفسیر ہے، بہت سے لوگوں نے اسی خط کشیدہ ترجمہ کو الگ کر کے قرآن مجید کے زیر متن ترجمہ حکیم الامتؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے نام سے خود حضرتؒ کے زمانے میں شائع بھی کر دیا تھا۔

مجھے چوں کہ بیان القرآن کی تسہیل کا کام پہلے سے پیش نظر تھا، اس وقت احقر نے حضرتؒ کی اس تفسیر کو بنام ''خلاصہ تفسیر'' شروع میں بعینہ صرف ایک تصرف کے ساتھ نقل کر دیا ہے، وہ یہ کہ اس تفسیر میں جس جگہ خاص اصطلاحی اور مشکل الفاظ آئے تھے، وہاں ان کو آسان لفظوں میں منتقل کر دیا، اور اس کا نام خلاصۂ تفسیر رکھنا اس لیے موزوں ہوا کہ خود حضرتؒ نے خطبۂ بیان القرآن میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کو تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہا جا سکتا ہے۔

اور اگر کوئی مضمون ہی خالصِ علمی اور مشکل تھا تو اس کو یہاں سے الگ کر کے معارف و مسائل میں اپنی آسان عبارت میں لکھ دیا تاکہ مشغول آدمی اگر زیادہ نہ دیکھ سکے تو اس خلاصۂ تفسیر سے ہی کم از کم مفہوم قرآنی کو پورا سمجھ لے۔ ان دونوں چیزوں کا التزام جلد اول کی طبعِ اول میں پارۂ الم کے رُبع اول آیت نمبر ۴۴ معارف جلد اول صفحہ ۱۵۶ تک نہیں ہو سکا تھا، اب طبع ثانی میں اس حصہ کو بھی مکمل کر کے پوری تفسیر کے مطابق کر دیا گیا ہے، البتہ ایک التزام جو جلد ثانی سے شروع ہوا کہ متن قرآن کے نیچے ترجمہ شیخ الہندؒ لکھا جائے یہ پہلی طباعت کی پوری جلد اول میں نہیں تھا، طبع ثانی میں اس کو بھی تحت المتن لکھ کر سب کے مطابق کر دیا گیا، یہ دونوں کام تو اکابر علما کے تھے۔

(۳) تیسرا کام جو احقر کی طرف منسوب ہے وہ ''معارف و مسائل'' کا عنوان ہے، اس میں بھی غور کیا جائے تو احقر کی صرف عبارت ہی ہے، مضامین سب علماء سلف کی تفسیر سے لیے ہوئے ہیں جن کے حوالے ہر جگہ لکھ دیتے ہیں، اس میں احقر نے چند چیزوں کا التزام کیا ہے:

(۱) علما کے لیے تفسیر قرآن میں سب سے پہلا اور اہم کام لغات کی تحقیق، نحوی ترکیب، فنِ بلاغت کے نکات اور اختلافِ قرأت کی بحثیں ہیں۔ جو بلا شبہ اہل علم کے لیے فہم قرآن میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی کے ذریعہ قرآن کے صحیح مفہوم کو پایا جا سکتا ہے، لیکن عوام تو عوام ہیں آج کل کے بہت سے اہل علم بھی ان تفصیلات میں الجھن محسوس کرتے ہیں، بالخصوص عوام کے لیے تو یہ بحثیں ان کی فہم سے بالا اور اصل مقصد میں مخل بنتی ہیں، وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا مشکل کام ہے، حالانکہ قرآن کریم کا جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اصل مقصد ہے کہ انسان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ قوی ہو اور اس کے نتیجے میں مادی تعلقات اعتدال پر آجائیں کہ وہ دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر پیدا ہو، اور انسان اپنے ہر قول و فعل پر سوچنے کا عادی ہو جائے کہ اس میں کوئی چیز اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف تو نہیں، اس چیز کو قرآن نے اتنا آسان کر دیا ہے کہ معمولی لکھا پڑھا آدمی خود دیکھ کر اور بالکل ان پڑھ جاہل سن کر بھی یہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے، قرآن کریم نے خود اس کا اعلان فرما دیا ہے۔ **ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر** (۵۴:۱۷) تفسیر ''معارف القرآن'' میں عوام کی سہولت کے پیش نظر ان علمی اور اصطلاحی بحثوں کی تفصیل نہیں لکھی گئی، بلکہ ائمہ تفسیر کے اقوال میں جس کو جمہور نے راجح قرار دیا ہے، اس کے مطابق تفسیر کی گئی اور کہیں کہیں بضرورت بحث بھی کی گئی ہے تو وہاں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ خاص علمی اصطلاحات اور غیر معروف اور مشکل الفاظ نہ آئیں، اور اسی لیے ایسے مباحثِ علمیہ کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے جو عوام کے لیے غیر ضروری اور ان کی سطح سے بلند ہیں۔

(ب) مستند و معتبر تفاسیر سے ایسے مضامین کو اہمیت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جو انسان کے دل میں قرآن کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی عظمت و محبت کو بڑھائیں، اور قرآن پر عمل اور اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف مائل کریں۔

(ج) اس پر تو مؤمن کا ایمان ہے کہ یہ قرآن کریم قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے، بشرطیکہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و تشریح کی روشنی میں دیکھا اور پڑھا جائے، اور اس میں پورے تدبر سے کام لیا جائے، اسی لیے ہر زمانہ کے علمائے تفسیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں ان جدید مسائل اور مباحث پر زیادہ زور دیا ہے جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوئے، یا ملحدین اہل باطل کی طرف سے شکوک و شبہات کی صورت میں پیدا کر دیے گئے، اسی لیے قرونِ متوسطہ کی تفسیریں معتزلہ، جہمیہ، صفوانیہ وغیرہ فرقوں کی تردید اور ان کے شبہات کے ازالہ سے پر نظر آتی ہیں۔ احقر ناکارہ نے بھی اسی اصول کے تحت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسے ہی مسائل اور مباحث کو اہمیت دی ہے جو یا تو اس زمانے کے مشینی دور نے نئے نئے پیدا کر دیے، اور یا اس زمانہ کے ملحدین اور یہودی اور نصرانی مستشرقین نے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے کھڑے کر دیے، جدید مسائل کے حل کے لیے مقدور بھر اس کی کوشش کی ہے کہ قرآن وسنت یا فقہائے امت کے اقوال میں اس کا کوئی ثبوت ملے یا کم از کم اس کی کوئی نظیر ملے، اور الحمدللہ اس میں کامیابی ہوئی، ایسے مسائل میں دوسرے علمائے عصر سے مشورہ لینے کا بھی التزام کیا گیا ہے اور ملحدانہ شکوک وشبہات کے ازالہ میں بھی مقدور بھر اس کی کوشش رہی ہے کہ جواب اطمینان بخش ہو، اور اس جواب دہی کے لیے اسلامی مسائل میں ادنیٰ ترمیم کو گوارا نہیں کیا۔ جیسا کہ دور حاضر کے بعض مصنفین نے اس جواب دہی میں خود اسلامی مسائل میں تاویلیں کر کے ترمیم کر ڈالنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ سب کچھ اپنی معلومات اور اپنی کوشش کی حد تک ہے، جس میں بہت سی خطاؤں اور لغزشوں کا احتمال ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور ان کی اصلاح کا راستہ نکال دیں۔

مذکورالصدر التزامات نے تفسیر معارف القرآن کو مندرجہ ذیل چیزوں کا جامع بنا دیا ہے:

(۱) قرآن مجید کے دو مستند ترجمے ایک حضرت شیخ الہندؒ کا جو دراصل شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ترجمہ ہے دوسرا حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ترجمہ۔

(۲) خلاصہ تفسیر، جو درحقیقت بیان القرآن کا خلاصہ مع تسہیل ہے جس کو علاحدہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر طبع کر لیا جائے تو تھوڑی فرصت والوں کے لیے فہم قرآن کا مستند اور بہترین ذریعہ ہے، اس نے ایک اور ضرورت کو پورا کر دیا جس کی طرف مجھے اخی فی اللہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجرؒ مدینہ منورہ نے علامہ فرید وجدیؒ کی ایک مختصر تفسیر حاشیہ قرآن پر دکھلا کر توجہ دلائی تھی کہ کاش اردو میں بھی کوئی ایسی تفسیر ہوتی جو اس کی طرح مختصر اور آسان ہو، اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ آرزو بھی پوری فرما دی، یہ دونوں چیزیں تو اکابر علماء کی مستند اور معروف ہیں۔

(۳) تیسری چیز معارف ومسائل ہیں جو میری طرف منسوب ہیں، اور میری محنت کا محور ہیں، الحمدللہ کہ اس میں بھی میرا اپنا کچھ نہیں، سب اسلاف امت ہی سے لیا ہوا ہے، آج

toobaa-elibrary.blogspot.com

کل کے اہل علم اکثر اس فکر میں رہتے ہیں کہ اپنی کوئی تحقیق اور اپنی طرف سے کوئی نئی چیز پیش کریں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس سب کام میں میرا اپنا کچھ نہیں۔

ایں ہمہ گفتم ولیک اندر پیچ بے عنایاتِ خدا، ہیچیم و ہیچ

معارف القرآن اردو کی مقبول ترین تفاسیر میں سے ہے، خاص طور پر حلقہ دیو بند میں سب سے زیادہ یہی تفسیر پڑھی جاتی ہے۔اس لیے اس تفسیر میں مصنف نے جو طریقہ اختیار کیا اور جو لوازمات ملحوظ رکھے ہیں، ان کو مصنف کے ہی الفاظ میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے تا کہ تفسیر کا پورا منہاج قاری کے سامنے آجائے۔ جہاں تک ترتیب وطریقہ کا تعلق ہے تو معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ ایک جیسے مفہوم کی چند آیات کو لیتے ہیں پہلے عربی عبارت کے نیچے ان کا ترجمہ لکھتے ہیں پھر خلاصہ تفسیر کے عنوان سے بیان القرآن کی عبارت نقل کرتے ہیں۔اس کے بعد معارف ومسائل کا ایک عنوان لکھ کر ان آیات میں مذکور پیغام کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ حصہ کافی تفصیلی ہوتا ہے اور اس میں حسب ضرورت دوسرے عناوین بھی مقرر کرتے ہیں، کسی لفظ کی اگر لغوی تحقیق ضروری ہو تو کرتے ہیں، قرآن مجید کی دیگر آیات بھی جا بجا نقل کرتے ہیں، کتب حدیث اور کتب تفسیر کے حوالے بھی دیتے ہیں، مکمل حوالوں کا التزام نہیں ہے تاہم کتابوں کے نام بیان کرتے ہیں۔اگر آیت میں کوئی فقہی حکم ہو تو اس کی تفصیلات مع حوالہ بیان کرتے ہیں۔

۲۔احکام القرآن ۳۔قرآنی دستور

یہ مولانا کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد یہ سوالات علمی حلقوں میں گردش کر رہے تھے کہ اس نوزائدہ ریاست کا دستور کیا ہوگا۔بعض لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ اس کا دستور اسلامی ہوگا۔اس لیے کئی لوگوں نے اسلامی دستور کے نام سے کتابیں لکھیں ان میں مفتی شفیع کی یہ کتاب بھی ہے۔اس میں قرآن مجید کی روشنی میں اسلامی دستور کے لیے رہنما خطوط کی نشاندہی کی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ

مولانا قاضی شمس الدین کی ولادت داخلی ناڑہ پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں ہوئی۔ان کے والد قاضی شیر محمد تھے۔(حافظ محمد اکبر شاہ بخاری: اکابر علمائے دیوبند،ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۹۹ص:۳۹۰)

اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے خاندان میں علمی روایت قدیم زمانے سے رہی ہوگی۔ چوں کہ وہ قاضی تھے،انھوں نے سن تعلیم کو پہنچنے کے بعد اپنے علاقے کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی،درس نظامی کی بنیادی کتابیں پڑھنے کے بعد مولانا محمد حسین علی واں بچھراں میانوالی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر قرآن اور مثنوی مولانا روم کا درس لیا۔یہیں سے ان کے اندر قرآنیات کا خصوصی ذوق پیدا ہوا۔۱۹۲۲ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔وہاں مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی،مولانا رسول خاں اور مولانا اصغر علی دیوبندی سے تفسیر وحدیث کی کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد مدرسہ شیرانوالہ، باغ گوجرانوالہ میں مدرس رہے۔ پھر خادم الاسلام شرعیہ محلّہ دارے والی میں ایک لمبے عرصے تک خدمت تدریس سے وابستہ رہے۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ یہاں عقلی علوم کا درس دیا،اس کے بعد وطن چلے گئے اور پھر کئی سال تک مختلف مدارس میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

اس کے بعد انھوں نے جامعہ صدیقیہ مجاہد پور، گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی۔اس مدرسے میں خود شیخ الحدیث رہے اور اسی مدرسے میں حیات فانی کے باقی ایام بسر کردیے۔

تقریبا ساٹھ سال درس وتدریس میں مشغول رہنے کے بعد ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۵ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ میں آپ کی وفات ہوگئی۔(ایضاص:۲۹۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاضی شمس الدین زبردست عالم تھے، منقولات ومعقولات دونوں میں ان کو کامل مہارت تھی۔ انھوں نے دارالعلوم دیوبند جیسے ادارے میں معقولات کا درس دیا۔ اور منقولات کی تدریس تو ان کی زندگی کا جزوِلاینفک رہی۔ مولانا مدت العمر درس دیتے رہے ان کے تلامذہ کی کثیر تعداد ہے۔ ان میں سے چند تلامذہ تو ایسے بھی ہیں جو عالمگیر شہرت و مقبولیت کے حامل ہیں۔ جیسے مولانا سرفراز خاں صفدر اور صوفی عبدالحمید سواتی وغیرہ۔

مولانا قاضی شمس الدین نے تقریباً ایک درجن کتابیں لکھیں جن میں بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی شرح بھی شامل ہیں، ان میں سے قرآنیات پر درج ذیل دو کتابیں ہیں:

(۱) تفسیر تیسیر القرآن بتبصیر الرحمٰن۔

(۲) انوار البیان فی اسرار القرآن۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی اصلاً تو فقیہ اور صاحب قلم تھے، فقہ و فتاوی اور حالات حاضرہ پر گہری اور بصیرت افروز نظر رکھتے تھے، ذاتی طور پر بڑے روشن دماغ تھے، احوال زمانہ کے رمز شناس تھے، جدید تحقیقات پر اچھی نظر تھی، اس کے ساتھ بہترین قلم کار تھے۔ کئی موضوعات پر انھوں نے نہایت اہم تحقیقات پیش کی ہیں۔ ندوۃ المصنفین کے رفیق بھی تھے۔ عام طور پر اہل علم کے حلقے میں وہ انھی خوبیوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی ایک منفرد خوبی یہ تھی کہ وہ بہترین عوامی مفسر تھے، انھوں نے ایک منفرد انداز کا درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا جو بہت مقبول ہوا اور طباعت کے بعد اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس مضمون میں ان کے اس کارنامہ کا مختصراً تذکرہ کیا جائے گا۔

مفتی ظفیر الدین بہار کے دربھنگہ ضلع کے رہنے والے تھے۔ ۷/مارچ ۱۹۲۶ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بہار کے مختلف مدارس میں حاصل کی، اس کے بعد مفتاح العلوم مئوناتھ بھنجن سے دورہ حدیث کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد سید سلیمان ندوی کی خدمت میں بھی رہے۔ کئی مدارس میں پڑھایا ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب نے ان کو دیوبند آنے کی دعوت دی اور وہ یہاں کے دارالافتاء سے وابستہ ہوگئے۔ پھر بقیہ عمر اسی نسبت سے وابستگی رہی حالاں کہ دیوبند میں آپ نے دوسرے کام بھی کیے، کئی ذمہ داریاں آپ کے اوپر رہیں لیکن اصل کام ترتیب فتاوی کا تھا، ساتھ ہی فتوی نویسی بھی کرتے تھے اور افتاء کے شعبہ میں تدریس کی ذمہ داری بھی تھی۔

ایک طویل عمر تک تصنیف و تالیف اور درس و تدریس سے وابستہ رہے، ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم سے سبکدوشی حاصل کر کے اپنے وطن واپس چلے گئے اور ۲۰۱۱ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے، جو ان کی خدمت میں رہ چکے ہیں، ان کے دل پر ان کی شخصیت کا ایسا نقش ثبت ہوجاتا ہے جو کسی اور کا نہیں ہوسکتا، مولانا سعود عالم قاسمی کی مرتب کردہ کتاب حیات ظفیر اور اختر امام عادل کی ترتیب دادہ کتاب فقیہ عصر میر کارواں کے کئی مضامین میں وہ تأثر ابھرتا ہے جو واقعی ان کی حقیقی تصویر ظاہر کرتا ہے۔ عنفوان شباب میں باادب سلام کرنے کا موقع راقم الحروف کو بھی حاصل ہے۔

اپنی طلسماتی شخصیت کے علاوہ وہ بہت بڑے مصنف اور مؤلف بھی تھے، انھوں نے کم وبیش ۵۰ کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں ۱۲ جلدوں میں فتاوی دارالعلوم اور ۲ جلدوں میں دارالعلوم کے مخطوطات کی فہرست پائیدار اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ اسلام کا نظام عفت وعصمت، اسلام کا نظام مساجد وغیرہ بھی ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

تفسیر درس قرآن:

مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی نے قرآن اور تفسیر کے حوالے سے کئی کام کیے تھے، ان کی حیثیت ضمنی ہے لیکن اس میدان میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''درس قرآن'' ہے، یہ تفسیر بڑے منفرد اسلوب کی تفسیر ہے۔ یہ معروف معنوں میں درس قرآن نہیں ہے بلکہ باضابطہ تصنیف کردہ کتاب ہے۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ یہ منفرد کارنامہ جو بہت ضخیم بھی ہے اور بہت مقبول بھی لیکن اس کا تذکرہ عام طور پر لوگوں نے نہیں کیا۔

درس قرآن شروع میں ماہانہ مجلّہ کی طرح کبھی ایک ماہ اور کبھی دو ماہ کے وقفہ سے شائع ہوتا تھا اور اس میں ایک پارہ کی تفسیر ہوتی تھی۔ اس طرح تیس پاروں کی تفسیر تیس جلدوں میں یا تیس حصوں میں شائع ہوئی، بعد میں اس کو چھ جلدوں میں مجلد کردیا گیا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ دیوبند کے کتب خانے میں اس کا جو نسخہ راقم الحروف کے زیر مطالعہ رہا، وہ اس کی آٹھویں اشاعت ہے، حالاں کہ وہ بھی کافی قدیم ہے۔

درس قرآن کا بنیادی تصور یہ ہے کہ ایک آیت یا ایک موضوع کی چند آیات کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ پانچ منٹ میں اس کو پڑھا جاسکے، یہ اس طرح پانچ منٹ کا مدرسہ تھا۔ اس تفسیر کے مخاطب دو طرح کے لوگ ہیں ایک تو دسویں اور بارہویں جماعت کے طلبہ دوسرے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کالج اور مسجدوں کے کارکن یا مختلف کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ جن کے پاس وقت کی قلت ہوتی ہے، وہ صرف پانچ منٹ درس قرآن کے ایک حصہ کا سبق حاصل کر لیتے ہیں۔

مفتی ظفیر الدین اس کے طرز تفسیر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ آیاتِ قرآنی کے تحت عنوان اوپر لکھا گیا ہے. پھر ان آیات کے نیچے پہلے ہر لفظ کے معنی الگ دیے گئے ہیں تا کہ غیر عربی خواں ایک نظر میں یہ معلوم کر لیں کہ کس لفظ کے کیا معنیٰ ہیں ،اس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ کچھ دنوں کے بعد الفاظ قرآنی سے اچھی خاصی مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ پھر اس کے نیچے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا با محاورہ اردو ترجمہ قرآن ہے جو اپنی صحت، جامعیت، نفاست اور قرآن پاک کی ترجمانی میں بہت مشہور اور مقبول ہے۔
>
> ترجمہ کے بعد تفسیر شروع ہوتی ہے، اس میں بھی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ہر اس نئے لفظ کی جو آیات بالا میں آئے ہیں دل نشیں تشریح ہے اور اخیر میں مناسب عنوان کے تحت تفسیر ہے۔
>
> تفسیر میں الفاظ سہل و سادہ اور زبان عام فہم اور سلیس اور شگفتہ استعمال کی گئی ہے اور کم سے کم جملوں میں زیادہ سے زیادہ معانی سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اختلافی چیزوں سے اجتناب کیا گیا ہے اور بالکل اخیر میں ان آیتوں کا خلاصہ اور نچوڑ چند جملوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جو درس قرآن کی حیثیت رکھتا ہے۔'' (درس قرآن، ادارہ اشرف المواعظ مجلس درس قرآن، دیوبند، قسط اول ص:۵)

چوں کہ درس قرآن کا یہ سلسلہ قسط وار تھا اس لیے ہر قسط پر نئی عبارت لکھنے کا موقع ہوتا تھا۔ اس میں بھی اس سلسلہ کی اہمیت بیان ہوتی اور کبھی اس درس کے مراجع بیان کر دیتے۔ مراجع میں انھوں نے زیادہ تر روح المعانی، بیان القرآن، تفسیر حقانی، ابن کثیر اور توضیح القرآن کا ذکر کیا ہے۔ کہیں تفسیر ماجدی اور کہیں ترجمہ شیخ الہند کا بھی تذکرہ ہے اور جیسا کہ انھوں نے خود بھی لکھا ہے کہ یہ درس دراصل انہی تفسیروں کا عطر ہے جسے عوامی ضرورت کے لیے سہل بنا کر لکھا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کتاب کے ناشر یعنی مجلس درس قرآن کے ناظم نے اس سلسلہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''درس قرآن کی اشاعت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ کلام اللہ سمجھنے کی اجتماعی کوشش کی جائے۔مزید برآں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر گھر قرآنی اسکول بن جائے۔اس کی عملی صورت یہ ہے کہ ہر روز آپ افراد خانہ کو مطبوعہ درس قرآن کا ایک صفحہ صرف پانچ منٹ میں پڑھ کر باقاعدگی سے سنا دیا کریں۔ ہر کارخانے، فیکٹری، دفتر، مدرسے، کالج، اور مسجد میں کارکنوں اور طلبہ کو مطبوعہ درس قرآن مستقل سنانے کا اہتمام کیا جائے۔

ہر فرد ملت قرآن مجید کا معلم اور مبلغ بن جائے کہ قرآن کا درس اس کے ہاتھ میں ہو، وہ خود پڑھے دوسروں کو پڑھائے اور غیروں تک پہنچائے۔

ہم نے ابتداء ہی سے کوشش کی ہے کہ یہ اسباق ایسے عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کریں کہ نوعمر بچے بھی اسے سمجھ سکیں کہ قرآن کریم میں ہمارے لیے کیا پیغام شفا اور کیمیائے ہدایت ہے۔'' (ایضا قسط ۳ ص: ۵)

اس سلسلہ درس کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ ہر قسط ایک پارے پر مشتمل ہوتی تھی اور تفسیر کے حوالے سے ایک بڑا کام یہ ہے کہ ہر قسط کے آخر میں اس پارے کے مضامین کا خلاصہ درج ہوتا تھا، اس طرح پورے قرآن مجید کا خلاصہ دو کالم کے تیس صفحات میں پیش کر دیا ہے۔

اس کتاب کے سرورق کی عبارتیں بدلتی رہتی تھی سب سے پہلی قسط میں ایک طرف لکھا تھا ترجمہ قرآن مع فوائد بیان القرآن (مولانا اشرف علی تھانوی) دوسری طرف لکھا ہوتا تھا جدید اسلوب (مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب) باقی قسطوں میں کم وبیش یہی عبارت رہی البتہ انداز کتابت بدلتے رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالحمید سواتی

مولانا عبدالحمید سواتی، جید عالم، واعظ اور مفسر قرآن تھے۔ ان کی تفسیر بیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور انٹرنیٹ پر ان کے دروس کی ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔ دیوبند کے فاضل تھے۔

صوفی عبدالحمید سواتی مانسہرہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، ان کے والد نور احمد خاں اور دادا گل احمد خاں تھے۔ بڑے بھائی اپنے وقت کے جید عالم مولانا سرفراز احمد خاں صفدر تھے۔ ۱۹۱۷ء میں صوفی عبدالحمید کی ولادت ہوئی۔ بچپن میں ہی والدہ کی وفات ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد والد کا بھی انتقال ہوگیا۔ یتیمی کی آزمائش اللہ رب العزت نے ان کی تقدیر میں اس لیے لکھی تھی کیوں کہ ان کے لیے سربلندی مقدر کی تھی۔ وہ اپنے بڑے بھائی مولانا سرفراز خاں صفدر کے ساتھ علاقہ کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور مولانا حسین احمد مدنی سے حدیث کی تحصیل کی، دیوبند سے فراغت کے بعد نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد سے طب کا چار سالہ کورس مکمل کیا اور لکھنو کے دارالمبلغین میں مولانا عبدالشکور لکھنوی سے بھی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ (الشریعہ مئی ۲۰۰۸ء)

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد گوجرانوالہ میں اقامت اختیار کی۔ پہلے کچھ دن محض مساجد میں امامت کی پھر وہیں اپنا مطب کھول لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالحمید سواتی مطب کے لیے بنے نہیں تھے۔ اس لیے بہت جلد قدرت نے ان کو علم دین کی خدمت میں مصروف کردیا۔ مولانا کے ایک استاد مفتی عبدالواحد جو شہر مفتی بھی تھے، انھوں نے خصوصی تعاون کیا اور مولانا نے ۱۹۵۲ء میں مدرسہ نصرت العلوم کے نام سے ایک مدرسہ اور اس کے ساتھ مسجد نور کے نام سے ایک مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا۔ مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا عبداللہ درخواستی نے دست تعاون دراز کیا اور بہت جلد وہاں ایک بڑا دینی ادارہ قائم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگیا، جس کی شہرت ملکوں ملکوں پہنچی۔ان کے بھتیجے مولانا ابوعمار زاہدالراشدی نے لکھا ہے:

"اللہ رب العزت نے مدرسہ نصرت العلوم کو ملک کے بڑے دینی مدارس اور علمی مراکز کی صف میں کھڑا کر دیا اور آج دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے براہ راست یا بالواسطہ فیض پانے والے علماء کرام دینی جدو جہد کے کسی نہ کسی شعبہ میں مصروف عمل نہ ہوں" (الشریعہ)

مولانا مدت العمر جو بحمد للہ بہت بابرکت اور طویل بھی ہوئی، اس مدرسہ کے ذریعے خدمت انجام دیتے رہے۔ وہ بہترین واعظ، خطیب، اچھے استاد اور صوفی منش شخصیت کے مالک تھے۔

ان کو شاہ ولی اللہ، مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا حسین احمد مدنی سے بڑی عقیدت تھی۔ ہر جمعہ کو ان کا خطاب عام ہوتا تھا اور بقیہ ایام درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ مولانا نے اپنے قلم سے تصنیفی کام کم کیا ہے، زیادہ تر ان کے مواعظ و دروس کو لوگوں نے مدون و مرتب کیا اور اس طرح مختلف موضوعات پر ان کی کتابوں کی تعداد نصف درجن کے قریب ہے۔ ان میں حسب ذیل نام اہم ہیں:

۱۔ معالم العرفان فی دروس القرآن
۲۔ دروس الحدیث مسند احمد ۴ رجلدیں
۳۔ خطبات سواتی ۴ رجلدیں
۴۔ شرح شمائل ۲ رجلدیں
۵۔ شرح ابن ماجہ ایک جلد
۶۔ شرح ترمذی ۱ رجلد

ان کی دیگر کتابوں میں مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار، عون الخبیر شرح الفوز الکبیر، تشریحات سواتی علی ایساغوجی وغیرہ شامل ہیں۔

خاص قرآنیات پر ان کی ایک کتاب حضرت شاہ رفیع الدین کی کتاب تفسیر آیت نور کی تحقیق و حاشیہ ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین نے ایک مختصر رسالہ تفسیر آیت نور کے نام سے لکھا تھا، مولانا عبدالحمید سواتی نے اس رسالہ پر تحقیقی حواشی لکھے اور شروع میں ایک مفصل مقدمہ لکھا جس میں خانوادہ شاہ ولی اللہ کا تعارف اور اس کتاب کی اہمیت و معنویت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تفسیر آیت نور میں فلسفیانہ انداز میں سورہ نور میں مذکور آیت نور کی توجیہات پیش کی گئی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالحمید سواتی کا انتقال ۶/اپریل ۲۰۰۸ء کو گوجرانوالہ میں ہوا۔

مولانا کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن جیسا کہ ذکر ہوا بیس جلدوں پر مشتمل ہے اوراس میں پہلی جلد جوسورہ فاتحہ پر مشتمل ہے وہ نسبتاً زیادہ ضخیم نہیں ہے۔اس کے علاوہ باقی تمام جلدیں بہت ضخیم ہیں۔ یہ دروس آڈیو میں ریکارڈ کیے گئے تھے جو پرانے ریکارڈ کے تقریباً پانسو کیسٹوں پر مشتمل ہیں اور طباعت کے بعد تقریباً ۱۳/ہزار صفحات پر محیط ہیں۔

مولانا کے صاحبزادے عرباض خان سواتی نے اس تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

> ''دور حاضر کی مایہ ناز تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' دراصل حضرت والد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ کے اُن دروس کا مجموعہ ہے جو آپ نے چالیس سال سے زائد عرصہ جامع مسجد نور و مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں بیان فرمائے، ابتداء ہی سے ان دروس کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ریکارڈ کرلیا گیا تھا، اس طرح قرآن پاک کی یہ مکمل تفسیر چارسو پچھتر کیسٹوں میں پوری ہوئی، پھراس کی طباعت کا سلسلہ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء میں شروع کیا گیا جو کہ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء میں تیرہ ہزار صفحات کے ساتھ بیس جلدوں میں پایہ تکمیل کو پہنچا، حضرت والد محترم رحمہ اللہ کا وژن یہ تھا کہ ایک عام پڑھا لکھا، اردو جاننے والا بھی قرآن کریم کو سمجھ سکے، چنانچہ اس تفسیر کی تشریح نہایت آسان، عام فہم اور سادہ انداز میں کی گئی جو کہ نہ صرف عوام الناس بلکہ علمی حلقوں میں بھی بے حد مفید اور مقبول عام ہوئی، اب تک اس کے بیسیوں ایڈیشن متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور مسلسل ہورہے ہیں، الحمدللہ۔ اللہ جل شانہٗ اس تفسیر کے تمام معاونین کو اجر عظیم سے نوازے۔''

الحاج لعل دین جو اس تفسیر کو مرتب کرانے میں معاون رہے، انھوں نے درس قرآن کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

''صوفی صاحب کا درس قرآن پاک کے سلسلے میں ہمیشہ یہ معمول رہا کہ قرآن پاک کی تفسیر مفسرین ومحدثین کرام کے مرتب کردہ اصول تفسیر اور سلف صالحین کے مطابق بیان فرماتے ہیں اور حتی الامکان غیر ضروری بحث سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی تمام توجہ آیت زیر درس اور اس سے متعلقہ موضوع پر مرکوز رکھتے ہیں۔ان کے مفید طرز بیان اور موضوع سے والہانہ محبت ولگاؤ نے بعض سامعین کو مجبور کیا کہ آپ کے بیانات کو ٹیپ کے ذریعے محفوظ کرلیں۔'' (معالم العرفان فی دروس القرآن ص ۱۰)

معالم العرفان ایک طویل عرصے تک شائع ہوتی رہی اور مختلف مجلّات ورسائل میں اس پر تبصرے بھی شائع ہوتے رہے۔مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے بھی تقریباً تمام جلدوں پر تبصرے لکھے ہیں جلد نمبر ٦ پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

''حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔آں موصوف کے تحقیقی، تصنیفی، تدریسی،تبلیغی سلسلہ سے ہر خاص وعام واقف ہے۔زیر تبصرہ آپ کی تصنیف لطیف بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔جس میں ہلکے پھلکے،رواں،سلیس اور آسان اردو زبان میں قرآن کریم کے الفاظ کا ترجمہ اور سہل انداز میں مستند تفسیر،ضروری مسائل کی توضیح اور موجودہ وقت، زمانہ وماحول کی خرابیوں کی نشاندہی اور ان کا علاج قرآن کریم کی آیات اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و اِرشادات اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ کرام اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ کی اختیار کردہ توجیہات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کفر وشرک وبدعات اور ادیان باطلہ کا نہایت مختصر،مفید اور بہتر طور پر رد کیا گیا۔'' (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد ونظر،ترتیب مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مکتبہ ختم نبوت، کراچی، ۲۰۱۸،ص:۴۳۔۴۴)

جلد نمبر ۷ پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے اس تفسیر کی مزید خوبیاں بیان کی ہیں،لکھا ہے:

''بلاشبہ اس کو پڑھ کر تفسیر عزیزی کا شبہ ہوتا ہے اور حضرت مصنف گرامی کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

’معالم العرفان‘ اپنی ہمہ گیری میں نہایت جامع ہے، جو ہلکی پھلکی اور آسان اردو میں عوام الناس کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے ترتیب دی گئی ہے۔ جس میں بلاشبہ نہایت سہل انداز میں مستند تفسیر، ضروری مسائل کی وضاحت، عصری تقاضوں کے تحت نئے پیش آمدہ مسائل اور ان سے پیدا ہونے والی مشکلات اور ماحول کی خرابیوں کی نہ صرف نشاندہی کی گئی ہے بلکہ قرآن و سنت، صحابہ کرام اور جمہور مفسرین کی اختیار فرمودہ توجیہات کی رو سے ان کے علاج کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب جہاں عوام کے لیے قرآن فہمی میں بے حد معاون ثابت ہوگی، وہاں یہ علمائے کرام کے لیے بھی ایک نہایت مفید اور اہم تفسیر ہے جو اپنی خصوصیات کے پیش نظر ایک انفرادی شان کی حامل ہے۔‘‘ (ایضاً ص: ۴۴)

اسما نور پاکستان کی ایک محققہ ہیں انھوں نے مولانا عبدالحمید پر ایک اچھا تعارفی مقالہ لکھا ہے، اپنے مقالے کے ایک حصہ میں انھوں نے اس تفسیر کا جامع تعارف کرایا ہے، اس لیے اس کو ان کے حوالے سے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

’’معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد اول تفسیر سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہے یہ جلد سورۃ فاتحہ کے انہی دروس پر مشتمل ہے۔ جس میں دس دروس ابتدائی اور اہم باتوں پر مشتمل ہیں منجملہ ان میں تعوذ، تسمیہ کی تفسیر اور ان کے مسائل، مسائل تلاوت، فضائل قرآن، اصول تفسیر، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر جیسے اہم مضامین شامل ہیں۔ باقی نو دروس میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر اور اس ضمن میں بہت سے ضروری مسائل آگئے ہیں، ان میں توحید باری تعالی، رسالت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، صحابہ کرام اور مذاہب باطلہ کا رد بھی بہت اچھے انداز میں موجود ہے۔ اس جلد میں پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے اکثر و بیشتر مقامات پر حوالہ جات لگادئے ہیں تاکہ بوقت ضرورت اصل کتب کی طرف مراجعت ہو سکے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد دوم تفسیر سورۃ البقرۃ پر مشتمل ہے۔ جلد 496 صفحات پر مشتمل ہے یہ جلد سورۃ بقرۃ کے سولہ 16 رکوعات یعنی پارہ الم پر مشتمل ہے سورۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بقرۃ میں سینکڑوں مضامین بیان ہوئے ہیں لیکن اس کا مرکزی مضمون یہود کے غلط عقائد کا بیان اور ان کی تردید، ان کی خباثت اور تنزلی کے اسباب، ان کی سیاسی غلطیاں اور روحانی بیماریاں اور ان کی اصلاح ہے امت مسلمہ بھی آج انہیں حالات سے دوچار ہے جس میں بنی اسرائیل تھے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد سوئم: اس جلد میں سورۃ بقرہ کی تکمیل ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کی طویل ترین سورۃ کو دو حصوں میں شائع کیا گیا ہے، پہلا حصہ پہلے پارے پر مشتمل ہے، دوسرے حصے میں دوسرا مکمل پارہ اور تیسرا پارہ تا اختتام سورۃ شامل ہو گیا ہے۔ اس جلد میں دعوت التوحید والرسالت، فرائض خمسہ، نماز، روزہ حج، زکوۃ، ایمانیات، خلافت کے تمام اہم اصولوں، نظام سلطنت، سیاست، قانون، خانہ داری، جہاد فی سبیل اللہ، صداقت قرآن، علم القصص اور بہت سی مثالوں اور دیگر بہت سے مضامین کا ذکر ہے۔

جلد چہارم انہی دروس کا حصہ اور مکمل سورۃ آل عمران پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں توحید و رسالت، ایمانیات، حقانیت اسلام، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اصول، حرمت سود، یہود و نصاری کی اسلام دشمنی، غیر اسلامی ممالک سے تعلقات کے اصول اور ان سے مسلمانوں کی خارجہ پالیسی کا اچھے انداز میں ذکر موجود ہے، مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم کے اہم واقعات، یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد، مشنری اداروں، شرک و بدعت کا رد، اچھے طریقہ سے کر دیا گیا ہے۔ ملت ابراہیمی کے اصول مدارج ایمان کے ذکر کے علاوہ بعض معروف اسلامی شخصیات کی مختصر سوانح کا ذکر ہے۔ واقعات و قصص کا سلسلہ انتہائی مربوط ہے، علاوہ ازیں چھوٹے چھوٹے سینکڑوں مفید مسائل کا بھی ضمنی طور پر بیان موجود ہے۔ اس جلد میں بعض دروس انتہائی اہم ہیں جو مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہیں، جو انھیں ضلالت و گمراہی سے نکال کر عزت کے اعلی مقام پر پہنچانے کا کام دیں گے۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 5 سورۃ النساء کے 79 دروس پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ میں تدبیر منزل یعنی گھریلو زندگی اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں بہت سے احکام اور ان کی حکمتوں کا بیان ہوا ہے۔ اسی ضمن میں عورت کی سربراہی کا مسئلہ بھی بیان ہوا ہے، ازدواجی زندگی اور اس سے پیدا ہونے والے مختلف النوع مسائل کا حل واضح طور پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کردیا گیا ہے، جس پر عمل پیرا ہونے سے ایک عمدہ سوسائٹی وجود میں آسکتی ہے اور فساد فی الارض کے سینکڑوں اسباب کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔عبادات کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ طہارت ظاہرہ کے احکام، تیمم، جنابت، غسل کے مسائل اور طہارت باطنہ یعنی تقوٰی وراس کے اہم ترین اصول عدل، احسان، تعظیم شعائراللہ اور تنظیم شعائراللہ کا مفصل بیان ہے۔ سیاست مدنیہ یعنی احکام سلطنت کے سلسلہ میں دیگر دروس کے علاوہ درس 35، 34 بہت اہمیت کے حامل ہیں۔تاہم ان سب امور میں فلسفہ ولی اللہی کی چھاپ نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔

جلد 6 میں بنیادی عقائد کی اصلاح، شرک، نفاق سے بچنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ میں پیش آنے والے روزمرہ کے مسائل اوران کا حل، قسم اوراسلامی شہادت کے قوانین، قیامت کے دن کا محاسبہ اور جزائے اعمال، حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق تفصیلی بیان، عیسائیوں کے غلط عقائد ونظریات کا انتہائی اچھے اور عام فہم انداز میں رد، بالخصوص کھانے پینے کی چیزوں کی حلت وحرمت اور تیمّم وغسل وغیرہ کے مسائل کا ذکر ایسے اچھے انداز میں آگیا ہے جو دوسری تفاسیر میں شائد ہی ہو۔اسی وجہ سے یہ دروس بہت سی خصوصیات کے حامل ہیں۔اس سورۃ میں تفسیر کے تمام صحیح طرق کو اپنایا گیا ہے لیکن زیادہ تر تفسیر القرآن بالقرآن ہی کا طریقہ غالب رہا ہے۔معاشرتی مسائل پر بھرپور تنقید کے لیے درس 23 اور 52 کافی اہم ہیں۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 7 میں تفسیر سورۃ انعام میں حضرت صوفی صاحب نے بے پناہ پیچیدہ مسائل کو نہائت عمدہ طریقہ پر آیات قرآنیہ سے استنباط کرکے فہم اخاذ میں سمجھایا ہے۔

جلد 8 تفسیر سورۃ الاعراف میں توحید، رسالت، صداقت قرآن، ایمانیات، اخلاقیات، قیامت کے علاوہ معاشرتی مسائل، حلت وحرمت کا قانون، عبادات اور فاتحہ خلف الامام جیسے مضامین بھی کافی عمدہ طریقہ پر آگئے ہیں۔سورۃ اعراف میں چونکہ قصص کا کافی حصہ ہے تو قصص وواقعات کو بڑے اچھے پیرایہ میں مربوط طور پر یکجا بیان کردیا گیا ہے جو کہ مختلف جگہوں اور کتب سے مستنبط بہت سے مسائل سلوک وتصوف اور عروج وزوال

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے بہت سے اسباب کا ذکر بھی ہے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 9 میں قرآنی مطالب وتفسیری نکات، صحیح و مربوط واقعات فقہی مسائل مذاہب باطلہ کے احسن طریق سے رد کے علاوہ دور حاضر کے ان پیچیدہ اور اہم مسائل کا منشائے ایزدی کے مطابق حل اور مسلمانوں کی پستی کے اسباب کی سیدھے سادھے آسان الفاظ میں نشاندہی یقیناً دروس القرآن کا امتیاز ہے۔سورۃ کا موضوع جہاد فی سبیل اللہ، مقصد جہاد، مجاہدین کی جماعت کو منافقین کے ٹولہ اور بنیادی خامیوں سے پاک رکھتا ہے۔اس کے علاوہ اس جلد میں اسلام کا قانون صلح وجنگ اسلام کی خارجہ پالیسی کے اصول،غزوہ حنین، احداور غزوہ تبوک کے واقعات، منافقین کی نشاندہی اوران کی سازشوں کی نقاب کشائی کے علاوہ کفروشرک کی تردید، توحید خداوندی، رسالت خاتم الانبیاء علیہ السلام اور دیگر اہم مسائل کا ذکر بہت اچھے انداز میں موجود ہے۔ان دونوں سورتوں کے مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں جس میں سب سے اہم مضمون اسلام کا قانون صلح و جنگ ہے جو دونوں سورتوں میں جہاد کے بڑے بڑے اصول بیان کیے ہیں البتہ سورۃ انفال میں غزوہ بدر اور سورۃ توبہ میں غزوہ تبوک کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ان دونوں سورتوں کا زمانہ نزول مختلف ہے تاہم مضامین کی مناسبت کے لحاظ سے ترتیب تلاوت میں ان کو اکٹھا رکھا گیا ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان میں بسم اللہ بھی نہیں لکھی گئی۔ جہاد کے علاوہ دیگر متفرق مضامین بھی ان دونوں سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ان تینوں سورتوں کا تعلق مکی دور سے ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح ان میں بھی اسلام کے چار بنیادی مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔قرآن پاک کی حقانیت وصداقت اوراس کا وحی الٰہی ہونا

۲۔توحید خداوندی اوراس کے عقلی اور نقلی دلائل۔

۳۔بعثت انبیاء، ان کا طریقہ تبلیغ، اقوام کا ردعمل اور نافرمانیوں کے لیے سزا۔

۴۔وقوع قیامت، محاسبہ اعمال اور جزاوسزا

ان سورتوں کا زمانہ نزول مکی زندگی کا آخری حصہ معلوم ہوتا ہے جبکہ پیغمبر اسلام اور اہل ایمان کے خلاف کفار کی ریشہ دوانیاں بہت بڑھ چکی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعظ وتبلیغ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے تمام وسائل استعمال کر چکے تھے مگر قوم کی طرف سے مسلسل انکار اور ایذا رسانیاں، اس قوم پر بھی قہر کی نگاہ ڈالنے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ اللہ تعالی اور جس عذاب کو یہ خود اپنی زبانوں سے طلب کر رہے ہیں، اس کا مزہ چکھادے۔

صوفی عبدالحمید سواتی کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد نمبر 10 ' 28 دروس پر مشتمل ہے۔ اس میں تصدیق رسالت، قرآن پاک کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی شاہ ولی اللہ کے نظریات کو بھی بیان کیا ہے۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 11 صوفی عبدالحمید سواتی کے 33 دروس پر مشتمل ہے۔ رعد بادل کی گرج کو کہا جاتا ہے چونکہ اس سورۃ میں بادلوں اور ان کی گرج کا ذکر ہے، اس لیے اس سورۃ کو رعد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یہ سورۃ بھی مکی ہے سورۃ یوسف اور سورۃ رعد کے زمانہ نزول کی طرح ان کے مضامین بھی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ مکی سورتوں میں عام طور پر بنیادی عقائد توحید، رسالت، قیامت وغیرہ کا ذکر آتا ہے، قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا ذکر ہے، نبوت و رسالت کے متعلق معترضین کے جوابات دیے گئے ہیں۔ حجر ایک وادی کا نام ہے جو مکہ اور شام کے درمیان تبوک کے قریب ہے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد نمبر 12 صوفی عبدالحمید سواتی کے 19 دروس پر مشتمل ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا سورۃ بنی اسرائیل سورۃ کہف اور سورۃ مریم کے متعلق بیان ہے۔ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلادِي (یہ عمدہ سورتیں میرا پرانا مال نہیں یعنی میں نے انہیں بہت پہلے سے یاد کر لیا تھا)۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی زیادہ تر بنیادی عقائد ہی کا ذکر ملتا ہے۔ اللہ تعالی کی توحید کا اثبات اور شرک کی تردید، رسالت کا اثبات وغیرہ سورۃ کے مضامین ہیں۔ اس سورۃ میں اخلاقی تعلیم کا ذکر بھی ہے جو کہ انسان کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 13 صوفی عبدالحمید سواتی کے 24 دروس پر مشتمل ہے۔ پانچ سورتوں پر مشتمل سلسلہ دروس القرآن کی یہ تیرھویں جلد ہے۔ یہ جلد اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ اڑھائی پاروں پر مشتمل پانچ سورتیں طٰہٰ، انبیاء، الحج المومنون اورالنوراس میں آگئی ہیں۔اس سے پہلے قرآن پاک کا اتنا زیادہ حصہ کسی جلد میں نہیں آیا۔ان سورتوں میں سورۃ النور مکمل طور پر مدنی سورۃ ہے جبکہ سورۃ الحج کی کم وبیش چھ آیتیں مدنی اور باقی سب مکی ہیں، ہر سورۃ کے مضامین اس کے زمانہ نزول کے حالات و واقعات سے مناسبت رکھتے ہیں۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی جلد 14 صوفی عبدالحمید سواتی کے 13 دروس پر مشتمل ہے۔نزول قرآن کے بعداس کی تشریح وتوضیح کا کام اہل اللہ ہر زمانے میں کرتے چلے آئے ہیں اور ہر سعی کنندہ نے اس بحر زخار سے نئے نئے موتی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے تاہم قرآن پاک کا علم وفہم بھی خداوند قدوس کی اعانت سے ہی ممکن ہے کیونکہ انسان کو قرآن کا علم بیان سکھانے والی ذات بھی وہ خود ہی ہے۔چودھویں جلد میں چھ سورتیں فرقان، شعراء، نمل، قصص، عنکبوت اور روم آگئی ہیں۔جن کی کل ضخامت اڑھائی پارے بنتی ہے۔یہ تمام سورتیں مکی زندگی کے درمیانی یا آخری حصے میں نازل ہوئیں۔ان سورتوں کے مضامین بھی توحید، رسالت معاداورقرآن کی حقانیت ہیں تاہم عقائداوراخلاق کی درستگی پر بھی زور دیا گیا ہے۔سورۃ شعرامیں نزول قرآن کے طریقہ کار کی بھی وضاحت کی گئی ہے، اس میں توحید کے اثبات اورشرک کے رد میں بہت سے عقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔خدا تعالی کے ذکر کی فضیلت، اہل کتاب کے ساتھ بہتر مجادلہ اورمشرکوں کے ساتھ سخت لہجہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔قرآن کریم کو سمجھنا اوراس کے معانی ومطالب میں تدبر اورغوروفکر کرنا ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ رب العزت کا برگزیدہ اورآخری کلام ہے اس میں مومنین کے لیے رشد و ہدایت کے بیش بہا خزانے اورفوز وفلاح کے گراں قدر انعامات ہیں۔یہ بھی نوع انسان کے لیے جہاں ایک مکمل قانون ودستور ہے، وہاں اقوام عالم کے لیے غور وخوض کے تمام طور طریقے اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔اس پر عمل پیرا ہوکر ہی نجات کی راہ ہموار ہوسکتی ہے بلکہ دنیوی عروج وزوال بھی اس صحیفۂ مقدس پر عمل کرنے اورنہ کرنے سے وابستہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی سولھویں جلد پونے تین پاروں پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ زمر، سورۃ مومن، سورۃ حم سجدہ، سورۃ شوریٰ، سورۃ زخرف، سورۃ دخان، سورۃ جاثیہ اور سورۃ احقاف پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ان نو سورتوں کی تفسیر وتشریح بیان کی گئی ہے۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی سترہویں جلد میں سورۃ محمد سے سورۃ رحمٰن تک کل 9 سورتوں کی تشریح درج ہے۔ سورۃ محمد کو سورۃ قتال بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورۃ میں اسلام کے قانون صلح وجنگ کی تفصیلات کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو سورۃ قتال بھی کہا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب پر ایمان اور اسی ایمان کو کامیابی ٹھہرانے کی وجہ سے اس سورۃ کا نام محمد بھی ہے۔ اہل جنت کی کامیابی اور انعامات اور دوزخیوں کی سزا اور ان کے برے انجام کا تذکرہ بھی ہے۔ قرآن کریم میں مجاہدین اور صابرین کا ذکر، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، دنیا کی بے ثباتی اور دلی مرض نفاق کا ذکر بطور خاص ہے۔

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی اٹھارویں جلد گیارہ سورتوں کی تفصیل وتشریح نہایت دلکش اور جاذب نظر پیرایہ میں سموئے ہوئے ہے۔ سورۃ الواقعہ میں لفظ واقعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس سورۃ میں چار بنیادی اصول توحید، رسالت، وقوع قیامت، جزائے عمل، قرآن کریم کی عظمت وصداقت کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ اہل جنت کو ملنے والے بعض انعامات اور مجرموں کو ملنے والی بعض سزاؤں کا بھی تذکرہ ہے اور ان کے ضمن میں بہت سے مسائل اور احکام بھی بیان ہوئے ہیں۔ حدید لوہے کو کہا جاتا ہے۔ اس میں لوہے کے استعمال کا ذکر ہے۔ تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں تو اس کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ اس سورۃ میں دین کے بنیادی عقائد توحید اور اس کے دلائل، وقوع قیامت اور جزائے عمل کے ذکر کے ساتھ رسالت کے سلسلہ میں نوح اور ابراہیم کا خاص طور پر ذکر ہے۔ اس میں بعض احکام مثلاً جہاد اور اس کی فضیلت، اس کے لیے مال کا خرچ کرنا، قرض حسنہ کی اہمیت، منافقین کا انجام، دل کی نرمی وسختی، شہدا کے مراتب اور دنیاوی زندگی کی بے ثباتی کا بھی تذکرہ ہے۔

معالم الفرقان فی دروس القرآن کی انیسویں جلد سورۃ جن تا مرسلت پر مشتمل ہے۔ دروس کا یہ سلسلہ قرآن پاک کے معانی ومطالب کی حفاظت کا ایک پاکیزہ سلسلہ ہے اور اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل کا قرآن وسنت کے مطابق بہترین حل ہے۔دروس القرآن مولانا صوفی عبدالحمید مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے وہ دروس ہیں جو وہ نماز فجر کے بعد جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں ارشاد فرماتے جس میں عوام بھی شریک ہوتے اور خواص یعنی تعلیم یافتہ حضرات بھی۔تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں جہاں تفسیری نقاط، فقہی مسائل اور غیر اسلامی نظام حکومت، سرمایہ داری، سوشلزم، کیمونزم وغیرہ باطل نظامات پر بے لاگ تبصرہ ملے گا اور بنیادی خرابیوں کی نشاندہی اور اسلام کے بنیادی عقائد کی توضیح، کفر وشرک و بدعات کا نہایت اچھے اور عام فہم انداز میں رد اور عصر حاضر میں مسلمانوں کی معاشی سیاسی اقتصادی، تعلیمی اور اخلاقی طور پر پستی اور تنزل اور اس کے اصلی اسباب ومحرکات کی واضح نشاندہی بھی ملے گی۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کی بیسویں جلد سورۃ النبا تا سورۃ الناس پر مشتمل ہے۔

قرآن پاک کو سمجھنے اور اس کے علوم سے بہرہ ور ہونے کے لیے اس کی طرف کس قسم کی توجہ اور کس قسم کے تعلق کی ضرورت ہے وہ خود قرآن بیان کرتا ہے۔اس کے خزانے سے وہی شخص مستفید ہوسکتا ہے جو اہل دل ہو اور ظاہر وباطن کی پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا عبیداللہ سندھی ضلع سیال کوٹ کے ایک گاؤں چیاں والی کے رہنے والے تھے۔اصلاً آپ سکھ مذہب کے ماننے والے تھے۔آپ کا اصلی نام بوٹا سنگھ اور والد کا نام جسپت رائے تھا۔1872 میں پیدا ہوئے اور بہت کم عمری میں 1887 میں اسلام قبول کیا۔اسلام قبول کرنے کی وجہ تقویۃ الایمان اور تحفۃ الہند وغیرہ کتابوں کا مطالعہ بتایا جاتا ہے۔اسلام قبول کرنے کے بعد ایک صوفی بزرگ حافظ محمد صدیق (م 1891) جو سندھ کے ایک مقام بھر چونڈی میں رہتے تھے، ان کے مرید ہوگئے۔درس نظامی کی بعض کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔اسی سال دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔چوں کہ ابتدائی تعلیم پہلے ہی حاصل کر چکے تھے، اس لیے دو سال بعد 1890 میں درسیات کی تکمیل کر کے دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہو گئے۔اس کے بعد سندھ میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ 1909 تک آپ سندھ کے مقام امروٹ میں تعلیم و تحقیق میں مصروف رہے۔یہاں تدریس کے علاوہ آپ نے سندھی زبان میں ایک رسالہ بھی نکالا اور اسی کے ساتھ اپنے استاد شیخ الہند کے نام پر محمود المطابع کے نام سے ایک اشاعتی مرکز بھی قائم کیا۔

1909 میں حضرت شیخ الہند کی دعوت پر آپ سندھ چھوڑ کر دیوبند آ گئے اور شیخ الہند کی تنظیم جمعیۃ الانصار کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔شیخ الہند نے قرآنی علوم کی اشاعت کے لیے جمعیۃ الانصار کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا۔1913ء میں وہ اس ادارے کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔اسی سال نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے دہلی کی مسجد فتح پوری میں ایک ادارہ قائم کیا گیا تھا، اس کے بنیادی مقاصد یہ تھے کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھایا جائے، اسلامی مدارس، مکاتیب، اسکول اور کالجوں کے لیے قرآن کے اساتذہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیار کیے جائیں، قرآن کے مضامین کی عام فہم انداز میں ترویج واشاعت کی جائے اور مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کیے جائیں۔

مولانا اس ادارے سے 1915 تک وابستہ رہے۔اس کے بعد 1915 میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گئے، کابل میں ان کا قیام کم وبیش سات سال رہا۔اس دوران میں ان کی مصروفیات زیادہ تر سیاسی نوعیت کی رہیں۔کابل میں ہندستان کی عبوری حکومت قائم ہوئی تو اس کے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔کابل کے قیام میں انھوں نے ''کانگریس کمیٹی کابل'' قائم کی اور اسی سال اس کا الحاق انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ ہوا۔

1922 میں وہ روس کے راستے سے ترکی کو روانہ ہوئے۔ماسکو میں سات ماہ قیام کیا 1923 میں ترکی پہنچے اور عصمت پاشا اور رؤف بیک وغیرہ بڑے عمائدین سے ملاقات کی۔استنبول ترکی سے آپ نے سوئزرلینڈ اور اٹلی کا سفر کیا اور 1926 میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔یہاں بہت طویل عرصہ تک قیام فرمایا۔مکہ مکرمہ میں آپ کی سیاسی سرگرمیاں بھی جاری رہیں اور درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔یہاں آپ کے بہت سے تلامذہ نے آپ سے استفادہ کیا۔خاص طور پر ایک روسی عالم علامہ جاراللہ موسیٰ جن سے ماسکو میں ملاقات ہوئی تھی، وہ یہاں بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے۔علامہ موسی نے آپ کے افادات پر مشتمل ایک تفسیر مرتب کی جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ 1939 میں کانگریس نے آپ کو ہندستان بلایا۔آپ کراچی ہوتے ہوئے ہندستان آئے۔کلکتہ کا بھی سفر کیا اور جمعیۃ علماء کلکتہ کے اجلاس کی صدارت کی۔کچھ دن دہلی کے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں قیام فرمایا۔یہاں بیت الحکمت کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا تھا بلکہ وہ ادارہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی خواہش پر انھوں نے ہی قائم کیا تھا اور اس کی ایک شاخ لاہور میں بھی قائم کی تھی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اس ادارہ کے ذمہ دار وہی مقرر ہوئے۔اسی دوران آپ کی صحت خراب ہوگئی اور سندھ چلے گئے جہاں ۱۹۴۴ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (مولانا کے یہ سوانحی حالات دو ماخذ سے لکھے گئے ہیں: ایک تحدیث العبد الضعیف بنعمۃ ربہ اللطیف جس کا ترجمہ سوانح خودنوشت کے نام سے مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے کیا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور مولانا بشیر احمد امینی میواتی نے اس کو جامعہ رحیمیہ گھاسیڑہ میوات سے شائع کیا ہے۔اور دوسرے تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۶۵ تا ۶۷)

(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب، اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ ص: ۳۶۸ تا ۳۷۳)

مولانا عبیداللہ سندھی کی زندگی سراسر حرکت وعمل سے عبارت تھی۔وہ زندگی کے بیشتر ایام میں پابہ رکاب رہے۔انھوں نے مختلف ملکوں کا سفر کیا۔ہر ملک کے اکابر وعلماء سے ملے۔ہندستان کی تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ریشمی رومال تحریک سے بھی وابستہ رہے۔ساری زندگی اس پابہ رکابی کے باوجود درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا عبیداللہ سندھی کو اس طویل سیاحت میں ایک بات کا بہت شدت سے احساس ہوا کہ اب زمانے کی روش سے تغافل اختیار کرکے ہم ملت اسلامیہ کو سربلندیوں کے مطلوبہ مقام تک نہیں لے جاسکتے۔اس لیے ہم کو قدیم وجدید کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنی ہوگی۔مولانا کے ان خیالات کو ان کے ایک معتبر شاگرد علامہ موسیٰ جار اللہ روسی نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ’’حضرت مولانا سندھی کے نزدیک ان کی مہتم بالشان آرزؤں کی تکمیل کا اولین طریقہ اور ابتدائی تدبیر یہ تھی کہ امت اسلامیہ کے بچوں اور بچیوں کی کامل تربیت اسلامی اور عصری اصولوں کے مطابق مسلمانوں کی بہترین اسلامی درسگاہوں اور عالم تمدن کی اعلیٰ جامعات میں کرائی جائے۔چنانچہ اس سلسلے میں حضرت مولانا نے جو سب سے پہلا اقدام کیا وہ یہ تھا کہ دہلی اور لاہور میں آپ نے نمونے کے طور پر بیت الحکمت نامی ادارے کی تاسیس کی اور ان کی آرزو تھی کہ اس کو اپنی زندگی میں تمام کرہ ارض کی بہترین یونیورسٹی دیکھیں۔جو اسلامی علوم کے ساتھ عصر حاضر کے کائناتی اور اجتماعی علوم کی تعلیم کا واحد مرکز ہو۔‘‘ (مجلّہ جامعہ، دہلی دسمبر ۱۹۴۴ ص ۲۷)

مولانا عبیداللہ سندھی کی فکر اور غور وتدبر کا محور بیشتر قرآن کریم اور ولی اللہی فلسفہ رہا۔ساری زندگی اسی کی اشاعت میں لگے رہے۔انھوں نے متعدد لوگوں کو اس کا باضابطہ درس دیا، جس کو ان لوگوں نے قلم بند کیا۔اور وہی مولانا کے افادات ان کی تفسیر کی حیثیت سے شائع ہوئے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا نے اپنی خودنوشت میں قرآن سے متعلق اپنی تصنیف کردہ متعدد کتابوں کی فہرست دی ہے۔تاہم ان کی زیادہ تر موجودہ تصانیف ان کے افادات اور امالی پر مشتمل ہیں جوان کے تلامذہ نے جمع کیے۔ان میں قرآنیات پر کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔الہام الرحمٰن

۲۔قرآنی شعور انقلاب

۳۔قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے

۴۔مجموعہ تفاسیر امام سندھی

۵۔تفسیر المقام المحمود

۶۔شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ

ان کتابوں کا تعارف کرانے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر کر دیا جائے کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے خود اپنے قلم سے بھی ایک باضابطہ تفسیر لکھی تھی،اس کا نام خلاصۃ القرآن ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تحریر تفسیر سے متعلق ان کے قلم کی مرہون منت نہیں ہے۔ بلکہ ان کی تمام تفسیریں ان کے تلامذہ کی کاوشیں ہیں۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری نے مولانا عبیداللہ سندھی کی کتب تفسیر کی استنادی حیثیت پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔اس میں ان تمام تفسیروں کا جائزہ لیا ہے۔خلاصۃ القرآن کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:

> ''مولانا سندھی کے تصنیفی افکار کے سلسلے میں یہ بات بہت اہم ہے اور اس کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ اس باب میں اردو،سندھی اور عربی میں جو کچھ ہے ان میں سے خلاصۃ القرآن کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں جو مولانا مرحوم نے اپنے قلم سے تالیف وتصنیف فرمائی ہو۔(انوار مدینہ، جامعہ مدنیہ، لاہور، ربیع الاول ۱۴۱۵، ستمبر۱۹۹۲ص ۳۷)

ذیل میں ان کے ان امالی کا اجمالی تعارف کرایا جاتا ہے:

الہام الرحمٰن:

یہ تفسیر عربی زبان میں ہے۔روس میں مولانا نے سات ماہ قیام کیا اور زیادہ تر ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

روسی عالم علامہ موسیٰ جار اللہ کے گھر قیام کیا۔ موسیٰ جار اللہ خود بھی بہت بڑے عالم تھے، ان کی دو سو سے زیادہ کتابیں ہیں۔ وہ مولانا عبید اللہ سندھی سے بہت متاثر تھے اور ان کے افادات کو جمع کرتے رہتے تھے۔ جب مولانا سندھی حجاز تشریف لائے تو وہ بھی حجاز آ گئے یہاں انھوں نے مولانا سندھی سے باضابطہ قرآن کا درس لیا اور مولانا کے امالی کو لکھتے رہے یہ امالی بعد میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے مرتب کر کے دو جلدوں میں سندھ سے شائع کرا دیے ہیں۔ یہ تفسیر جیسا کہ ذکر ہوا عربی زبان میں ہے۔ اس کی عربی میں اشاعت کے بعد تین لوگوں نے مل کر اس کا اردو ترجمہ بھی کیا۔

تفسیر المقام المحمود:

مولانا عبید اللہ سندھی کے بعض تلامذہ نے ان کے امالی قلم بند کیے۔ یہ تفسیر دراصل انہی امالی پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر 7 جلدوں میں ہے۔ اور ہر جلد کا نام قدرے مختلف ہے۔ مثلاً پہلی جلد کا نام ہے۔ ''المقام المحمود فی تفسیر کتاب اللہ الودود الملقب بموافق المسترشدین'' اسی طرح دوسری جلد کا نام ہے۔ ''المقام المحمود فی تفسیر کتاب اللہ الودود الملقب بسبیل الرشاد'' اس طرح سات جلدوں کے الگ الگ نام ہیں۔ یہ تفسیر بہت ضخیم ہے اور کم و بیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

قرآنی شعور انقلاب:

مولانا سندھی کی یہ تفسیر ان کے افکار و معارف کی جامع ہے۔ دراصل 1939 میں مولانا حجاز سے ہندستان تشریف لائے۔ یہاں انھوں نے مولانا احمد علی لاہوری سے دو شاگرد مانگے جن کو وہ فکر ولی اللہی کے مطابق قرآن کی تفسیر اور قرآن کے منہاج انقلاب کی تفصیلات املا کرا سکیں۔ مولانا احمد علی نے مولانا شبیر احمد لدھیانوی اور مولانا خدا بخش بی اے کو ان کے حوالے کیا۔ ان دونوں حضرات نے مولانا سندھی کے امالی نقل کیے جو تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل تھے۔ یہ حصے اسی دور میں ہفت روزہ خدام الدین میں بھی شائع ہوتے تھے۔ یہ تفسیر پورے قرآن کی ایسی تفسیر نہیں ہے جیسی عام طور پر تفسیریں ہوتی ہیں۔ بلکہ اس میں ایک ایک سورت کو بنیاد بنایا ہے اور اس سورت کے بنیادی موضوع کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

عنوان بنا کر اس کی تفسیر کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ کی تفسیر ’قرآنی اساس انقلاب‘‘ کے عنوان سے کی ہے ۔سورہ العصر کی ’’قرآنی اصول انقلاب‘‘ سورہ المجادلہ کی ’’قرآنی حزب اختلاف‘‘ اسی طرح کے عناوین کے تحت قرآن کی متعدد سورتوں کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس میں پندرہ سورتوں کی تفسیر ہے۔ یہ پورا مجموعہ قرآنی شعور انقلاب کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمان پوری طرح قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ قرآن کی طرف رجوع کے بغیر کوئی انقلاب نہیں آ سکتا۔ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے:

اب ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان قرآن حکیم سے منہ موڑ کر اپنے مرکز کو مجتہدین اور اہل احسان سے خالی رکھ کر اور خدا کی طرف توجہ کیے بغیر کس طرح نجات پا سکتے ہیں ۔ (مولانا عبیداللہ سندھی: قرآنی شعور انقلاب، ص ۴۷)

القاء المنان فی تفسیر القرآن:

مولانا عبیداللہ سندھی نے یہ تفسیر سندھی زبان میں لکھی ۔ یہ بھی مولانا کے قیام حجاز کے امالی ہیں۔ حجاز میں قیام کے زمانے میں ان کے ایک شاگرد مولانا محمد مدنی نے ان سے قرآن پڑھا۔ مولانا کے دروس انھوں نے قلم بند کر لیے۔ یہ ایک ضخیم تفسیر ہے ابھی مکمل شائع نہیں ہوئی سورہ یوسف تک تین جلدیں چھپ چکی ہیں غالباً تین جلدیں اور ہیں ۔ حکیم محمد اقبال نے ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے جو اشاعت کے مرحلے میں ہے۔

اس تفسیر کے بارے میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری نے لکھا ہے کہ:

’’علامہ موسی جاراللہ کے امالی تفسیر ’الہام الرحمٰن‘ کے برابر درجہ استناد مولانا محمد مدنی کی سندھی تفسیر کا ہے۔ یہ تفسیر مولانا عبیداللہ سندھی نے بیان فرمائی اور مولانا مدنی نہایت صحت کے ساتھ سندھی میں مولانا مرحوم کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں میں قلم بند کرتے رہے۔ (انوار مدینہ، جامعہ مدنیہ، لاہور، ربیع الاول ۱۴۱۵، ستمبر ۱۹۹۲، ص: ۴۰)

مولانا عبیداللہ سندھی کی تفاسیر روایتی تفسیر کے طریقے پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ انھوں نے قرآنی علوم و معارف کو عصری تقاضوں کے مطابق فلسفیانہ اسلوب میں پیش کیا ہے۔ ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی گفتگو کا محور حکمت قرآن ہوتی ہے لیکن وہ اس کی تفسیر عصری تناظر میں کرتے ہیں اور یہ طریقہ انھوں نے جیسا کہ وہ خود وضاحت کرتے ہیں، فکر ولی اللہی سے اخذ کیا ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اصول تفسیر کا تذکرہ کر دیا جائے۔ یہ اس لیے بھی ہونا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ اسلامی تاریخ میں پہلے شخص ہیں جن کو اصول تفسیر کا مدون کہا جاتا ہے۔

مولانا سندھی کے اصول تفسیر

مولانا عبید اللہ سندھی پر سب سے زیادہ اثرات شاہ ولی اللہ کے ہیں۔ وہ فکر ولی اللہی سے بہت زیادہ متاثر اور اس کے بہت بڑے شارح مانے جاتے ہیں، وہ ساری زندگی ولی اللہی فلسفہ کی تعلیم و تفہیم کرتے رہے۔قرآن فہمی کے لیے بھی انھوں نے فکر ولی اللہی سے پورا پورا استفادہ کیا اور خاص طور پر تفسیر قرآن میں الفوز الکبیر فی اصول التفسیر جو ان کی اولین کتاب ہے، وہ ان کی رہنما رہی ہے۔انھوں نے اپنے پورے تفسیری سرمایے میں الفوز الکبیر میں بیان کردہ اصولوں کو استعمال کیا ہے۔

مولانا سندھی نے الفوز الکبیر میں بیان کردہ اصول تفسیر کے علاوہ قرآن کی عصری معنویت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن فہمی کے چند مبادیات اور اصول خود بھی مرتب فرمائے، ان میں چند یہ ہیں۔

(۱) قرآن کریم بنیادی طور پر ایک معاشرے کی تشکیل کرتا ہے۔قرآن میں جو غور وتدبر اور بار بار پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآن کو پڑھ کر ثواب حاصل کرلیں اور چھوڑ دیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید پر غور کر کے اس کی روشنی میں اپنے معاشرے کی تشکیل ان خطوط پر کریں۔

(۲) قرآن کی عصری تفہیم ہونی چاہیے یعنی قرآن مجید چونکہ ہر دور کے لیے ہدایت ہے، اس لیے ہر زمانے کے انسان کو اپنے عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر قرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔مولانا نے سورۃ العصر کی تفسیر میں اس اصول کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے۔

(۳) قصص القرآن میں خیر وشر کی قوتوں کی جو کشمکش نظر آتی ہے، اس کی بھی عصری تفہیم ضروری ہے اور ان واقعات کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس طرح کے حالات میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سابقہ امتوں نے جس طرح اپنے دین اور اپنے وجود کو باقی رکھا، بعد کے لوگ بھی انہی کے نقش قدم پر اپنے عہد کے حالات کے لیے رہنمائی حاصل کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے قرآن کی تفسیر متعدد مرتبہ کی جس کو ان کے شاگردوں نے قلم بند کیا اور پوری زندگی قرآن مجید میں غور وفکر کرتے رہے اور اپنے حاصل فکر کو اپنے طلبہ کو بتاتے رہے۔ اس طرح ان کی کئی تفسیریں ہوگئیں اور بلاشبہ فہم قرآن میں، اشاعت قرآن میں اور قرآن کی عصری تفہیم میں مولانا عبیداللہ سندھی کی گراں قدر خدمات ہیں جن سے بعد کا کوئی مصنف بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

مفتی عزیز الرحمٰن نے قرآن سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں:

ا۔تاریخ الاحکام

تاریخ الاحکام لکھنے سے قبل وہ سیرت طیبہ، سیرت صحابہ، تذکرہ مشائخ اور دوسرے موضوعات پر ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھ چکے تھے۔اسی دوران میں ان کو تاریخ الاحکام لکھنے کا خیال آیا۔ بڑا منفرد موضوع ہے، شاید اس پر کوئی کتاب سابق میں موجود بھی نہیں ہے۔اب پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے۔اس کا نام مکی عہد میں احکام کا ارتقاہے۔تاریخ الاحکام کے نام سے اول وہلے میں یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ یہ احکام القرآن کی طرح کا کوئی موضوع ہے لیکن مصنف نے اس کی وضاحت بھی کردی ہے کہ احکام القرآن نہیں بلکہ احکام کی تاریخ ہے اوراس سے مراد اسلام کے احکام کی تاریخ ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی نہیں بلکہ توقیفی ہے۔اس لیے موجودہ ترتیب کے مطابق قرآن مجید کے احکام کا تاریخی مطالعہ نہیں ہوسکتا۔اس لیے انھوں نے بڑی جدوجہد اور تاریخ وسیر اور علوم قرآن اور سیرت اصحاب کی کتابوں کی مدد سے قرآن مجید کی ایک نزولی ترتیب مرتب کرنے کی کوشش کی۔اس میں ان کو جو دشواریاں پیش آئیں ان کا تذکرہ انھوں نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔(تاریخ الاحکام، ص:۶) قرآن کی نزولی ترتیب کے سلسلے میں ان کا اعتماد تین کتابوں پر زیادہ رہا۔ایک ابن کثیر، دوسرے علامہ محمود آلوسی کی روح المعانی، تیسرے علامہ عبدالحق کی الاکلیل۔چوں کہ مولانا مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں بھی قرآن کے تاریخی نزول کے مسائل پر بحث کی ہے، انھوں نے اس کا مطالعہ بھی کیا اور یہ وضاحت کی کہ مودودی صاحب کی تفسیر میں بھی یہ مباحث ان حضرات کے باہر نہیں جاتے۔طویل مطالعہ اور غوروفکر کے بعد انھوں نے قرآنی آیات

toobaa-elibrary.blogspot.com

وسورتوں کے نزول کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور: ابتدائے نبوت سے لے کر ہجرت حبشہ ثانیہ تک یعنی ۱ تا ۵ نبوی

دوسرا دور: حضرت عمر کے اسلام سے لے کر معراج تک۔ یعنی ۶ تا ۱۱ نبوی

تیسرا دور ۱۲ سے ۱۳ نبوی یعنی ہجرت مدینہ تک

چوتھا دور ہجرت مدینہ ۱ ہجری سے صلح حدیبیہ تک

پانچواں دور: صلح حدیبیہ سے وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ((ایضا، ص:۹)

اگرچہ انھوں نے اس تقسیم کی کوئی خاص منطقی توجیہ نہیں کی ہے تاہم اس کی اہمیت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ ترتیب و تقسیم اگرچہ بالکل غیر قطعی ہے لیکن تاریخی قرائن اور قیاسات کی اس روشنی میں ہے جس کو روایات کی تائید حاصل ہے اور اس طرح پر قرآن پاک اور سیرت پاک اور فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے میں جو بصیرت حاصل ہوگی، وہ بہت بڑی حد تک تاویلات اور احتمالات کے طریقے سے نجات دلا دے گی۔ اس طرح سیرت اور تفسیر اور حدیث اور فقہ کے مطالب نہایت نکھر کر سامنے آئیں گے (ان شاء اللہ) اور یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔'' (ایضا ص:۹)

اپنی اس کتاب میں مذکورہ بالا تین کتابوں کے علاوہ انھوں نے سب سے زیادہ استفادہ شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے باب 74 ''زمانہ جاہلیت اور نزول قرآن'' سے کیا ہے۔ وہ اس باب کو اپنے لیے رہنما کے طور پر دیکھتے ہیں۔

مصنف نے مقدمے میں اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ یہ کتاب احکام القرآن کی کتاب نہیں ہے بلکہ تاریخِ احکام کی کتاب ہے۔ احکام القرآن الگ موضوع ہے اور تاریخ احکام الگ۔ اِس کتاب میں احکام نہیں بلکہ احکام کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ بات بھی عرض کرنا بہت ضروری ہے کہ احکامات کو بیان کرنے میں زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا گیا ورنہ یہ کتاب ''تاریخ الاحکام'' احکام

toobaa-elibrary.blogspot.com

القرآن ہو جاتی اور یہ دوسرا موضوع ہے۔اس کتاب میں تو بیشتر بنیادی احکام اور بعض جزوی احکامات کی ابتدا اور اصلیت اور ان کا تدریجی اور ارتقائی دور دکھلایا کیا گیا ہے۔اس طرح سیرت، تفسیر قرآن، فقہ اسلامی کے مطالعہ کا بالکل جدید راستہ دکھایا گیا ہے۔(ایضاص:١١)

تفسیر تقریر القرآن:

تقریر القرآن کے نام سے انھوں نے تفسیر لکھی ہے۔تفسیر لکھنے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔دراصل ان کے ساتھ کچھ ذاتی مسائل تھے جن میں وہ ذہنی طور پر پریشان تھے۔اس دوران میں اپنے ذہنی انتشار کو دور کرنے کے لیے پہلے انھوں نے قرآن مجید پر غور وفکر کرنا شروع کیا،اس میں ان کو یک گونہ سکون ملا۔اس لیے انھوں نے داعیانہ اسلوب میں یہ تفسیر لکھی۔انھوں نے لکھا ہے:

> ''میں نے سوچا قرآن پاک کی خدمت کروں اور جو اس کی داعیانہ حیثیت ہے،اسی حیثیت سے پیش کروں تا کہ میرا ذہن جو ہر وقت مشوش رہتا ہے ،اس میں انتشار رہتا ہے وہ خدائی کلام کے مطالب پر غور وخوض میں صرف ہو اور جو اس کام میں رکاوٹ بنے اللہ تعالی اس کے آڑے آئے اس نیت سے یہ تفسیر میری ذاتی ضرورت اور ذاتی علاج تھا۔''(تفسیر تقریر القرآن ادارہ تفسیر تقریر القرآن،١٩٨٦ ،دیوبند،ص:٦)

اس کتاب میں ان کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ ہر سورت کے شروع میں سورت کا مکمل تعارف کراتے ہیں۔پھر اس کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہیں۔سورت کے زمانہ نزول اور سورۃ کے مرکزی موضوع کی وضاحت کرتے ہیں۔ساتھ ہی آیات اور ان کے مضامین کے ربط وتسلسل کو بیان کرتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ آیات کے مضامین میں ربط کا جو اسلوب انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ بالکل منفرد ہے۔ان سے پہلے کسی مصنف نے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا۔اسی کے ساتھ انھوں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ قرآنی آیات کے داعیانہ اسلوب کو حتی الامکان خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔لکھتے ہیں:

toobaa-elibrary.blogspot.com

''میں نے ہر سورت کے شروع میں اس کا پورا تعارف اور اس کا تاریخی پس منظر اور اس کا سنہ نزول اور پھر مقصدی اور مرکزی مضمون کو نمایاں کیا ہے۔اسی طرح سے تمام آیات اور ان کے مضامین کا ربط اور تسلسل اس طرح پر بیان کیا ہے کہ میرے اندازے اور مطالعے کے مطابق یہ کام کسی دوسرے مفسر نے نہیں کیا۔بیشتر جگہ قرآنی آیات کے داعیانہ اسلوب کو میں نے حتی الامکان خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔ان تمام چیزوں کے پیش نظر دعوے کے ساتھ تو نہیں، ہاں اعتماد کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہ تفسیر اپنی ترتیب اور خصوصیات کے اعتبار سے نمایاں مقام کی حامل ثابت ہوگی۔(ایضاص:۷)

اس ترجمہ وتفسیر کی اشاعت پر آخری صفحے پر اس کی خصوصیات اشتہار کی شکل میں اس طرح درج ہوتی ہیں:

مفتی عزیز الرحمٰن نے اس تفسیر کے مقدمے میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تفسیر لکھنے کے لیے صرف مطالعہ کتب اور بحث وتحقیق کافی نہیں ہے بلکہ قرآن فہمی کے لیے روحانیت اور للّٰہیت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔اگرچہ قرآن کی آیات تو کتابوں کی مدد سے سمجھی جائیں گی لیکن جب تک روحانیت نہ ہو اس وقت تک ان ظاہری کتابوں سے وہ نکات فراہم نہیں ہوسکتے جو اصل روح قرآن ہیں۔لکھتے ہیں:

''دوران تفسیر میں نے بہت سے تراجم اور اردو تفاسیر قدیم اور جدید کو بھی پڑھا، ان کے بارے میں میرا خیال ہے کہ بیشتر حضرات نے صرف علم اور کتابوں کے بل بوتے پر تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔وہ ایک حد تک ٹھیک ہے اور اس اعتبار سے وہ سب کتابیں نہایت معیاری کتابیں ہیں۔لیکن میرا خیال ہے کہ تفسیر صرف علم ظاہر کے بل بوتے پر نہیں لکھی جاسکتی۔قرآنِ الٰہی میں جو روحانیت اور پاکیزگی ہے اور اس کی عظمتوں کو جو پاکیزہ نسبتیں حاصل ہیں، ان کا تقاضا یہی ہے کہ قلم صرف علم ظاہر ہی کا مرہون منت نہ ہو بلکہ اس قلب کے ہاتھ میں قلم ہونا چاہیے جس میں اللہ اور اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے رسول سے والہانہ وابستگی ہو، جس میں روح ہو، تقوی ہو، عجز و نیاز ہو۔ ایسا قلم انشاء اللہ علم ظاہر ہی سے وہ موتی چن کر لائے گا جو ہر خطہ ارض کو طور اور پڑھنے والے کو ربط کلیمی عطا کرے گا۔‘‘ (ایضاص: ۷)

اس طرح سے انھوں نے قرآن مجید کے ۲۸ پاروں کی تفسیر لکھی۔ آخر کے دو پاروں کی تفسیر کے لیے انھوں نے مولانا یعقوب چرخی کی تفسیر کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ یہ تفسیر قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ مفتی عزیز الرحمٰن کو اس تفسیر کا ۱۸۸۰ کا ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا تھا۔ اگرچہ اس میں بقول ان کے اغلاط بکثرت تھیں لیکن انھوں نے اس کا ترجمہ کیا اور اسی کو اپنی تفسیر تقریر القرآن کی آخری جلد قرار دیا۔ اس تفسیر پر ان کے بیٹوں مولانا عبید الرحمٰن اور مولانا عابد الرحمٰن نے دیباچہ لکھا ہے، اس میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔

علامہ یعقوب چرخی کی اس کتاب پر انھوں نے خود بھی مقدمہ لکھا ہے اور اس میں وضاحت کی ہے کہ ان کو مستقل تفسیر لکھنے کا خیال بھی دراصل اسی ترجمہ کے بعد آیا تھا۔ یہ ترجمہ مکمل کرنے کے بعد انھوں نے پورے قرآن کی تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ حالاں کہ اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے مقدمے میں وہ ایک اور وجہ بھی تحریر فرما چکے ہیں ممکن ہے دونوں وجوہات رہی ہوں۔ وجہ جو بھی ہو اس طرح ایک نئی تفسیر وجود میں آ گئی۔

تفسیر کی اس جلد میں انھوں نے قرآنی آیات کا ترجمہ خود کیا ہے۔ اس کے بعد شیخ یعقوب کے ترجمہ کا ترجمہ کیا ہے جو بقول ان کے صرف ترجمہ نہیں ہے بلکہ ترجمہ بمعنی تشریح ہے۔ اس کے بعد حواشی میں انھوں نے اپنی تفسیر لکھی ہے البتہ تنقید و تبصرہ سے گریز کیا ہے کیوں کہ اگر اپنی عبارت میں تنقید کرتے تو تفسیر کے مطالعہ سے قاری کے اندر جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ مجروح ہوتیں، اس لیے انھوں نے کوئی نقد و تبصرہ نہیں کیا۔ کتاب کے شروع میں مولانا یعقوب چرخی کے حالات زندگی نفحات الانس کے حوالے سے لکھے ہیں۔

مجموعی طور پر اردو تفاسیر کے ذخیرے میں یہ تفسیر اچھا اضافہ ہے۔ اس میں آیات کی تفسیر و تشریح تو روایتی انداز کی ہے لیکن سورتوں کے تعارف، زمانہ نزول کی تعیین، سورتوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے موضوعات کا تعارف وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان سے قبل کم از کم حلقہ دیوبند میں زیادہ متعارف نہیں تھے۔ اسلوب بیان سادہ ہے۔

تقصیرات تفہیم:

جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے اپنی کتاب تاریخ الاحکام کی تصنیف کے دوران انھوں نے مولانا ابوالاعلی مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ غالبا ان کو اسی وقت خیال آیا کہ تفہیم القرآن پر بھی تنقید لکھ دیں۔ یہ دراصل تفہیم القرآن پر تنقید ہے۔ مصنف کو جہاں یہ محسوس ہوا کہ مودودی صاحب نے صحیح تفسیر نہیں کی ہے، ان مقامات کی نشاندہی کی ہے اور ان پر اپنے علم و اعتماد کی روشنی میں تنقید کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد عمران قاسمی

مولانا محمد عمران قاسمی ضلع مظفر نگر کے قریبی گاؤں بگیانہ میں پیدا ہوئے۔ان کی تاریخ پیدائش ۲۵ جنوری ۱۹۶۷ ہے۔ان کے والد کا نام جناب محمد دین تیا گی ہے۔

مولانا محمد عمران قاسمی نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں اور علاقے کے دوسرے مدارس میں حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۵ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔اس کے بعد انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی ادبیات میں ایم اے کیا۔

تعلیم کے مراحل سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تدریس وخطابت سے کیا۔دہلی میں کچھ دن امامت وخطابت کی ذمہ داریاں اٹھائیں بعض مدارس میں کچھ عرصے تدریس بھی کی۔پھر جامعہ طبیہ دیوبند میں عربی کے استاد مقرر ہوئے کچھ عرصہ اس ادارے میں خدمات پیش کیں۔

آج کل علامہ اقبال یونانی میڈیکل کالج مظفر نگر میں عربی زبان کے استاد ہیں۔

مولانا محمد عمران قاسمی نے اپنی منصبی ذمہ داریوں کے ساتھ ایک دلچسپ مشغلہ یہ اختیار کیا ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی کتابوں جیسے تفسیر، حدیث، تاریخ، اکابر کے خطبات اور دیگر مذہبی کتابوں کے ہندی زبان میں تراجم کرتے ہیں۔اس میدان میں انھوں نے بڑا کمال حاصل کیا ہے۔ان کی اس طرح کی ترجمہ شدہ کتابوں کی تعداد ۴۷ ہے، ترجمہ کے علاوہ ۱۴ کتابیں انہوں نے خود بھی ترتیب دی ہیں جو زیادہ تر مولانا قاری محمد طیب کے افکار کی بازیافت ہیں۔

مولانا محمد عمران کی ان ترجمہ کردہ کتابوں میں قرآنیات سے متعلق حسب ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ترجمہ شیخ الہند وتفسیر عثمانی کا مکمل ہندی ترجمہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔تفسیر ابن کثیر مکمل ہندی ترجمہ۔

۳۔معارف القرآن (مفتی محمد شفیع دیو بندی) مکمل ہندی ترجمہ۔

۴۔ترجمہ القرآن المبین (مولانا حافظ فہیم الدین) مکمل ہندی ترجمہ۔

۵۔تفسیر توضیح القرآن (مفتی تقی عثمانی) مکمل ہندی ترجمہ۔

۶۔ترجمہ قرآن مجید (مولانا فتح محمد جالندھری) مکمل ہندی ترجمہ۔

۷۔ترجمہ قرآن مجید (مولانا اشرف علی تھانوی) مکمل ہندی ترجمہ۔

۸۔مضامین قرآن (زاہد ملک) مکمل ہندی ترجمہ۔

۹۔سولہ سورہ۔مکمل ہندی ترجمہ۔

مولانا محمد عمران کے یہ تراجم کافی مقبول اور متداول ہیں۔زیادہ تراجم فرید بکڈپو، دہلی سے شائع ہوئے ہیں۔ان کے تراجم قرآن پاک میں سات مکمل تراجم کا ہندی ترجمہ شامل ہے۔ان میں سے اکثر کئی جلدوں میں ہیں جیسے معارف القرآن آٹھ جلد میں ہے اور ابن کثیر ۶ جلد میں ہے۔ان کا ترجمہ کردہ حضرت تھانوی کا ترجمہ اس وقت بہت مقبول ہے۔

قرآنیات کے ان تراجم کے علاوہ انھوں نے صحیح بخاری کا بھی ترجمہ کیا ہے۔قطع نظر اس کام کی اہمیت کے کمیت کے اعتبار سے یہ کام بہت وسیع ہے۔ہزاروں صفحات پر مشتمل اس کام کی تکمیل غیر معمولی لگن اور کامل انہماک اور یک سوئی کے بغیر ممکن نہیں۔اللہ تعالی فاضل مترجم کو سلامت رکھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

جدید عہد کے ایک عظیم محقق اور دانش ور، حکمت ولی اللہی کے ماہر اور مولانا عبید اللہ سندھی کے مخصوص تلامذہ میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کا نام بہت اہم ہے۔ انھوں نے عمر بھر شاہ ولی اللہ کے فکر و فلسفہ اور مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار کی نشر و اشاعت کی اور اس حوالہ سے علم و ادب کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کی ولادت 24 جون 1924 کو گوٹھ بھنبھو خان، چانڈیو، ضلع لاڑکانہ، سندھ میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام حافظ محمود چانڈیو تھا۔ وہ حافظ قرآن تھے اور اپنے علاقے کے واحد تعلیم یافتہ شخص تھے۔ ابھی مولانا کی عمر تین یا چار سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دادا نے اور والدہ نے تعلیم و تربیت کا خصوصی خیال رکھا۔ سن تعلیم کو پہنچے تو مدرسے میں داخل کرا دیا۔ اپنے ابتدائی دور کے ایک استاد مولانا خوشی محمد میرو خانی کا تذکرہ وہ بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔ تحصیل قمبر کے قصبہ کور سلیمان میں ایک بڑا دینی مدرسہ ''دارالفیض'' ہے۔ انھوں نے اس میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی زیادہ تر کتابیں اسی مدرسے میں پڑھیں۔ اس مدرسے میں ان کے ایک استاد مولانا عبدالکریم کورائی تھے جو درسیات کے بڑے ماہر تھے اور منطق اور فلسفے میں ان کو ید طولی حاصل تھا۔ مولانا سندھی نے ان سے بہت استفادہ کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا، وہاں سے دورہ حدیث کی تکمیل کی مولانا حسین احمد مدنی سے خاص طور پر استفادہ کیا اور ان سے بہت متأثر ہوئے، بعد میں ان سے بیعت بھی ہو گئے تھے۔ دارالعلوم دیو بند میں قیام کے دوران ''جمعیۃ الطلباء سندھ'' بھی قائم کی، جس کا مقصد سندھی طلبا کے مسائل کو حل کرنا تھا۔ دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانے میں منطق پر ایک کتاب 'مفید الطلبہ' عربی زبان میں لکھی جو اسی زمانے میں کتب خانہ اعزازیہ دیو بند سے شائع ہوئی۔

1939ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ''مولوی فاضل'' کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ دہلی میں قیام پذیر رہے۔ اسی دوران میں حکیم اجمل خانؒ کے استاد حکیم جمیل الدینؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے طب کے رموز سیکھے اور ''طبیبِ فاضل'' کا امتحان بھی پاس کیا۔

1939ء میں جب امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ وطن واپس تشریف لائے تو مولانا موصوفؒ اپنے تمام کام چھوڑ کر ''دارالرشاد'' گوٹھ پیر جھنڈو میں حضرت سندھیؒ سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار و نظریات مکمل تحقیق کے ساتھ پڑھنے اور ان میں مہارت حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

1941ء میں مدرسہ ''دارالسعادت'' گورو پہوڑ، تحصیل شکار پور میں ''شیخ الحدیث'' اور ''صدر مدرّس'' مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۱ سے ۱۹۵۰ تک کئی مدرسوں میں تعلیم دی، شیخ الحدیث بھی رہے۔ اس کے بعد سندھ مسلم کالج کراچی میں لیکچرار مقرر ہو گئے اور اس عہدے سے ترقی کر کے 1963ء میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور مجلّہ الرحیم اردو و سندھی کے مدیر مقرر ہوئے۔ انھوں نے ان ذمہ داریوں کو بہت اچھے طریقے سے عمر بھر نبھایا۔

مولانا کو سیاست سے بھی تھوڑی بہت دلچسپی تھی چناں چہ جیسا کہ ذکر ہوا انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں سندھی طلبہ کی ایک تنظیم بھی بنائی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جمعیت علمائے ہند کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ 1943ء میں تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ کی کانگریس پارٹی کے وائس پریذیڈنٹ اور 1944ء میں ضلع لاڑکانہ کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔ لیکن مجموعی طور پر مولانا میدان سیاست کے پیچاک میں زیادہ نہیں الجھے اور اپنے اصل میدان یعنی تحقیق و تدریس میں زیادہ مصروف رہے۔

مولانا قاسمیؒ کو انگریزی، عربی، فارسی، اُردو اور سندھی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں کی تدوین کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحبؒ کے فکر و فلسفے کی تفہیم کے لیے بڑی تعداد میں مضامین اور مقالات لکھے۔ خاص طور پر شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی جانب سے ''الرحیم''، ''الولی'' اور Al-Samka کے نام سے جاری کردہ رسائل کو انھوں اسی کام کے لیے وقف کیے رکھا۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی 1979ء میں سندھی ادبی بورڈ کے چیئرمین مقرر ہوئے اور 11 سال تک اس کے ذریعے سندھی ادب کی خدمت کرتے رہے۔

9 دسمبر 2003ء کو مولانا کی وفات حیدر آباد میں ہو گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے اپنے زیرادارت تین رسالوں کے ذریعے گراں قدر علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔اس کے علاوہ ان کی طبع زاد تصنیف، تحقیق کردہ کتب اور ترجمہ کردہ کتب کی تعداد بھی کم وبیش دو درجن ہے ان میں زیادہ تر شاہ ولی اللہ کے حوالے سے ہیں۔قرآنیات پران کے حسب ذیل کام ہیں:

تفسیر سورۃ سبا:

ا۔سورہ سبا کی تفسیر ہے جس کومولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمہ کے افکار کی روشنی میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے مرتب کیا ہے۔پہلے یہ کتاب سندھی زبان میں شائع ہوئی تھی۔بعد میں اس کا اردو ترجمہ ہوا جو حکمت القرآن انسٹی ٹیوٹ کراچی سے 2009 میں شائع ہوا۔

سورہ سبا کی یہ مختصر تفسیر ہے۔اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو فصلیں ہیں۔مقدمے میں بتایا ہے کہ تاریخ کی روشنی میں انسانیت کی تعریف کیا ہے۔بڑی قوم قرآن میں کس کو کہا گیا ہے اور سبا کے مفہوم پر گفتگو کی گئی ہے۔پہلی فصل میں عبری قوم کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے اور دوسری فصل میں یمنی قوم کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔

۲۔تفسیر الہام الرحمٰن پر حواشی

علامہ موسیٰ جاراللہ کی مرتب کردہ تفسیر تفسیر الہام الرحمٰن پر انھوں نے مفید حوشی لکھے ہیں۔

۳۔تفسیر الہام الرحمٰن کا سندھی ترجمہ کیا۔

۴۔روائع البیان فی تفسیر القرآن (مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے دروس قرآن)

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے دروس قرآن کا ایک مجموعہ ہے۔یہ سندھی زبان میں ہے اور مولانا کے ایک شاگرد مولانا ڈاکٹر محمد ادریس سومرو کا مرتب کردہ ہے۔اس میں حسب ذیل حصے ہیں:

ا۔ پہلا حصہ: سورہ لقمان، سورہ احزاب، سورہ سبا، سورہ فاطر، سورہ یاسین اور صفت پر مشتمل ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ: سورہ ص، سورہ زمر، سورہ شعراء، سورہ نمل اور سورہ قصص پر مشتمل ہے۔

۳۔ تیسرا حصہ: سورہ مائدہ پر مشتمل ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۔ چوتھا حصہ: سورہ یوسف کے نکات کی وضاحت میں ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہیں۔ پھر آیات اور سورتوں کے درمیان ربط کو بیان کرتے ہیں تاکہ قرآن کے ساتھ تسلسل قائم رہے۔ دور حاضر کے مسائل اور ان کا حل بھی اس میں بیان کرتے ہیں۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے بیان کردہ نکات کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔ اسرائیلی روایات کی نقل و روایت میں بہت احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جن سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات ہیں تو ان کے معنی اور ان میں پنہاں اسرار و حکم کو بھی بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مخدوم نوح سرور ہالائی کی تفسیر:

دسویں صدی ہجری کے ایک عالم اور مفسر قرآن حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی نے قرآن مجید کا مکمل فارسی ترجمہ اور تفسیر لکھی۔ یہ ہندوستان میں سب سے پہلا مکمل فارسی ترجمہ ہے۔ اس لیے اس کی تاریخی اہمیت ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس ترجمہ و تفسیر کو نہایت اہتمام سے تحقیق کر کے شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ 1981 میں سندھی ادبی بورڈ جام شورو سے شائع ہوا۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس پر چالیس صفحات کا ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے۔ یہ مقدمہ فارسی زبان میں ہے۔ اس میں انھوں نے قرآن مجید کی جمع و تدوین، علوم قرآن کے بعض مسائل، قدیم فارسی تراجم و تفاسیر کا تعارف، اس ترجمہ و تفسیر کے مصنف حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی کے احوال و علوم و معارف کے ساتھ ساتھ اس ترجمہ کی اہمیت اور اس سے استفادہ کے طریقہ پر روشنی ڈالی ہے اور دیگر تراجم کے ساتھ اس کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ 1260 صفحات پر مشتمل اس ترجمہ و تفسیر پر ان کے حواشی اور تقدیم علوم قرآنی اور تفسیر کے مسائل پر ان کی نگاہ بصیرت افروز کی سند ہے۔

(مرزا کاظم رضا بیگ: برصغیر میں قرآن مجید کا پہلا مکمل فارسی ترجمہ، مشمولہ، الولی، ص 69-72، عبدالحی اور تاج افسر: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی تفسیری خدمات: ایک تحقیقی جائزہ، فکر و نظر، اسلام آباد، جلد ۴۵، شمارہ ۳۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی ایک مفصل سوانح عمری قاضی خادم سومرو نے لکھی ہے جو جام شورو سے ۲۰۱۱ میں شائع ہوئی۔ یہ سوانح ابتداءً سندھی زبان میں لکھی گئی تھی بعد میں غالباً اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی دیو بند کے ایک دینی اور علمی خانوادے کے فرد تھے۔ان کے والد مولانا قاری جلیل الرحمٰن عثمانی دارالعلوم میں کم وبیش ساٹھ سال تک تجوید وقرأت کا درس دیتے رہے اور دادا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیو بند کے پہلے مفتی تھے۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سب اسی خانوادے کے ارکان ہیں۔

مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی ۱۹۳۹ء میں دیو بند میں پیدا ہوئے۔دارالعلوم کی جوار میں گھر تھا۔کھیلنے کے ایام دارالعلوم کے گلیاروں میں گزرے اور تعلیم کے ایام دارالعلوم کی درسگاہوں میں۔۱۹۵۶ء میں امتیازی نمبروں سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ان کے اہم اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا اعزاز علی وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد دارالعلوم میں استاد مقرر ہوگئے۔بارہ سال تدریس کے فرائض انجام دیے۔اس دوران دوسال کے لیے مدینہ طیبہ کی یونیورسٹی میں بھی رہے۔۱۹۷۳ء میں مالیر کوٹلہ میں مفتی اعظم کی حیثیت سے تقرر ہوا اور پھر زندگی کا سب سے اہم حصہ مالیر کوٹلہ اور پنجاب کی تعمیر وتشکیل میں صرف کر دیا۔تقریبا ۴۵ رسال اس سرزمین پر خدمات انجام دیں۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم وطن کے سانحہ میں یہاں کے علماء وفضلاء بڑی تعداد میں نقل مکانی کر گئے تھے اور مالیر کوٹلہ بلکہ پورا مشرقی پنجاب ہی علمی طور پر یتیم سا ہوگیا تھا۔ایسے حالات میں ان کی شخصیت پورے پنجاب کے لیے منہل عذب مورود ثابت ہوئی۔

ایک مرحلہ میں مولانا نے مالیر کوٹلہ چھوڑ کر واپس دیو بند جانے کا ارادہ فرمایا لیکن مالیر کوٹلہ کے نواب افتخار عالم خاں مرحوم (اللہ ان کو جنت نصیب کرے) نے بڑے اصرار سے ان کو مالیر کوٹلہ میں روکا اور ان کو توجہ دلائی کہ یہاں جو کام ہے وہ بہت بڑا ہے اس کو انجام دینے کے لیے ایک بڑے عالم کی موجودگی ضروری ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مالیر کوٹلہ میں رہ کر مفتی ہلال عثمانی نے کئی بڑے اور اہم کام کیے۔ مالیر کوٹلہ میں بھی اور پورے پنجاب میں مساجد کا نظام نہایت خراب ہو گیا تھا۔ عام طور پر شکستہ مسجدیں تھیں۔ اول تو امام ہی نہیں تھے جو تھے بھی ان کو کچھ نہیں آتا تھا، زیادہ تر جاہل لوگ امامت کرتے تھے جن کو چند سورتیں بھی صحیح طرح یاد نہیں تھیں۔ بہت سی مساجد پر لوگوں نے قبضے کر رکھے تھے اور ان میں نماز موقوف ہوگئی تھی۔ مفتی صاحب نے بڑی محنت اور جد و جہد سے قبضہ شدہ مساجد کو واگزار کروایا، خستہ حال مساجد کی تعمیر نو کروائی۔ نہ صرف مالیر کوٹلہ بلکہ پنجاب کے دیگر علاقوں میں بھی مساجد کی واگزاری اور باز آباد کاری کا کام کیا۔

مدرسہ تعمیر سیرت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا مقصد ایک طرف دینی تعلیم کو فروغ دینا تھا، اسی کے ساتھ مالیر کوٹلہ اور پنجاب کے جہالت زدہ معاشرہ کی اصلاح کرنا تھا۔ اس وقت وہاں کے لوگ بدترین جہالت میں مبتلا تھے، مسلمانوں میں دینی تعلیمات سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام سے بے خبری تو عام تھی نکاح جیسے مقدس رشتے بھی معدوم تھے۔ دلہا دلہن ایک دوسرے کے گلے میں پھولوں کی مالا ڈالنے کو ہی نکاح سمجھتے تھے۔ بدعات وخرافات عام تھی۔ مفتی صاحب نے ان کی اصلاح کی (ص ۴۷)

دارالسلام اسلامی مرکز کے ذریعے انھوں نے فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت اسلامی تعلیمات کو دور دراز علاقوں تک وسیع کیا اگر چہ اس تعلیمی ادارہ کا معیار پوری طرح برقرار نہیں رہ سکا تاہم یہ بڑی اہم پیش رفت تھی۔ اس میں مختلف زبانوں بلکہ چھ زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کیا اور تقریبا چھ موضوعات پر کتابیں اور دروس تیار کروائے۔

تمام عملی سرگرمیوں کے ساتھ مفتی صاحب نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ انھوں نے کم و بیش ۸۰ کتابیں لکھیں، ان میں سے بعض کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن نکلے۔ جن میں اسلامی قانون اور بندگی اور زندگی ان کی بہت مقبول کتابیں ہیں۔

تفسیر قرآن کے حوالے سے ان کا یادگار کارنامہ ''تفسیر نور القرآن'' ہے۔ یہ کتاب ۷ جلدوں میں مکتبہ الفیصل دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ مفتی صاحب نے اس تفسیر کی تصنیف میں کم وبیش بیس سال صرف کیے۔ اس تفسیر میں انھوں نے جدید ذہن کو سامنے رکھ کر قرآن کی تفسیر کی ہے۔ بڑی مفصل تفسیر ہے۔ اس میں غیر مسلم حضرات کے شکوک وشبہات کا بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

شافی جواب دیا ہے اور مسلم ذہن اور دوسرے فرقوں خاص طور پر قادیانیوں کا رد بھی کیا ہے۔
تفسیر کے مباحث کی آسان تفہیم کے لیے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں، ترجمہ با محاورہ کیا ہے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی ہے پھر ہر آیت کی الگ الگ تفسیر لکھی ہے۔ آیات میں زیر بحث امور کی مزید وضاحت کے لیے الگ الگ عنوانات قائم کیے ہیں۔ عام مسلمان بھی پورا پورا استفادہ کر سکتے ہیں، اس کے ساتھ مدارس کے طلبہ کے لیے اس کی خصوصی اہمیت ہے۔ چوں کہ اس میں الفاظ کی لغوی تحقیق بہت اچھی طرح کی گئی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ بھی اس سے پوری طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔

تفسیر نور القرآن کی پہلی اشاعت میں مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کا جلالین کا ترجمہ بھی شامل تھا اور اس وقت اس تفسیر کا نام بھی روح القرآن تھا لیکن اس کی جدید اشاعت حال ہی میں ہوئی ہے، اس میں وہ حصہ نکال دیا گیا اور تفسیر کا نام بھی روح القرآن کی جگہ نور القرآن کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اب یہ صرف مفتی عثمانی کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے قرآن مجید کی آیات نقل کرتے ہیں پھر ہر لفظ کا الگ الگ ترجمہ کرتے ہیں (یہ ترجمہ تحت اللفظ مفتی صاحب کا نہیں ہے بلکہ حافظ نذر احمد کا ہے۔ اس کی وضاحت مقدمہ میں کر دی گئی ہے) روح القرآن میں اس کے بعد جلالین کا متن مع اعراب اور مفتی عزیز الرحمٰن کا ترجمہ بھی شامل تھا۔ اب صرف مفتی ہلال صاحب کی تفسیر باقی رہ گئی ہے۔

مفتی صاحب کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ پہلے زیر تفسیر سورۃ کا مکمل تعارف کراتے ہیں جو سورت کے نام، زمانہ نزول، پس منظر اور سورت کے مضامین کے اجمالی بیان پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ تعارف کافی مفصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ کی تفسیر اس طرح شروع کرتے ہیں کہ ایک موضوع یا دو موضوعات کی آیات یک جا نقل کرتے ہیں۔ پھر ان کا ترجمہ کرتے ہیں اس کے بعد تشریح کا عنوان قائم کر کے ایک دو یا تین عنوانات کے تحت آیات کے مضامین کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس وضاحت کے ضمن میں قرآن مجید کے علوم و معارف جن کا اوپر تذکرہ ہوا، ان کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی

شیخ الہند حضرت محمود حسن دیوبندی ہندوستانی تاریخ کی ایک مایہ ناز ہستی ہیں۔انھوں نے ایک طرف دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے ہزاروں تشنگان علوم نبوت کے لیے منہل ومورد صافی کا کام کیا اور دوسری طرف میدان سیاست میں بھی سرگرم رہے اور تحریک آزادی کے بڑے رہنماؤں میں شمار ہوئے۔آزادی کی ایک پوری تحریک جوریشمی رومال تحریک کے نام سے معروف ہے، وہ آپ نے ہی شروع کی تھی۔اس تحریک کا اصل نام جمعیۃ الانصار تھا۔یہ تحریک پوری کامیاب نہیں ہوسکی اوراس کی پاداش میں مولانا کئی سال مالٹا کی جیل میں قید رہے۔اس لیے آپ کا ایک لقب اسیر مالٹا بن گیا۔جیل سے رہا ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد شروع کی اوراسی دوران جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

خاندان:

مولانا محمود حسن دیوبند کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی بڑے عالم فاضل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔خاص طور پر عربی زبان وادب کے بڑے ماہر تھے۔دیوان الحماسہ اور سبعہ معلقہ پران کی شروح بہت مشہور ہیں اوران کی کتاب تذکرۃ البلاغت اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب مانی جاتی ہے۔وہ محکمہ مدارس میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔اسی سلسلہ میں ان کا قیام بریلی میں تھا۔مولانا محمود حسن بریلی میں 1851 میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم میاں جی منگلوری،مولانا عبداللطیف اوراپنے والد سے حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم میں داخلہ لیا اورمولانا قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی،مولانا رشید احمد گنگوہی اور شاہ عبدالغنی دہلوی کے علاوہ متعدد اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔مولانا کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم ہیں اور اتفاق سے پہلے دن اکیلے ہی پڑھنے آئے تھے۔اس دن کس کومعلوم تھا کہ یہ آغاز محمود اتنا مسعود ثابت ہوگا کہ دنیا میں ایک بے نظیر تعلیمی تحریک بن جائے گا۔(اکابر علمائے دیوبند ص:۴۱)

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد شیخ الہند نے دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔1873 میں فارغ ہوئے 1874 میں استاد مقرر ہوگئے ۔1888 میں دارالعلوم کے صدر مدرس مقرر ہوگئے۔انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں تقریباً 40 سال تدریسی خدمات انجام دیں۔(تاریخ دارالعلوم ص ۳۴)

حضرت شیخ الہند مجاہدین آزادی کے شاگرد تھے اوران کا یقین تھا کہ دارالعلوم کا قیام صرف درس وتدریس کے لیے نہیں ہوا بلکہ اس کا ایک بنیادی مقصد ملک کو برطانوی سامراج سے آزاد کرانا ہے۔اس لیے وہ درس وتدریس کے ساتھ طلبا کو ملک کی آزادی کی اہمیت بھی بتاتے رہتے۔اوراس میں عملی حصہ لینے کے لیے انھوں نے پہلے ثمرۃ الترتیب کے نام سے ایک جماعت قائم کی اور بعد میں جمعیۃ الانصار قائم کی۔خود اس کے صدر بنے اور مولانا عبیداللہ سندھی اس کے سکریٹری مقرر ہوئے۔اس تحریک کے ذریعہ ملکی آزادی کو حتمی شکل دینے کے لیے انھوں نے حجاز اور ترکی کا سفر اختیار کیا لیکن اس درمیان میں تحریک کا راز افشا ہوگیا،اس تحریک کو انگریزوں نے کچل دیا۔مولانا ترکی پہنچنے سے پہلے ہی طائف کے مقام پر گرفتار کر لیے گئے اور مالٹا لے جا کر قید کر دیے گئے۔

مولانا کی گرفتاری کے بعد یہ تحریک ختم ہوگئی اور پھر اس کی خاک سے جمعیۃ علما ہند کا ظہور ہوا۔ادھر مولانا کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا تھا چند سال مولانا وہاں قید رہے۔بعد میں ان کی صحت کو دیکھتے ہوئے ان کو رہا کر دیا گیا۔ہندوستان واپس آنے کے کچھ دن بعد 30-09-1920 میں مولانا کی وفات ہوگئی۔

وفات سے ایک مہینہ قبل مولانا نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاسیس کی اور جمعیۃ علما ہند کے پہلے باضابطہ صدر بھی مقرر ہوئے۔جمعیۃ علما ہند کا پہلا باضابطہ اجلاس مولانا کی صدارت میں ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمود حسن مردم ساز شخصیت تھے۔انھوں نے سینکڑوں علما اور مجاہدین آزادی کی تربیت کی۔صحیح معنوں میں وہ ''رجال'' کے مصنف تھے۔ان کے شاگردوں میں ہر طرح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔اس کے ساتھ ان کا خود بھی تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہتا تھا۔اگرچہ انھوں نے کم لکھا ہے۔پھر بھی کئی اہم کتابیں ان کی تصانیف میں شامل ہیں۔جن میں چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ایضاح الادلہ

۲۔الادلۃ الکاملہ

۳۔تراجم ابواب بخاری

۴۔ترجمہ قرآن

مولانا کے ترجمہ قرآن کی خصوصیات کا تعارف کرانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی کا مختصر تعارف کرادیا جائے۔دراصل مولانا محمود حسن نے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن کی تسہیل کرتے ہوئے قرآن مجید کا ایک نیا ترجمہ لکھا تھا۔بعد میں مولانا نے اس پر حواشی بھی لکھنے کا ارادہ کیا اور سورہ نساء تک آپ نے حواشی لکھے بھی تھے۔اس کی پہلی اشاعت میں سورہ نساء تک شائع بھی ہوئے تھے۔لیکن عمر نے ان کو حواشی کا حصہ مکمل کرنے کی مہلت نہیں دی۔بعد میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ حواشی مکمل کیے۔گویا ترجمہ حضرت شیخ الہند کا ہے اور حواشی مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہیں،اس لیے یہ تفسیر دونوں اکابر کے نام سے ہی شائع ہوتی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی:

مولانا شبیر احمد عثمانی 1887 میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ان دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے اور بجنور میں مقیم تھے۔7 سال کی عمر میں مولانا کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا۔1907 میں انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کرلی اور دہلی کے مدرسہ فتحپوری میں صدر مدرس مقرر ہوگئے۔چند سال کے بعد ان کو دیوبند بلالیا گیا۔یہاں مولانا نے 1928 تک تدریسی خدمات انجام دیں۔مولانا کے درس حدیث

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاص طور پر مسلم شریف کے درس کی بڑی شہرت تھی۔

1928 میں مولانا انور شاہ کشمیری دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل چلے گئے اور ان کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی چلے گئے۔ 1933 میں وہ وہاں شیخ الحدیث مقرر ہوگئے۔ 1944 تک مولانا وہاں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد 1944 میں دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس مقرر ہوگئے۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا پاکستان چلے گئے اور وہاں کے شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی پیمانہ حیات بھی چھلک گیا اور 1949 میں ان کا انتقال ہوگیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی شعلہ بیان مقرر اور بہترین قلم کار تھے۔ زبان میں بڑی سلاست تھی۔ اگرچہ انھوں نے کم لکھا ہے لیکن جو کچھ لکھا ہے وہ معیاری ہے۔ ان کی کتابوں میں مسلم شریف کی شرح فتح الملہم کے علاوہ علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، الروح فی القرآن وغیرہ کتابیں شامل ہیں لیکن ان کا سب سے پائیدار کارنامہ قرآن مجید کے حواشی ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے حواشی لکھنے شروع کیے تھے لیکن صرف سورہ نساء تک ہی حواشی لکھ پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، ان حواشی کی تکمیل کے لیے پہلے مولانا حسین احمد مدنی کا نام آیا لیکن یہ سعادت مولانا شبیر احمد عثمانی کے لیے مقوم تھی۔ اس لیے یہ حواشی تفسیر عثمانی کہلاتے ہیں۔

تفسیر عثمانی کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ یہاں مولانا کی دیگر قرآنی تصانیف کا تعارف پیش کیا جارہا ہے:

اعجاز القرآن:

اعجاز القرآن کے نام سے مولانا شبیر احمد عثمانی کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس میں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور کلام معجز ہونے کے عقلی دلائل دیے ہیں۔ یعنی قرآن مجید اللہ کا کلام ہے کوئی انسان اس جیسا کلام پیش نہیں کرسکتا۔ اس پر فلسفیانہ انداز کی گفتگو ہے۔

الروح فی القرآن:

یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے۔ یہ رسالہ روح کے بارے میں ہے۔ مشرکین مکہ نے یہودیوں کے مشورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے تھے جن میں ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوال یہ تھا کہ روح کیا ہے (یسئلونک عن الروح)۔اس کتابچے میں اس آیت کی تفسیر ہے اور روح کو عقل کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا نے روح سے مراد وہ لطیف جوہر لیا ہے جو ہر ذی روح میں پایا جاتا ہے اور اس کے اتصال سے ظاہری حیات عبارت ہے اور جس کے انفصال کا نام موت ہے۔ لیکن آیت میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ روح سے مراد روح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ السلام ہوں جیسا کہ اسی آیت میں آگے وحی کا بھی تذکرہ ہے اور سورہ قدر سمیت بعض دوسرے مقامات پر روح سے حضرت جبرئیل ہی مراد لیے گئے ہیں۔ مولانا نے اس احتمال پر گفتگو نہیں فرمائی ہے۔

المعراج فی القرآن:

یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے جس میں اول اس پر گفتگو فرمائی ہیں کہ اسراء اور معراج میں فرق کیا ہے۔ پھر صحابہ کرام کے درمیان اسراء اور معراج کے سلسلے میں جو اختلاف ہے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد عقلی طور پر اسرا اور معراج کے امکانات کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کے یہ رسائل الگ سے بھی شائع ہوئے تھے۔ بعد میں یہ تینوں رسائل اور مزید آٹھ رسائل یعنی کل گیارہ رسائل پر مشتمل تالیفات عثمانی کے نام سے ایک مجموعہ بنا دیا گیا۔ یہ مجموعہ ادارہ اسلامیات لاہور سے ۱۹۹۰ میں شائع ہوا۔

موضح فرقان (ترجمہ شیخ الہند):

حضرت شیخ الہند کا ترجمہ یا تفسیر لکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن ان کے احباب ومتوسلین حضرت سے اصرار کرتے تھے کہ آپ قرآن مجید کا ترجمہ کر دیجیے۔ اپنے مقدمہ میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے دراصل ان احباب کے اصرار پر ہی انھوں نے یہ ترجمہ کیا۔ شروع کے دس پارے تو کر لیے تھے لیکن پھر تدریسی اور سیاسی مصروفیات کی بنا پر کام رک گیا۔ بقیہ کام مالٹا کی اسارت کے زمانے میں پورا ہوا۔

مولانا نے اس ترجمہ کی تصنیف 1909 میں شروع کی 1912 تک تقریباً سوا تین سال میں دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہوگیا، اس کے بعد کام رک گیا۔ 1915 میں حضرت حجاز مقدس تشریف لے گئے وہاں سے ریشمی رومال تحریک سے وابستگی کے الزام میں آپ کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

گرفتار کیا گیا اور مالٹا میں قید کر دیا گیا۔ مالٹا کی قید کے دوران آپ نے بقیہ حصہ کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد حضرت نے مختصر حواشی بھی لکھنے شروع کیے۔ لیکن سورہ نساء تک ہی لکھ پائے تھے کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔

اخبار مدینہ بجنور کے مالک مجید حسن نے اس ترجمہ کی اشاعت کی ذمہ داری لی اور پہلی مرتبہ اس کو سورہ نساء تک حضرت شیخ الہند کے حواشی اور اس سے آگے حضرت شاہ عبدالقادر کے حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ اس دوران اس بات کی کوشش جاری رہی کہ بقیہ سورتوں کے حواشی بھی کوئی مکمل کر دیے جائیں۔ مجید حسن کے ایک خط میں اس کی تفصیل درج ہے۔ شروع میں مولانا حسین احمد مدنی سے درخواست کی گئی تھی لیکن بعد میں مولانا شبیر احمد عثمانی کو یہ سعادت ملی اور انھوں نے سورہ نساء کے بعد کے حواشی لکھے۔ اس کے بعد مدینہ پریس بجنور سے بہترین کتابت اور طباعت کے ساتھ یہ دوبارہ شائع ہوا۔

جیسا کہ حضرت شیخ الہند نے اپنے مقدمہ میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے، یہ ترجمہ کوئی نیا ترجمہ نہیں ہے بلکہ شاہ عبدالقادر کے ٹکسالی ترجمہ کی تسہیل ہے۔ حضرت شیخ الہند نے اتنی خوبصورتی کے ساتھ اس کی تسہیل کی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ اگر شاہ صاحب اس دور میں یہ ترجمہ کرتے تو شاید ایسا ہی کرتے۔ ترتیب عبارت کی مکمل رعایت کرتے ہوئے اتنا سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے کہ کم از کم سو سال قبل کا معمولی تعلیم یافتہ آدمی بھی اس سے پوری طرح مستفید ہو سکتا تھا اور اس ترجمہ کی یہی خوبی ہے کہ یہ ترجمہ اردو دنیا میں بے تحاشا مقبول ہوا، اس کے بے شمار ایڈیشن نکلے، مختلف اداروں نے اس کو شائع کیا۔ اس کے بعض ایڈیشن نہایت منقش، رنگین اور اعلی کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوئے۔ حتیٰ کہ ماضی قریب میں شاہ فہد قرآنی کمپلیکس سے بھی اس اشاعت ہوتی تھی ان کی کمیٹی نے بھی اس کو اردو کا سب سے اچھا ترجمہ قرار دیا تھا۔ اس کے بعد مدتوں اس کی اشاعت وہاں سے ہوتی رہی پھر بعد میں انھوں نے دوسرے تراجم شائع کرنے شروع کیے۔

حضرت شیخ الہند کی یہ تسہیل اتنی مقبول ہوئی کہ اس کی شہرت ملک کی حدود سے بھی نکلی اور اس ترجمہ کا فارسی اور پشتو زبانوں میں ترجمہ ہوا اور ایک زمانہ میں یہ افغانستان میں قومی سطح کا تحفہ مانا جاتا تھا۔ اس ترجمہ کا ایک نسخہ سردار محمد ہاشم خاں (سابق صدر افغانستان) نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالمصنفین اعظم گڑھ کوارسال کیا تھا۔اس کا تذکرہ ماہنامہ معارف کے صفحات میں اس طرح آیا ہے:

> ’’پچھلے مہینے میں والاحضرت سردار محمد ہاشم خاں سابق صدراعظم افغانستان کی طرف سے قرآن مجید کے ایک پاکیزہ نسخے کا تحفہ ہمیں موصول ہوا ہے۔یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن علیہ الرحمہ کے اردو ترجمے وحواشی کا فارسی ترجمہ ہے جس کی پہلی جلد خوش خط ٹائپ اور بہتر کاغذ پر اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔والا حضرت موصوف نے اس کا فارسی اور پشتو دونوں زبانوں میں ترجمہ کرایا ہے۔اور عام نفع کے لیے شائع فرمایا ہے۔اللہ تعالی والا حضرت کو ان کے حسن عمل کا اجر عطا فرمائے۔(مولانا ریاست علی ندوی: شذرات، ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۴۷)

ترجمہ مکمل ہونے کے بعد جب تفسیری حواشی لکھنے کی نوبت آئی تو اس میں بھی حضرت شیخ الہند نے حضرت شاہ عبدالقادر کے موضح قرآن کو سامنے رکھا۔اگرچہ شاہ صاحب کے حواشی میں غایت درجہ اختصار ہے اور حضرت شیخ الہند کے یہاں نسبتاً تفصیل ہے۔ایسا اس لیے بھی ہوا کہ حضرت شیخ الہند نے موضح قرآن کے علاوہ دیگر اکابر مفسرین کی آرا سے بھی استفادہ کرکے اس میں جو قول راجح ہوا، اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت شیخ الہند نے اپنے ترجمہ قرآن پر طویل مقدمہ لکھا ہے۔اس میں اس ترجمہ کی معنویت، ضرورت، سابقہ تراجم کی اہمیت، ترجمہ قرآن کے مسائل اور ان کو حضرت شاہ عبدالقادر نے کس طرح حل کیا ہے، اس کی وضاحت اور بعض تراجم کا اجمالی تقابل کیا ہے۔حضرت کا مقدمہ ترجمہ نگاری سے متعلق امور کا اہم خزانہ ہے۔اس مقدمے کو حضرت شاہ ولی اللہ کے مقدمہ در قوانین ترجمہ کا ضمیمہ کہا جاسکتا ہے۔

اس مقدمے میں سب سے پہلے تو حضرت نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ بعض احباب نے حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی گزارش کی تھی۔حضرت نے معذرت کی اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا تھانوی کے تراجم کا حوالہ دے کر بتایا کہ ان تراجم سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ قرآن کی ضرورت پوری ہوگئی ہے اب کسی مزید ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔تاہم احباب کے اصرار پر آپ نے قدیم تراجم کا مطالعہ کیا۔حضرت شاہ ولی اللہ،شاہ عبدالقادر اورشاہ رفیع الدین کے تراجم کی خوبیوں کا اعتراف کے باوجود انھوں نے اردو والوں کے لیے حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو زیادہ مفید پایا۔اس کے بعد اس ترجمہ کا مطالعہ کیا۔طویل غور وفکر کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ترجمہ کی پوری افادیت کے باوجود دو امور قابل توجہ ہیں ایک تو بعض کلمات اور محاورات کا متروک ہوجانا اور دوسرے بعض مقامات پر اختصار عبارت کی وجہ سے مفہوم متبادر کی تفہیم میں مشکلات کا پیدا ہوجانا۔مولانا لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اب ہم کو ضرور ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ مسمی بہ موضح قرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اول و افضل ہونا جملہ اہل علم وفہم اور ارباب انصاف و دیانت کو مسلم ہے،اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو۔پھر یہ دیکھیں جو تراجم جدیدہ اس زمانے میں شائع ہو چکے ہیں ان سے ہماری ضرورت پوری ہوگئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کے لیے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت چلی جاتی ہے۔امر اول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی،کل دو باتیں ایسی پائیں جس کی وجہ سے لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں۔اول بعض کلمات ومحاورات کا اس زمانے میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔دوسرے چوں کہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں۔اس لیے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔(موضح فرقان ص۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لیے حضرت شیخ الہند نے اسی ترجمہ کی تسہیل کر کے اس کو معاصر قارئین کے لیے قابل فہم بنانے کی کوشش کی اور بجائے نیا ترجمہ کرنے کے اسی کی تسہیل کو کافی سمجھا۔ مقدمہ میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

''سو اگر غور واحتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لیے جائیں اور اختصار واجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے تو پھر ان شاءاللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانان ہند بھی اس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جائیں گے۔ اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔'' (ایضا)

حضرت شیخ الہند نے اگرچہ پوری طرح وضاحت کر دی ہے کہ یہ ترجمہ نیا بالکل نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کی تسہیل ہے پھر بھی انھوں نے مزید وضاحت کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ انھوں نے تسہیل کا طریقہ کار کیا اختیار کیا ہے۔ اپنے مقدمے میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا۔ اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا۔ نہیں، بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے خود موضح قرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی اردو تفسیر میں یا مولانا رفیع الدین کے ترجمے میں یا فتح الرحمٰن میں۔ حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا ہے یعنی لفظ ہلکا، سہل، محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہوا اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنی کو ترجیح دی ہے یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے، گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے۔ ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا''۔ (ایضاص ۷)

حضرت شیخ الہند نے ترجمہ کی تسہیل سے فارغ ہونے کے بعد حواشی کی بھی تسہیل کا کام شروع کیا۔ اس میں ویسے بھی آسانی تھی چوں کہ ترجمہ قرآن کی تسہیل میں الفاظ کی پابندی ضروری تھی اور یہاں نسبتاً آزادی تھی۔ حضرت شیخ الہند نے اپنے مقدمے میں اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کے پیش نظر طبع زاد حواشی لکھنا نہیں تھا بلکہ موضح قرآن کے حواشی کی تسہیل تھی:

''فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح قرآن کے جملہ فوائد لینے کا التزام کیا گیا ہے مگر شاذ و نادر کہ کسی وجہ سے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چوں کہ بڑی گنجائش اور وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اس لیے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم و تاخیر، تغیر و تبدل، اجمال و تفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے کر اپنی رائے سے بڑھا دیے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلے مکافات سے بھی زائد فوائد میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے اور بغرض تشریح و تسہیل و تکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں طول ہوجانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آئی ہے۔ کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گزاری ہے وبس۔ چونکہ بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہوگیا اس لیے اس کا کوئی مستقل نام مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس و رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کوئی نام رکھ دیا جائے تو التباس واشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا اس کا نام موضح قرآن ہے، اس کا نام موضح فرقان بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔'' (ایضاص ۷)

ترجمہ وتفسیر شیخ الہند کی داستان سے حضرت کی غایت احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب اگر ہم ان کے ترجمہ اور حواشی میں ندرت اور اجتہادی بصیرت کا رنگ نکالنے کی کوشش بھی کریں تو یہ سراسر مصنف کے دعوے کے خلاف ہوگا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ترجمہ وتفسیر کو اردو میں جیسی مقبولیت ملی، وہ شاید مولانا تھانوی کی بیان القرآن کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ بزرگوں کی کسرنفسی مسلم لیکن حرف مکرر کو اتنا قبول حاصل ہوجانا مشکل ہے، اس لیے اس ترجمہ وتفسیر کی عصری معنویت وافادیت یقیناً ایسی تھی کہ اس کے ذریعے اپنے وقت اور ملّت کی ضرورت پوری ہورہی تھی، اس لیے اس ترجمہ کو اتنی پذیرائی ملی۔

تفسیر عثمانی:

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اردو زبان کے بہترین ادیب تھے۔ نوک خامہ کی جنبش ان کے خصوصی اختیار میں تھی حسب احوال وظروف اس کے انداز ورنگ ظاہر ہوتے تھے۔ ان کی اس تفسیر میں قطع نظر اس میں بیان کردہ مضامین کے زبان وبیان کی جو دلفریبی اور بوقلمونی نظر آتی ہے، وہ بے مثال ہے۔ مولانا جس قسم کے مضامین تحریر کرتے ہیں زبان کا لب ولہجہ اور قرینہ اسی طرح کا ہوجاتا ہے۔ جہاں کوئی علمی مسئلہ زیر بحث ہوتا ہے زبان ٹھہری ہوئی اور منطقی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوجاتی ہے، جہاں تقوی وطہارت اور خوف ورجائیت کی بات ہوتی ہے، زبان میں رقت اور انفعالیت آجاتی ہے اور اگر بات محبت وشیفتگی کی ہو تو زبان میں شگفتگی کے ساتھ شعر ونظم بھی درآتا ہے۔قرآن مجید کی تفسیر میں زبان وبیان کی یہ تاثیر پیدا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ انھوں نے جو کچھ لکھا اس میں ڈوب کر لکھا، جس کیفیت کو لکھا اسے اپنے اوپر طاری کیا، محسوس کیا اور اس میں سے جس قدر کا صفحہ قرطاس متحمل ہوتا اس کو بہ صورت حروف منقش کیا۔

تفسیر عثمانی بہت مختصر ہے، اس کے مضامین کو اگر غور سے پڑھا جائے تو مرورایام سے اس میں مزید اختصار کی گنجائش نکلتی ہے۔علمائے دیوبند کے عام ذوق ومزاج کے مطابق اس میں نہ تو کوئی فلسفہ ہے، نہ پیچیدگی بلکہ نہایت سادگی کے ساتھ قرآن مجید کی آیات کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔قاری کو قرآن مجید سے جوڑنے والی تفسیر ہے یہ جیسا کہ اس کے بارے میں پیر کرم شاہ ازہری نے کہا ہے۔(کہکشاں ملک: دل میں اترتے حرف۔میڈیا اینڈ بزنس ایڈمنسٹریشن، اسلام آباد، ۱۹۹۷ص ۱۲)

تفسیر عثمانی کے بارے میں راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس کی خصوصیات بیان کرنا قد بالا پہ قبائے تنگ منڈھنا ہے۔اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے تو اس کی تمام خوبیاں حسب استطاعت قاری پر ظاہر ہوں گی۔پھر بھی ایک بڑے عالم اور منفرد سیرت نگار مولانا ولی رازی نے کچھ امتیازی خوبیاں گنوائی ہیں، انہی کی روشنی میں چند خوبیوں اور امتیازات کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

1 زبان وبیان کے اعتبار سے یہ تفسیر بہت معیاری ہے۔ترجمہ میں جس طرح معیاری اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اسی طرح تفسیر میں بھی سلیس اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

2 تفسیر عثمانی اپنے اختصار کے اعتبار سے بھی بے مثال ہے، نہایت قلیل عبارت میں مسائل کو اس طرح حل کیا ہے کہ عام قاری بھی ان کو سمجھ لیتا ہے اور کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔

3 جن مقامات کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، ان میں بڑی احتیاط کے ساتھ راجح اقوال کو ذکر کیا ہے اور متعدد مقامات پر وجہ ترجیح بھی ذکر کی ہے۔

4 مولانا نے یہ تفسیر عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر لکھی ہے، اس لیے جدید ذہن کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

شبہات اور فلسفہ جدیدہ کے مسائل کا کافی وشافی اور مدلل جواب دیا ہے۔

5 بعض ایسے امور جن کو تجربات ومشاہدات زدہ جدید ذہن قبول کرنے میں تامل کرتا ہے، ان مسائل کی عقلی توجیہ کر کے ان کو جدید ذہن کے لیے بھی قابل قبول بنایا ہے، جیسے مسئلہ روح وغیرہ۔

6 قرآن مجید کی آیات میں کوئی تعارض محسوس ہوتا ہے یا واقعات کے بیان میں دو مختلف مقامات پر مختلف انداز بیان ہوتا ہے، ان سب آیات کی تفہیم میں تمام اشکال حل کرنے کی سعی کی ہے۔

ترجمہ شیخ الہند کی مقبولیت:

حضرت شیخ الہند کا یہ ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے یہ حواشی بہت معروف ہوئے ۔ برصغیر کے مختلف اداروں نے اس کو شائع کیا۔ آج یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس کی اشاعت کتنی ہوئی۔ ایک تخمینہ یہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا تھانوی کے ترجمہ کے بعد سب سے زیادہ اشاعت اسی ترجمہ کی ہوئی۔ اس ترجمہ کو دوسری زبانوں میں بھی منتقل کیا گیا۔ اس کی تلخیص بھی کی گئی اور اس کو منظوم بھی کیا گیا۔ ذیل میں اس کے چند ترجموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ پشتو اور دری (فارسی) زبانوں میں ترجمہ:

پشتو زبان میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر کا ترجمہ کیا گیا۔ یہ ترجمہ اگرچہ پشتو زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ نہیں تھا، لیکن اس کی جامعیت، اختصار اور کسی حد تک حضرت شیخ الہند سے عقیدت کی وجہ سے یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ اس کی اشاعت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی، اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ (المعارف، لاہور، فروری 1975ء ص 15)

۲۔ منظوم ترجمہ:

علامہ سیماب اکبر آبادی اپنے دور کے بڑے ادیب، دانش ور اور شاعر تھے۔ انھوں نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ 'وحی منظوم' کے نام سے کیا ہے اور یہ نظم صرف ۷ ماہ ۹ دن میں مکمل کر لی تھی۔ اس لیے بھی اس کا چرچا حلقہ ادب میں کہیں کہیں ہوتا رہتا ہے لیکن اس میں یہ تذکرہ بھی ہوتا تو بات مکمل ہوتی کہ یہ منظوم ترجمہ بنیادی طور پر ترجمہ شیخ الہند کی نثر کو نظم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا جامہ پہنایا گیا ہے۔مکتبہ پرچم کراچی سے اس ترجمہ کی اشاعت ہوئی۔اس کے اشتہار میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ نظم حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر مبنی ہے۔

۳۔دل میں اترتے حرف:

مذکورہ بالا عنوان سے اردو کی معروف ادیبہ اور افسانہ نگار محترمہ کہکشاں ملک نے ترجمہ شیخ الہند اور تفسیر عثمانی کی تلخیص کی ہے۔اس تلخیص کی وجہ تالیف اور انداز تالیف میں قرآن پڑھنے والوں کے لیے رہنمائی اور عبرت دونوں کا سامان ہے۔اس لیے اس میں سے چند جملے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

اس کی وجہ تالیف کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ''۱۴نومبر ۱۹۷۸ء رات کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے کہ میں اچانک نیند سے بیدار ہوگئی فوری طور پر دوبارہ نیند آنا مشکل تھا۔اس لیے میں نے کسی مصروفیت کے لیے ٹی وی آن کر دیا۔اس وقت یونیورسٹی کے طلباء کے لیے دینی اور معلوماتی پروگرام ''قرآن فہمی'' اختتام پذیر ہو رہا تھا۔صاحب مقرر جناب جسٹس پیر کرم شاہ اپنی گفتگو سمیٹ رہے تھے انھوں نے کہا: ''اچھا میں آپ کو قرآن فہمی کا آسان نسخہ بتاتا ہوں''۔میرے کان کھڑے ہوگئے ۔آپ نے فرمایا: آپ چالیس روز بلا ناغہ قرآن کریم کا مطالعہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے اردو ترجمہ کے ساتھ کیجئے، اللہ تعالی کے فضل سے یہ کتاب آپ سے ہم کلام ہوجائے گی۔'' (کہکشاں ملک: دل میں اترتے حرف، میڈیا اینڈ بزنس ایڈمنسٹریشن، اسلام آباد، ۱۹۹۷ص ۱۲)

کہکشاں ملک نے اس نسخہ کو گرہ باندھ لیا اور اگلی صبح سے اس پر عمل پیرا ہوگئیں۔ اس عرصے میں ان پر جو کیفیات گزریں ان میں کچھ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

میرا معمول ہو گیا کہ میں جتنا مطالعہ کر پاتی، اسے جس طرح حضرت شیخ الہند کے ترجمہ اور حضرت شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ پر تفسیر کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرتی، تحریر کی شکل میں محفوظ کر لیتی۔کئی دفعہ بوجہ کچھ بھی نہ لکھا جاتا اور یہی ہوتا کہ خالی جگہ رہ جاتی۔یہ سلسلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقریباً آٹھ دس ماہ تک جاری رہا اور سب سے آخر میں جب میں نے نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۱۴ سورت مبارکہ 'النصر' کا مطالعہ کیا تو درد فرقت سے دل ٹکڑے ہونے لگا۔اس تمام عرصے میں جو سال کے چار موسموں کی سختی نرمی کے دھاگوں سے بندھا تھا، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا گویا میں آج سے چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں جی رہی تھی۔ میں خاک بطحا کا ایک حقیر ذرہ تھی اور پاک وخوش نصیب انسانوں کے قدموں کی خاک میں پوشیدہ عالم تصور میں وہ آواز سنا کرتی تھی جوان کے منہ سے اس وقت نکلتی تھی جب انھیں معلوم ہوتا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کے نبی اور ہادی برحق پر ایک اور وحی اتاری ہے، وہ بھاگے ہوئے جاتے اور اپنے کانوں سے وحی مبارک کے ذریعے اترے ہوئے احکام سنتے۔قرآن حکیم کی تمام سورتوں میں جس جس انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کو محسوس کرتے ہوئے آپ کی ذات والا صفات سے قربت اور انسیت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے تصور سے دوری انسان کو مفلس و بے نوا بنا دیتی ہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا۔ میں نے بڑی مشکل سے اس مشام جاں محفل کو الوداع کہا اور قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔(ایضاص ۱۳)

۴۔مجمع الملک فہد سے اشاعت:

سعودی عرب کے مشہور ادارے نے جب اردو میں قرآن کریم کے ترجمہ کی اشاعت کا ارادہ کیا تو بڑی تلاش وجستجو اور تفحص کے بعد حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کو ہی اشاعت کے لیے منتخب کیا۔کافی دنوں تک یہ ترجمہ شائع ہوتا رہا لیکن بعد میں کسی وجہ سے اس کی اشاعت روک دی گئی۔اس کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔اس کے علاوہ بعض علماء نے اپنی تفسیروں میں حضرت شیخ الہند کا ترجمہ شامل کیا ہے اور بعد کے کئی ایک مفسرین نے ترجمہ حضرت شیخ الہند اور تفسیر عثمانی سے استفادہ کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو محمد مصلح سہسرامی

ابو محمد مصلح سہسرامی کا اصلی نام وزیر علی خاں اور تخلص احقر تھا۔نام سے زیادہ اپنی کنیت ابو محمد مصلح سے مشہور ہوئے۔سہسرام کے رہنے والے تھے۔ان کے والد کا نام چراغ علی تھا لیکن چمرو خاں کے نام سے مشہور تھے۔سہسرام کے ایک محلّہ باڑہ میں ان کی ولادت ہوئی۔سنہ ولادت 1877 ہے۔

ابو محمد مصلح نے ابتدائی تعلیم مولوی شوکت علی خاں سہسرامی سے حاصل کی۔اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نصاب کے مطابق سہسرام کے مدرسہ خانقاہ کبیریہ میں تعلیم حاصل کی۔کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

ابو محمد مصلح کو تصوف سے بھی بڑا تعلق تھا۔مدرسہ ابوالعلائی کے مولوی حسن خاں سے باضابطہ بیعت تھے۔

ابو محمد مصلح مزاجاً اور فطرتاً صحافی تھے۔انھوں نے اپنی زندگی میں بہت رسالے نکالے۔حاذق ضیائی نے لکھا ہے کہ انھوں نے اتنے رسالے نکالے کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔کچھ مبالغہ ہوسکتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ انھوں نے بہت رسالے اور جریدے نکالے۔جماعت اسلامی کے ترجمان 'ترجمان القرآن' کا اجراء بھی انھوں نے کیا تھا جسے کچھ عرصے بعد انھوں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے سپرد کردیا تھا اور بعد میں اس کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔

'ترجمان القرآن' کے علاوہ انھوں نے 'حسن و عشق' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا تھا۔اس کو بھی بڑی شہرت ملی۔علامہ اقبال، مولانا آزاد اور نیاز فتح پوری جیسے لوگوں کی تحریریں اس میں شائع ہوتی تھیں۔اس کے بعد 'الاصلاح' کے نام سے ایک رسالہ سہسرام سے نکالا تھا۔عورتوں کے لیے بھی خصوصی رسالے نکالے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالوں کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی تصنیف کرتے رہے۔سہسرام میں 'الاصلاح' کے نام سے ایک مستقل پریس قائم کی تھی۔اس کے ذریعہ اپنی کتابیں شائع کرتے تھے۔

قرآنیات کے علاوہ دیگر موضوعات پر مولانا ابومحمد مصلح کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1. تاریخ سہسرام
2. مشاہیر شعرائے سہسرام

دونوں کتابیں سہسرام کے بارے میں ہیں اور دونوں ان کی اپنی پریس الاصلاح سے شائع ہوئیں۔

ان کے علاوہ بھی ان کی بعض تصانیف مختلف موضوعات پر شائع ہوئیں۔

قرآنیات:

جہاں تک قرآنیات کا تعلق ہے،تو ابومحمد مصلح کی زندگی خدمت قرآن سے عبارت تھی۔وہ ساری عمر قرآن کی خدمت کرتے رہے۔اس کے لیے کتابیں لکھیں، رسالے نکالے،تفسیر شائع کی اور قرآنی موضوعات پر نظم ونثر میں لکھتے رہے اور قرآن کو عام کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔

حاذق ضیائی نے لکھا ہے کہ وہ مرید تو تھے لیکن بظاہر پیری مریدی سے بھی ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔خدمت قرآن ہی ان کی زندگی تھی۔(ص68)

قرآنیات پر ان کی درج ذیل تصانیف مطبوعہ ہیں:

(ا) قرآن اور اقبال:

اس کتاب میں انھوں نے فکر اقبال میں حکمت قرآن اور پیغام قرآن کی نشاندہی کی ہے۔یہ کتاب پہلے 1351ھ میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت علامہ اقبال بھی حیات تھے۔ابومحمد مصلح کی علامہ اقبال سے ملاقات بھی ہوئی۔

اس کتاب کے مقصد تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

قرآن اور اقبال کے پیش کرنے سے میرے دو مقصد ہیں۔دیکھا گیا کہ اقبال کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو پیغام تھا اس کو نوجوانوں نے قبول نہیں کیا۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ ایک مرتبہ اور اقبال کی اس محبوب اور امیدوں کی مرکز جماعت کو قرآن کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کروں اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی دعوت دوں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے میں نے کوشش کی ہے کہ اقبال کی بیشتر تصنیفات سے ان حصوں کو ایک جگہ جمع کر دوں جو صاف لفظوں میں قرآن حکیم سے متعلق ہیں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ کتاب اللہ کی ایک حقیر سی خدمات انجام پائے، جو اس ناچیز کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یہی سبب ہے کہ تالیف وتصنیف لوازم کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ شعر نقل کر دیے گئے ہیں اور استفادے کا حق قارئین کے لیے محفوظ ہے۔(ابو محمد مصلح: قرآن اور اقبال، اقبال صدی پبلی کیشنز نئی دہلی ۱۹۷۷ ص ۹۔۱۰)

اس کتاب میں انھوں نے علامہ اقبال سے اپنے تعلقات کو بیان کرنے کے بعد علامہ کے کلام میں قرآنی پیغام کا تعارف کرایا ہے۔ قرآن کا اقبال پر اثر اور اقبال قرآن کو کس طرح سے لیتے تھے۔ اس کے بعد ایک حصہ نثر قائم کیا ہے۔ حصہ نثر میں انھوں نے اقبال کی نثری تصنیفات جیسے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ اور اقبال کے خطوط و دیگر نثری تحریروں میں قرآن کا پیغام کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حصہ نظم ہے اس میں اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ اور دوسری کتابوں میں اقبال نے قرآن سے متعلق جو اشعار کہے ہیں، ان اشعار کو انھوں نے اکٹھا کر دیا ہے۔ ۱۸۸ صفحات کی یہ کتاب اپنے موضوع کی ایک جامع کتاب ہے۔

(۲) قرآن کا پیغام اہل سہسرام کے نام:

یہ مولانا کی ایک منظوم کاوش ہے۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس میں 32 صفحات ہیں۔ اس میں قرآن مجید کے فہم کو عام لوگوں تک پھیلانے کی سعی بلیغ نظر آتی ہے۔ یہ رسالہ ادارہ عالم گیر قرآن مجید، حیدر آباد سے 1359ھ میں شائع ہوا۔

(۳) پارہ عم کی تفسیر:

انھوں نے آخری پارہ کا ترجمہ اور تفسیر الگ سے شائع کی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نماز میں قرآن کا جتنا حصہ پڑھا جاتا ہے، لوگ اس کے ترجمہ سے واقف ہو جائیں۔ اسی طرح بچوں کو بھی شروع میں آخری پارہ ہی پڑھایا جاتا ہے، وہ بھی اس سے واقف ہوں۔ اس لیے انھوں نے عم پارہ کی بچوں کے لیے تفسیر بھی لکھی۔ یہ شاید منفرد کام ہے کہ صرف بچوں کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی تفسیر لکھی گئی ہو۔

۴۔ شہید کربلا قرآن کی روشنی میں

یہ کتاب بھی ان کے قرآن سے عشق کی ایک واضح دلیل ہے کہ انھوں نے ایک ایسے واقعہ پر لکھا جو تاریخ اسلامی کی بہت ہی حساس اور دل دوز واقعہ ہے، اس کو بھی انھوں نے قرآن سے جوڑ دیا۔ ۲۷ صفحات کی اس کتاب میں انھوں نے واقعہ کربلا سے متعلق تمام تاریخی واقعات بیان کیے ہیں اور ان سب کو قرآن سے جوڑا ہے۔

تحریک قرآن کی آواز:

مولانا ابومحمد مصلح کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن فہمی کی تحریک چلانا ہے۔ وہ تحریک قرآن کی اولین آوازوں میں سے ہے۔ جب عام طور پر رجوع الی القرآن اور عوامی سطح پر قرآن کے فہم کے لیے عوامی سطح پر بات بایدوشاید ہی کوئی کرتا تھا۔ اس وقت انھوں نے اس تحریک کی آواز بلند کی اور ان کی یہ آواز اتنی مقبول ہوئی کہ ہر حلقے میں سنی گئی۔ ان کی کوششوں سے حیدرآباد کے اندر سرکاری طور پر قرآن کا معنی کے ساتھ پڑھنا لازمی قرار دیا گیا۔ (شہید کربلا قرآن کی روشنی میں، ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید، حیدرآباد، بدون سنہ ص:۳) علامہ اقبال کے ایک واقعہ سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس تحریک کے ذریعے کس طرح اعلی علمی حلقوں تک بیداری پیدا کی۔ وہ واقعہ یہ ہے:

''مدراس کے علمی سفر سے واپسی پر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال مرحوم شاہی مہمان کی حیثیت سے چند روز حیدرآباد میں ٹھہرے۔ میں تحریک قرآن کے سلسلے میں نواب نظیر جنگ بہادر کے ہمراہ ملنے گیا۔ تعارف کے بعد تحریک قرآن کا اولین مقصد قرآن مجید کی تعلیم، معنیٰ، مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کرنا بیان کیا گیا۔ اس وقت تعلیم یافتہ نوجوانوں کا اچھا خاصا مجمع تھا۔ اقبال نے اپنے خاص انداز میں کہا: مولوی صاحب آپ کی تحریک سے کس کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

انکار ہوسکتا ہے۔مگر پہلے یہ تو بتائیے کہ قرآن پڑھائے گا کون؟ مجمع ہمہ تن گوش بن گیا اور مجھ کمبل بدوش کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھنے لگا۔کیونکہ یہ کوئی معمولی معارضہ نہ تھا اور نہ کسی معمولی شخص کی زبان سے ادا ہوا تھا۔میں نے جواب دیا ڈاکٹر صاحب بے شک حقیقی معنوں میں قرآن کے پڑھانے والوں ہی کی کمی ہے۔جس دن یہ کمی پوری ہوئی سب کچھ ہو جائے گا۔مگر آپ مجھے قرآن قرآن کرنے دیجیے کیوں کہ آپ کے حسب منشا قرآن پڑھانے والے بھی قرآن ہی سے پیدا ہوں گے۔'' (ابو محمد مصلح: قرآن اور اقبال، اقبال صدی پبلی کیشنز: نئی دہلی ۱۹۷۷ ص: ۱۳۔۱۴)

علامہ کے اس واقعہ کے علاوہ علامہ نے ایک خط بھی لکھا تھا، وہ بھی انھوں نے اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔وہ خط یہ ہے:

جناب مولوی صاحب! السلام علیکم

قرآنی تحریک کا پروگرام مبارک ہے۔اس زمانے میں قرآن کا علم ہندوستان سے مفقود ہوتا جاتا ہے۔ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی جائے۔کیا عجب کہ آپ کی تحریک بار آور ہو اور مسلمانوں میں قوت عمل پھر عود کر آئے۔

مخلص اقبال

انھوں نے حیدر آباد میں تحریک قرآن اکیڈمی بھی قائم کی۔اس اکیڈمی کا مقصد قرآن فہمی کی تحریک کو عام کرنا تھا۔رسالہ 'ترجمان القرآن' اس تحریک کا ترجمان تھا۔اس رسالہ کا ایک اداریہ جو غالباً پہلا شمارہ ہے، اس سے بھی ان کی تحریک قرآن کے حدود و امکانات کا اندازہ ہوتا ہے۔اس لیے اس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

عالمگیر تحریک قرآن کا عنوان، مستقل عنوان ہے جس کے تحت مقدس تحریک سے متعلق مقالات سپرد قلم ہوا کریں گے۔دنیا میں قرآن کے واقعات، قرآن مجید سے متعلق مختلف خبریں درج ہوا کریں گی۔قرآن اور اس کی تعلیم بھی مستقل عنوان ہے، اگر موقع ہوا تو قرآنی خط و کتابت کے لیے بھی جگہ نکالی جائے گی جس میں وہ خط و کتابت شامل ہوگی جس کو تحریک قرآن سے کوئی مناسبت ہوگی۔(ترجمان القرآن، شمارہ ا، ص: ۳۔۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس شمارے میں ایک اشتہار ہے جس میں لکھا ہے کہ معنی دار قرآن مجید مع بچوں کی تفسیر اور معنی دار پارہ عم مع بچوں کی تفسیر۔ اس اشتہار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی اشاعت خاص طور پر بچوں میں کرنے کے لیے کتنے بے چین تھے۔

حیدرآباد کے علاوہ انھوں نے لاہور میں بھی اس تحریک کو فروغ دینے لیے بڑی جدو جہد کی۔ خود بہت دن لاہور میں مقیم رہے اور بادشاہی مسجد کے باہر شمالی حصہ میں انھوں نے باضابطہ درسگاہ بنا کر اس کام کو شروع کیا تھا جن دنوں علامہ کا انتقال ہوا وہ اسی کام کے سلسلے میں لاہور میں ہی مقیم تھے، اس لیے علامہ کے جنازے میں بھی شریک رہے۔ (قرآن اور اقبال، ص:۱۹)

مولانا ابومحمد مصلحؒ کی یہ تحریک قرآن آج عالمی تحریک قرآن بن چکی ہے۔ لوگ اس سے واقف نہیں قرآن ہی کی اس عالمگیر تحریک کے محرکین میں ایک نام ابومحمد مصلحؒ کا بھی ہے۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، انھوں نے نام کے لیے کیا بھی نہیں تھا اور میں نے علمائے دیوبند میں یہ مزاج محسوس بھی کیا ہے کہ نام ان کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ ان کی اصل توجہ کام پر ہوتی ہے۔ کام ہو، چاہے نام ہو یا نہ ہو۔

آج کل جو لفظی ترجمہ کا رواج عام ہوا ہے اور لوگ خاص طور پر غیر عربی داں حضرات قرآن کو سمجھنے کے لیے اور الفاظ قرآنی سے قریب ہونے کے لیے لفظی ترجمہ کا بھی سہارا لیتے ہیں، یہ رجحان بھی بڑی حد تک مولانا ابومحمد مصلحؒ کا ہے۔ اللہ ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی سئیات کو معاف فرمائے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد مدنی

مولانا محمد مدنی حضرت شیخ الہند اور مولانا عبیداللہ سندھی کے خاص شاگرد تھے اور تحریک ریشمی رومال کے سرگرم رکن تھے۔ان کی ولادت ضلع حیدرآباد کی تحصیل ہالا میں ہوئی۔خاندانی طور پر ان کا تعلق ایک غیر مسلم گھرانے سے تھا۔ابھی ان کی عمر 9 سال تھی کہ والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔والدہ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری لی۔لیکن ان کی عمر بھی زیادہ وفا نہ کر سکی،اس لیے ان کی تربیت کی ذمہ داری ان کے ماموں نے اپنے سر لے لی اور ماموں کی نگرانی میں تعلیم و تربیت شروع ہوئی۔

مولانا محمد مدنی کے والد اگرچہ ہندو تھے لیکن ان کو شاہ عبداللطیف بھٹائی سے بڑی عقیدت تھی اور اپنے آپ کو بھٹائی فقیر کہتے تھے۔شرف قبولیت کے انداز عقل و ادراک کی سرحدوں سے ماوراء ہوتے ہیں۔باپ کی حسنات نے بیٹے کے حصے میں بھی فیضان کیا 13 سال کی عمر میں کم عمر بیٹے نے سندھی زبان میں اسلام پر لکھی ہوئی چند کتابیں پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔انھوں نے چھپ کر اسلام کے ارکان کی پابندی شروع کر دی۔نماز پڑھنے لگے۔ایک دن کسی نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔گھر والوں کو خبر ہو گئی۔انھوں نے بہت مارا۔اس سے پریشان ہو کر انھوں نے گھر چھوڑ دیا۔بھاگ کر عمر کوٹ گئے۔وہاں سے کچھ حاجی بمبئی کے راستے عرب جا رہے تھے۔کسی طرح ان کا ساتھ ہو گیا۔عرب میں انھوں نے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔کہتے ہیں کہ امیر فیصل بن حسین شریف مکہ نے ان کا امتحان بھی لیا تھا اور ان کے ذوق و شوق سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کو مکہ مکرمہ لے گئے اور شیخ الاسلام مکہ کی تربیت میں ان کو دے دیا۔دو سال وہاں رہے۔اس کے بعد پھر مدینہ آ گئے۔

مدینہ میں اس زمانے میں مولانا حسین احمد درس دیا کرتے تھے اور حضرت شیخ الہند بھی زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔اس طرح ان کو ہر دو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا۔تحریک ریشمی رومال شروع ہوئی تو اس میں بھی انھوں نے سرگرم حصہ لیا لیکن کم عمر ہونے کی وجہ سے بڑی ذمہ داریاں ان کو نہیں دی گئیں۔

ابھی ان کی تعلیم کے مراحل باقی تھے،اس لیے اعلی تعلیم کے لیے دیوبند آگئے۔یہاں مولانا انورشاہ کشمیری سے حدیث کا درس لیا۔اتفاق ہے کہ مولانا بدرعالم میرٹھی مولانا مدنی کے ہم درس تھے اور امتحان میں مولانا مدنی اول اور وہ دوم درجے سے کامیاب ہوئے۔

قرآنیات:

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مولانا مدنی دوبارہ مدینہ چلے گئے۔وہاں درس وتدریس کا مشغلہ رہا۔مولانا عبیداللہ سندھی سے تفسیر پڑھی اور کئی ہزار صفحات پر ان کے درس کے افادات لکھے۔یہ افادات القاء المنان فی تفسیر القرآن کے نام سے سندھی زبان میں شائع ہوئے۔پھر اردو میں شائع ہوئے۔

مولانا نے سندھی زبان میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ بھی کیا۔یہ ترجمہ بہت مقبول ہے اور متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔مولانا نے قرآن مجید کی سندھی زبان میں لغت بھی لکھی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد احمد مقبول سبحانی

قرآن مجید کا مکمل طور پر کشمیری زبان میں ترجمہ حضرت مولانا محمد احمد مقبول سبحانی صاحب نے کیا ہے۔آپ دیو بند کے فارغ التحصیل تھےاور بہت بڑے مدرس اور عالم تھے آپ کو عربی زبان پر کافی دسترس تھی۔مولانا محمد احمد مقبول سبحانی کے ترجمہ پر قرآن مجید کی مکمل تفسیر مفتی محمد ضیاء الحق بخاری نے لکھی ہے۔مفتی سید محمد ضیاء الحق بخاری اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت مولانا محمد احمد مقبول سبحانی ضلع اسلام آباد کشمیر کے رہنے والے تھے۔عربی کے اس مایہ ناز عالم نے جو مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں 40 سال سے قیام پذیر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ کر جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے کہنے پر یہ ترجمہ کیا۔یہ قرآن کریم کا اولین مکمل کشمیری ترجمہ ہےاور اسی طرح تفسیر اس پر لکھی گئی ہے وہ بھی کشمیری زبان میں اولین ہے۔(خواجہ زاہد عزیز: کشمیری زبان میں قرآن حکیم کے تراجم کا جائزہ،مشمولہ قافلہ ادب اسلامی۔جلد ۷ شمارہ ۳ اور ۴ جنوری ۲۰۰۶ تا جولائی ۲۰۰۶۔عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان۔ص ۲۳۵ تا ۲۴۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا میرک شاہ اندرابی

مولانا میرک شاہ اندرابی کی ولادت صفر ۱۳۰۶ مطابق اکتوبر ۱۸۸۸ میں کشمیر میں ہوئی۔ والد کا نام سیّد شاہ مصطفیٰ تھا۔ سب سے پہلے کلام پاک حفظ کیا اور پھر ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہی حاصل کی۔ آثار سعادت بچپن سے نمایاں تھے۔ کتابیں پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ زیادہ وقت مطالعہ اور کتب بینی میں گزرتا تھا۔ کھیل کود سے بالکل دلچسپی نہیں تھی لیکن غالبا کوئی تعلیمی ادارہ نہیں تھا اس لیے باضابطہ سلسلہ تعلیم موقوف تھا۔ اسی اثناء میں مولانا انور شاہ کشمیری وطن آئے ہوئے تھے۔ ان کی خدمت میں ملنے کے لیے گئے۔ انھوں نے گوہر قابل جان کر دیوبند جانے کا مشورہ دیا۔ اگر چہ اس وقت کے حالات اور سفر وغیرہ کی مشکلات بہت زیادہ تھیں لیکن حضرت محدث کشمیری سے عقیدت اور ان کی توجہ نے حوصلہ دیا اور ساتھ ہی میر واعظ مولانا محمد یوسف صاحب بھی دیوبند جانے کے لیے تیار ہو گئے تو دونوں نے ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دیوبند میں سات سال رہے۔ درس نظامی کی زیادہ تر کتابیں وہیں پڑھیں۔ ۱۳۳۶ میں سند فراغت حاصل کی۔ (تاریخ دارالعلوم ص ۱۳۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد کئی سال تک دربھنگہ، مراد آباد، کرنال، اعظم گڑھ اور دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ساتھ ہی اکثر جگہ افتا کی ذمہ داری بھی ان کے پاس رہی۔ کرنال کے تبلیغ کالج میں صدر شعبہ اسلامیات رہے۔ جن دنوں دارالعلوم دیوبند میں استاد تھے انہی دنوں میں شدھی تحریک سے متاثرہ علاقوں میں خاص طور پر آگرہ کے ملکانہ راجپوتوں میں انھوں نے اصلاحی کام بھی کیا۔ ان علاقوں میں فرقہ وارانہ کشیدگی بھی ہو گئی تھی اس کو بھی انھوں نے بڑی فراست اور حکمت سے فرو کیا۔ ان تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اورینٹل کالج لاہور کا مولوی فاضل اور منشی فاضل کا امتحان بھی دیا۔ ان امتحانوں میں انھوں نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۴۴ھ میں لاہور آ گئے۔ یہاں اورینٹل کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور رٹائرمنٹ تک اسی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جامعہ مدنیہ لاہور میں درس حدیث دینے لگے۔

میرک شاہ کی پوری زندگی بہت سرگرم اور فعال رہی۔ ان کی بنیادی شناخت استاد ہونا تھی، وہ ہمیشہ ایک اچھے استاد رہے۔ انھوں نے مدارس میں بھی پڑھایا اور کالج میں بھی۔ دونوں جگہ وہ امتیازی استاد رہے، خاص طور پر حدیث اور تفسیر کے اچھے استاد تھے۔ اس کے علاوہ استاد کی حیثیت سے انھوں نے ادب وفنون کی بھی تعلیم دی۔

تعلیم و تدریس کے ساتھ وہ قومی و ملی تحریکات میں بھی اسی طرح فعال رہے اور مختلف مذہبی تحریکات سے بھی وابستہ رہے، خاص طور پر شدھی تحریک کے زمانے میں ارتداد زدہ علاقوں میں کافی کام کیا، جس کا اوپر ذکر بھی ہوا۔ اس کے علاوہ کشمیر میں علاقہ گریز میں بھی ارتداد کا فتنہ شروع ہوگیا تھا، انھوں نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک جماعت بنائی، اس کا نام رکھا 'دفتر حفاظت اسلام'۔ اس ادارے کے ذریعے انھوں نے ارتداد زدہ علاقے میں کام کیا اور پورے کشمیر میں بھی مسلمانوں کے اندر پھیلی ہوئی بہت سی غلط رسوم کی اصلاح کی۔

کشمیر میں تعلیم کو فروغ دینے کے لیے انجمن معین الاسلام قائم کی۔ اس کے تحت وہ ایک معیاری دارالعلوم قائم کرنا چاہتے تھے لیکن ان کی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے وہ تو نہیں ہوسکا البتہ اس انجمن کے تحت سوپور میں کئی تعلیمی ادارے قائم کیے اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی انھوں نے تعلیم کو فروغ دینے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا وہ ۱۹۲۶ میں لاہور چلے گئے تھے۔ لاہور جانے کے بعد وہاں جامعہ اطہر کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا، کئی سال تک یہ مدرسہ جاری رہا بعد میں مختلف وجوہ کی بنا پر بند ہوگیا۔

تعلیمی اور سماجی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی کے بھی سرگرم رکن رہے۔ خاص طور پر تحریک خلافت کے دوران ان کی مساعی بڑی اہمیت کی حامل رہیں۔ ان کی جنگ آزادی میں سرگرمی کو دیکھتے ہوئے انگریزوں نے اور اس وقت کی کشمیر کی حکومت نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان پر طرح طرح کے دباؤ ڈالے لیکن وہ اپنے راستے پر ڈٹے رہے۔

غرض ان کی زندگی حرکت و عمل سے عبارت تھی، وہ جہاں رہے استاد و مربی اور مجاہد رہے اور اسی ڈگر پر حیات مستعار کی مدت مستعار اپنے انجام تک پہنچ گئی۔

آخری ایام لاہور میں بسر کیے اور وہیں ۲۶ جمادی ثانی ۱۳۹۳ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ کو ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا احمد رضا بجنوری نے ان کو جلیل القدر محدث، مفسر، محقق، متبحر عالم اور عربی زبان وادب کا بلند پایہ ادیب لکھا ہے:

> ''مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری سابق استاذ دار العلوم دیوبند و تبلیغ کالج کرنال و پروفیسر اورینٹل کالج لاہور حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور جلیل القدر محدث، مفسر، محقق، متبحر اور عربی زبان وادب کے بلند پایہ ادیب ہیں''۔(مولانا سید احمد رضا بجنوری: انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵، جلد اور دوم ص: ۴۳۶)

مولانا میرک شاہ اندرابی اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے اور زندگی بھر بڑے فعال رہے۔ بہت سی کتابوں میں ان کی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔(محمد نذیر رانجھا: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت (پنجاب) دار الکتاب لاہور، طبع اول ۲۰۰۹ جلد دوم ص: ۴۴۲ تا ۴۴۳)

محمد نذیر رانجھا نے اپنی کتاب تذکر علماء اہل سنت و جماعت (پنجاب) میں مولانا میرک کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ درج ذیل مراجع میں بھی ان کے حالات دیکھے جاسکتے ہیں:

ہمارا ادب مشاہیر نمبر ۱ جلد دوم ۱۹۷۷۔۷۸، سرینگر جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ اینڈ لینگویجز صفحہ ۲۲۰۔۲۴۰؛ عبد الرحمٰن کوندو: الانور، دہلی ندوۃ المصنفین 1981 طبع چہارم شفیق حسین مرزا: کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد: منتخب دستاویزات ۱۹۳۱۔۱۹۳۹، قومی ادارہ برائے تحقیق وثقافت، اسلام آباد عبد الغنی خواجہ: مولانا میرک شاہ اندرابی کشمیری، مطبوعہ ششماہی سنگر مال جلد ۱ شمارہ ۱، ۱۹۹۰، شعبہ کشمیریات اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: ۳۶۔۵۲؛ نور الحسن شاہ بخاری علامہ سید: مولانا میرک شاہ اندرابی مطبوعہ ہفت

toobaa-elibrary.blogspot.com

روزہ تنظیم اہلسنت لاہور، عید الفطر نمبر ۱۹ رمضان مبارک ۱۳۶۷ ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ ص:۱۸؛ مولانا محمد تقی عثمانی مفتی: نقوش رفتگان صفحہ ۱۳۱۔۲۳۶۔

سرگرم تدریسی وتحریکی زندگی بسر کرنے کے باوجود ان کا علمی ذوق وشوق ہمیشہ ان کا رفیق رہا۔ تصنیف وتالیف کا مشغلہ اور با مقصد تصنیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ انھوں نے کم وبیش چالیس کتابیں لکھیں اور متنوع موضوعات پر لکھیں۔ طبع زاد کتابیں بھی لکھیں اور ترجمے بھی کیے۔ صدرالدین شیرازی کی کتاب اسفار اربعہ کی جلد چہارم کا ترجمہ ان کا منفرد اہمیت کا حامل کارنامہ ہے۔ یہ کتاب انتہائی دقیق فلسفیانہ اور باطنی علوم ومکاشفات پر مشتمل ہے۔ ان کو سمجھنا اور دوسری زبان کا جامہ پہنانا نہایت مشکل کام تھا۔ یہ کتاب عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ عربی میں موطا امام مالک کی شرح لکھی۔ وہ بھی ان کا منفرد کارنامہ ہے۔

انھوں نے قرآن، حدیث، عربی ادب، فقہ اور تصوف وغیرہ مختلف موضوعات پر پائیدار اہمیت کی حامل کتابیں لکھیں۔ قرآنیات کے حوالے سے ان کی ایک بڑی خدمت ان کا درس قرآن ہے جو انھوں نے مرادآباد میں شروع کیا تھا۔ جن دنوں وہ مرادآباد میں تھے تو مفتی ٹولہ کی مسجد میں یومیہ درس قرآن کا آغاز کیا تھا۔ یہ کام انھوں نے اس دور میں شروع کیا جب عوامی درس قرآن کی روایت خال خال ہی تھی۔ اگرچہ کہیں صراحت نہیں ملی لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ سلسلہ موقوف ہوا ہو۔

اس عوامی خدمت کے علاوہ قرآنیات پر تصانیف کے حوالے سے ان کے درج ذیل کام شائع ہوئے ہیں:

۱۔ رسالہ در تحقیق تلفظ ضاد (اردو)

۲۔ تفسیر قرآن کریم اردو

۳۔ تفسیر القرآن الکریم کشمیری

۴۔ فوائد القرآن تفسیر اردو

فوائد القرآن میں قرآن پاک کی ہر آیت کو حل کیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی محمد نسیم بارہ بنکوی

منتخب لغات القرآن مفتی محمد نسیم صاحب قاسمی بارہ بنکوی استاذ تفسیر وادب دار العلوم دیو بند کی تصنیف ہے۔ مصنف نے اس سے قبل بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور مکتبہ دعوت القرآن دیو بند سے شائع ہوئی ہے۔

مفتی صاحب کو تفسیر کا خصوصی ذوق ہے۔ وہ عرصے سے دار العلوم دیو بند میں جلالین کے استاد ہیں۔ عربی زبان وادب سے بھی ان کو خصوصی مناسبت ہے۔ انھوں نے عام طلبہ اور عربی زبان سے ابتدائی واقفیت رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ کتاب کا انداز بیان تلقینی ہے۔ اگرچہ یہ لغات القرآن کی کتاب ہے تاہم اس میں کئی طرح کے تفسیری مباحث بھی آگئے ہیں۔ اس کتاب کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

اس کتاب میں قرآنی الفاظ کی تشریح وتوضیح سورتوں اور آیتوں کی ترتیب سے کی گئی ہے۔

الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق میں لفظ کی حیثیتوں واحد، تثنیہ اور جمع، اسم فعل، حرف وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کونسا صیغہ ہے، کونسا باب ہے، مادہ کیا ہے، ان سب کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

جن مقامات پر ضرورت محسوس کی گئی وہاں تفسیری مباحث کا بھی اضافہ کیا ہے خاص طور پر جن مقامات میں مفسرین کی آرا کا اختلاف ہے۔

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں الفاظ کی تحقیق اور بیان معنی میں پوری طرح اتباع سلف کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ہر سورت کے شروع میں اس کا اجمالی تعارف کراتے ہیں، آیات کی تعداد بھی بتاتے ہیں، مرکزی مضامین کی نشاندہی کرتے ہیں، سورہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مصنف نے اپنے مقدمے میں اس کتاب کی گیارہ خصوصیات بیان کی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

چوں کہ یہ کتاب قرآن کے الفاظ وکلمات کی تشریح وتوضیح ہے، اس لیے اس میں لغت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے بلکہ الفاظ کی توضیح وتشریح سورتوں اور آیتوں کی ترتیب سے کی گئی ہے۔ پہلے آیت نمبر درج کیا جاتا ہے پھر کلمہ کے سامنے اس کے معنی لکھے جاتے ہیں، اسی کے ساتھ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق کی جاتی ہے، واحد جمع کی نشاندہی کے ساتھ صیغوں کی تشریح کی ہے اور مادوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

بعض مقامات پر حسب ضرورت تفسیری مباحث بھی ذکر کیے ہیں۔ خاص طور سے ان آیات میں جہاں انبیائے سابقین اور پچھلی امتوں کے واقعات کے سلسلے میں احادیث موجود ہیں تو احادیث کا حوالہ بھی دیا ہے اور ان کا درجہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ اور ان کی تحقیق میں زیادہ تر علماء سلف کی کتابوں کا اعتبار کیا ہے۔ اردو میں بیان القرآن، معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر ماجدی وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

ہر سورت کے شروع میں اس سورہ کا اجمالی تعارف، آیات کی تعداد، سورۃ کی خصوصیات اور سورۃ کے مرکزی مضامین کی نشاندہی بھی کی ہے اور ہر سورت کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔

کتاب کا انداز بیان تدریسی ہے جس طرح سے درسگاہ میں استاد سبق دیتا ہے، اسی طرح سے اس کتاب میں الفاظ کے معنی بیان کیے گئے ہیں اور اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ انبیاء کے واقعات اور سابقہ امتوں کے جو حالات ہیں، ان میں جو کمزور اور بے سروپا کہانیاں اسرائیلی روایات کے زیر اثر آ گئی ہیں، مصنف نے ان کی تنقیح بھی کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا نعمت اللہ اعظمی

استاد محترم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ حدیث کے جید اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ خاص طور سے ان کا صحیح مسلم کا درس بہت مقبول ہے۔ ان کی وسعت مطالعہ، کثرت معلومات اور ذوق تحقیق وجستجو ضرب المثل ہے۔

ان کی ولادت پورہ معروف ضلع مئو ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۳ میں دورہ حدیث مکمل کرلیا۔ لیکن اس کے بعد بھی تحصیل علوم وفنون کے لیے انہوں نے مزید دو سال دارالعلوم دیوبند کے علمی احاطے میں گزارے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۵۵ میں مدرسہ حسینیہ قصبہ تاولی میں استاد مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد کئی دیگر مدارس میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ان کے فیض یافتہ مدارس میں مصباح العلوم کوپا گنج ضلع مئو، مفتاح العلوم مئو، دارالعلوم بنارس اور جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۸۲ میں حضرت کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ہوگیا۔ منتہی درجات کی کتابوں کے علاوہ تخصص فی الحدیث کا شعبہ اس وقت ان کی نگرانی میں ہے۔

تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ ان کو تصنیف وتالیف کا بھی ذوق ہے۔ چنانچہ انہوں نے درج ذیل کتابیں لکھی ہیں:

نعمۃ المنعم شرح مقدمہ المسلم　　　　تقریب شرح معانی الآثار

درس بخاری جو دراصل مولانا حسین احمد مدنی کے درسی افادات ہیں۔

قرآنیات میں ان کی تفسیر نعم البیان فی ترجمۃ القرآن ہے، مکتبہ الاتحاد دیوبند سے شائع ہوچکی ہے۔ یہ دراصل سورہ 'ق' سے سورہ ناس تک کی تفسیر ہے۔ دراصل یہ وہی حصہ ہے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیوبند میں سال سوم میں داخل نصاب ہے۔چوں کہ ان سورتوں میں قرآن مجید کے بیشتر مشکل الفاظ آگئے ہیں، اس لیے بطور درسی کتاب قرآن کے اس حصے کا ترجمہ وتفسیر پڑھایا جاتا ہے اور اسی لیے اس حصے کی تفسیر لکھی بھی جاتی ہے۔ یہ کتاب بھی طلبہ کی اسی درسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔اس میں حضرت کا طریقہ تفسیر بھی معلمانہ ہے۔یعنی ان کے پیش نظر اس حصے کی ایسی تفسیر کرنا ہے جس سے یہ حصہ طالب علموں کے لیے قابل فہم ہوجائے۔

نعم البیان کے شروع میں مصنف نے طویل مقدمہ لکھا ہے۔اس مقدمے میں پہلے انہوں نے عقیدہ توحید پر قرآنی استدلال رکھا ہے۔مصنف نے عنوان میں اگرچہ قرآنی طریقہ استدلال کی بات کہی ہے لیکن اس میں انداز خاصا فلسفیانہ ہے البتہ استدلال قرآنی آیات بھی مخصوص انداز میں پیش کی گئی ہیں وہ خالص طریقہ قرآنی استدلال جس کو ابن رشد نے خطابی استدلال کا نام دیا ہے حالاں کہ وہ بہترین برہانی استدلال ہے اس کو نگاہیں اس حصے میں تلاش کرتی رہتی ہیں۔اس کے بعد دوسرا عنوان بعث بعد الموت اور قرآنی طریقہ استدلال ہے۔اس کے بعد بعض الفاظ کی نحوی بحثیں کی ہیں۔ان میں ایجاز بالحذف، ہمزہ استفہام، لفظ بل اور لفظ کلا جیسے موضوعات پر طلبہ کی رہنمائی کی گئی ہے۔پھر ترجمہ وتفسیر بیان کیا ہے۔

ترجمہ وتفسیر میں حضرت الاستاذ کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر آیات نقل کرتے ہیں اور اس کے نیچے نہایت توضیحی وتفسیری ترجمہ کرتے ہیں۔قرآنی آیات کا ترجمہ بغیر قوسین کے ہوتا ہے اور وضاحتی عبارت قوسین میں ہوتی ہے۔ترجمہ بڑی حد تک تفسیر کی کفایت کر جاتا ہے۔ پھر بھی بعض مقامات تشنہ تشریح رہ جاتے ہیں تو ان کے لیے مولانا نے نہایت مختصر حواشی لکھے ہیں۔ حواشی مختصر بھی ہیں اور بنیادی طور پر زیادہ تر حواشی لغوی نوعیت کے ہیں یعنی ان حواشی سے عام آدمی زیادہ فائدہ نہیں اٹھائے گا بلکہ تفسیر کے طلبہ ہی زیادہ مستفید ہوں گے۔حواشی میں اکثر مقامات پر عربی عبارت لکھی ہے۔اسی طرح بعض مقامات پر قرآن کے اسلوب ومنہاج پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت کا یہ ترجمہ اور مختصر تفسیر بلا شبہ ایک اہم علمی خدمت ہے۔قوسین کی عبارت پوری آیت کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔عبارت میں اگر کوئی لفظ محذوف ہو یا کوئی سوال

toobaa-elibrary.blogspot.com

محذوف ہو یا کوئی اور پہلوایسا ہو جو ظاہر عبارت میں مذکور نہ ہو سکا ہو اس کو خاص طور پر اس قوسین کے حاشیہ میں واضح کر دیتے ہیں۔ اس لیے اس ترجمہ کو تفسیری یا وضاحتی ترجمہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔

مولانا نے حواشی مختصر لکھے ہیں اور عالمانہ انداز کے ہیں عوامی نہیں ہیں۔ حواشی خاص طور پر عربی جاننے والوں اور تفسیر کے طالب علموں کے لیے ایک تحفہ ہے، اس سے نہ صرف قرآن مجید کے اس حصہ کی تفسیر ہو جاتی ہے بلکہ پورے قرآن کی تفسیر کرنے کا انداز آجاتا ہے۔ تشریحی عبارت قوسین میں ہوتی ہے، اس کے علاوہ جہاں مزید وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہاں مختصر حواشی لکھتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد نعیم

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند طویل عرصے تک دارالعلوم کے استاد رہے۔قرآنیات کا ان کو خاص ذوق رہا، انھوں نے لمبے عرصے تک دارالعلوم دیوبند میں تفسیر خاص طور پر جلالین کا درس دیا اور وہ جلالین کے معروف استاد شمار ہوتے رہے۔انھوں نے جلالین کی شرح بھی لکھی ہے اور ایک مستقل تفسیر بھی لکھی ہے۔

مولانا محمد نعیم دارالعلوم دیوبند کے معروف استادوں میں تھے۔ان کے والد حکیم محمد منعم بھی دیوبند کی مشہور شخصیت تھے اور ان کے جدامجد حافظ محمد لطافت علی بھی بہت مشہور شخصیات اور دیوبند کے بزرگوں میں گزرے ہیں۔مولانا محمد نعیم نے تذکرۃ الحفاظ کے نام سے اپنے جد بزرگوں کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے اور مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے تاریخ دیوبند میں بھی ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

مولانا محمد نعیم کی ولادت ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۷ مطابق 1919 میں ہوئی۔خاندان میں علمی روایت قدیم زمانے سے چلی آ رہی تھی۔قدرت نے دارالعلوم دیوبند کی جوار فطری طور پر عطا کر دی، شکر نعمت کا اس سے اچھا انداز کیا ہو سکتا تھا کہ اس مدرسے کی بوریا نشینی کو اپنے لیے مسند صدارت سمجھا جائے۔چناں چہ سن تعلیم کو پہنچنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کے درجہ قرآن میں داخلہ لیا۔اس کے بعد مکمل تعلیم اسی مدرسے میں حاصل کی۔۱۳۴۲ میں داخلہ لیا تھا اور ۲۱ سال تعلیم حاصل کی، ۱۳۶۳ میں دورہ حدیث مکمل کر کے فارغ التحصیل ہو گئے۔

اپنے جدامجد حافظ لطافت علی کی سوانح تذکرۃ الحفاظ میں انھوں نے اپنی آپ بیتی بھی لکھی ہے۔اس میں انھوں نے اپنے تمام اساتذہ اور ان سے جو کتابیں پڑھیں، سب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ان کے اساتذہ نے ان کو جو اسناد دی تھیں ان کو بھی انھوں نے نقل کر دیا ہے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اپنے زمانے میں ایک اچھے طالب علم تھے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اساتذہ کے منظور نظر تھے۔

دارالعلوم سے فراغت کے فورا بعد مدرسہ فیض القرآن بنجاران، ضلع سہارنپور میں ناظم مقرر ہو گئے۔ایک سال بعد مدرسہ قاسم العلوم،فقیر والی، بھاول پور میں صدر مدرس ہو گئے۔وہاں دو سال تک یہ خدمت انجام دی۔دو سال بعد چھٹیوں میں اپنے وطن دیو بند آئے ہوئے تھے کہ ملک تقسیم ہو گیا اور بھاول پور جانے کی کوئی سبیل نہیں رہی۔

مولانا کا قیام دیو بند میں تھا اسی دوران میں ان کا تقرر دارالعلوم میں ہو گیا۔مولانا نے عمر کا بقیہ حصہ اسی کی خدمت گزاری میں بسر کیا۔دارالعلوم کی تقسیم کے بعد وہ امریکہ چلے گئے اور شکاگو میں ۲۰۰۷ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

درس و تدریس کے ساتھ مولانا کو لکھنے اور تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ان کی تین کتابیں مطبوعہ ہیں اور معروف ہیں۔ایک ان کے جد امجد کا تذکرہ، دوسری ان کی تفسیر القرآن جس کا نام ہے 'تفسیر انوار القرآن' تیسری جلالین کی شرح۔آخری دونوں کتابوں کا تعارف سطور ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(مولانا محمد نعیم: تذکرۃ الحفاظ،دارالکتب، دارالسلام،محلّہ ابوالبرکات، دیو بند بدون سنہ ص:۲۰۶۔۲۲۰؛مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم: تاریخ دیو بند، کتب خانہ نعیمیہ، دیو بند2019

تفسیر انوار القرآن:

یہ تفسیر ۸ جلدوں میں ہے۔تفسیر انوار القرآن روایتی انداز کی تفسیر ہے۔عام فہم انداز میں قرآنی آیات کے متبادر مفہوم کی وضاحت کی ہے۔قرآن پاک کا سادہ اور آسان ترجمہ کیا ہے اور اس کے بعد تفسیر کی ہے۔ان کا طریقہ تفسیر بھی وہی ہے جو عام طور سے اس دور کے لوگ کرتے ہیں کہ پہلے چند آیات نقل کرتے ہیں پھر ان کا ترجمہ اور اس کے بعد ان آیات کی وضاحت۔اس کے بعد مباحث کے عنوان سے الفاظ کی تشریح،لغات کے معنی اور ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔پھر شان نزول کی روایات نقل کرتے ہیں۔اس کے بعد سابقہ آیات سے ان کا ربط بیان کرتے ہیں۔اگر آیت میں کوئی مسئلہ ہو تو اس کی تشریح کرتے ہیں اور اس کے متعلق مسائل بھی بیان کرتے ہیں۔اس تفسیر کی ایک خاص بات یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ وہ اپنی بات کم کرتے ہیں زیادہ تر متقدمین کے حوالے سے تفسیر کرتے ہیں۔ البتہ حوالے زیادہ تر قدیم انداز کے ہیں یعنی قدیم مفسر کا صرف نام ذکر کرتے ہیں۔

مصادر تفسیر میں پہلے قرآن کریم سے پھر احادیث سے اور اس کے بعد اسلاف کی آرا نقل کرتے ہیں۔

انھوں نے اپنی تفسیر میں ایک نیا اسلوب یہ نکالا ہے کہ جب کسی سورت کی تفسیر مکمل ہو جاتی ہے تو اس سورت کے مضامین کا خلاصہ آخر میں درج کر دیتے ہیں۔ سورۃ کی ظاہر تفسیر مکمل ہونے کے بعد عرفان وسلوک کے عنوان سے اس سورت کے مختصر صوفیانہ اسرار ورموز بیان کرتے ہیں۔

حروف مقطعات کی بحث اکثر مفسرین نے کی ہے، مولانا محمد نعیم نے بھی یہ بحث کی ہے اس میں انھوں نے متقدمین کی آراء نقل کرنے کے بعد اس مختلف فیہ مسئلہ کو اس طرح حل کیا ہے:

> ''ان حروف کے بارے میں اب تک دو آراء سامنے آئی ہیں۔ بعض نے ان معانی سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور بعض نے ان کے معانی معلوم کرنے کا دعوی کیا ہے۔ مگر یہ نزاع حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کو نزاع لفظی سمجھنا چاہیے کیونکہ جن حضرات نے انکار کیا ہے ان کی مراد قطعیت سے انکار ہے اور جن حضرات نے بیان مراد کی کوشش کی ہے ان کا مطلب ظنی مراد ہے۔ سو جس چیز کا اثبات ہے اس کی نفی نہیں کی گئی ہے اور جس بات کی نفی کی گئی ہے اس کا کسی نے اثبات نہیں کیا ہے۔'' (ایضا، جلد اص:۳۶)

مولانا اس تفسیر میں دیگر مذاہب اور فرقوں کا بھی رد کرتے ہیں۔ خاص طور پر ہندو مذہب، عیسائیت، یہودیت اور قادیانیت وغیرہ کا۔

اس تفسیر کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ تفسیر کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر آیات احکام کی تفسیر لکھی ہے اور طہارت سے لے کر حج تک کے مسائل باضابطہ عنوان قائم کر کے بیان کیے ہیں اور ان کی متعلقہ احادیث بھی نقل کی گئی ہیں۔

مولانا محمد نعیم نے اس تفسیر کی خصوصیات کا تذکرہ خود نہیں کیا ہے۔ انھوں نے تفسیر پر مختصر مقدمہ لکھا ہے، اس میں صرف اس بات کا تذکرہ ہے کہ یہ تفسیر انھوں نے بطور تبرک

toobaa-elibrary.blogspot.com

لکھی ہے۔مقدمہ میں لکھتے ہیں:

’’عمر عزیز کی 66 منزلیں طے ہوچکی ہیں لیکن اس طویل عرصے میں کیا کھویا کیا پایا نہایت صفائی کے ساتھ اس کا اقرار واعتراف ہے کہ سب کچھ کھویا اور گنوایا ہی، پایا کچھ نہیں ہے............اب تو منزل سامنے ہے اور ہاتھ خالی ہے، اس لیے جی چاہتا ہے کہ جو کچھ موہوم ساعتیں رہ گئی ہیں اور سانس باقی ہے، وہ کلام اللہ کی خدمت میں صرف ہو جائیں اگرچہ کتاب اللہ کے گراں قدر، بے شمار تراجم اور تفاسیر کی موجودگی میں اس حقیر خدمت کی بالکل حاجت نہیں مگر خدمتگار تو محتاج خدمت ہے۔‘‘(تفسیر انوار القرآن جلد اص ا)

اس مختصر مقدمہ میں انھوں نے اپنے ترجمہ وتفسیر کے طریقے اور منہاج پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔تاہم کتاب کے مطالعے سے اس کا اندازہ ہوجاتا ہے۔اگرچہ یہ تفسیر ضخیم آٹھ جلدوں میں ہے لیکن قرآن فہمی کے لیے بہترین تفسیر ہے۔روایتی انداز میں ہے۔ ترجمہ اور آیت کے ظاہری معنی اور مفہوم کی بہترین وضاحت اس میں کی گئی ہے۔یہ تفسیر مکتبہ انوار القرآن سے شائع ہوئی ہے۔

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین:

کمالین کے نام سے مولانا محمد نعیم مراد آبادی نے تفسیر جلالین کی ایک شرح لکھی ہے۔مولانا نے عرصہ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں جلالین کا درس دیا ہے۔بعد میں وہ دارالعلوم وقف میں شیخ الحدیث ہوگئے تھے۔لیکن ان کا تفسیری ذوق ان کے مزاج پر حاوی رہا۔ایک مستقل تفسیر بھی لکھی جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اس کے علاوہ تفسیر جلالین کی شرح لکھی۔یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔یہ شرح بھی صرف جلالین کی شرح نہیں ہے بلکہ مستقل بالذات ترجمہ قرآن بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بھی ہے۔

ترجمہ جلالین:

مصنف نے جلالین کے ترجمہ کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ جلالین کا ایک حصہ جس میں ایک مفہوم کی آیات کی تفسیر ہو، نقل کرتے ہیں۔اس کے نیچے اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ترجمہ میں جلالین کے الفاظ کو قرآن کے الفاظ سے الگ رکھنے کا اہتمام اس طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کا ترجمہ اصل عبارت ہوتی ہے اور جلالین کی عبارت کا ترجمہ قوسین میں کرتے ہیں۔ مولانا نے قرآنی الفاظ کا ترجمہ بامحاورہ کیا ہے، زبان سادہ ہے اور الفاظ کا انتخاب بہت احتیاط سے کیا ہے۔ نپے تلے الفاظ ہیں، کوشش یہ ہے کہ قرآن کا کوئی لفظ ایسا نہ رہے جس کا ترجمہ نہ ہوا ہو اور اردو محاورہ کی بھی پوری رعایت باقی رہے۔

تفسیر:

کمالین میں چوں کہ ترجمہ صرف قرآن کا نہیں ہے بلکہ تفسیر جلالین کا بھی ہے، اس لیے یہ ترجمہ بھی ایک مختصر تفسیر ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مزید شرح اس طرح کی گئی ہے کہ مصنف جلالین کی عبارت کا ترجمہ کرنے کے بعد تحقیق وترکیب کا عنوان قائم کرتے ہیں اس میں قرآنی الفاظ اور تفسیر کے الفاظ دونوں کی تشریح کرتے ہیں کہ اس کے لغوی معنی کیا ہیں صرف کے اعتبار سے صیغہ کیا ہے، اس کی نحوی ترکیب کیا ہے۔ لفظ میں کئی معنی کا احتمال ہو تو اس کو بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ مقدر ہو یا محذوف ہو تو اس کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔ اگر صاحب جلالین نے کہیں کوئی خاص نام یا کسی کتاب کا حوالہ دیا ہو تو اس کو بھی متعین کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں اور اس کا تعارف کراتے ہیں۔ غرض کے تمام ممکنہ پہلوؤں کی نشان دہی اچھی طرح کرتے ہیں۔

اس کے بعد ربط کا عنوان قائم کر کے گزشتہ آیات سے ان آیات کے ربط کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے بعد آیت کا شان نزول بیان کرتے ہیں۔ شان نزول عام طور پر احادیث کی روشنی میں ہوتا ہے کہیں کہیں قول صحابی بھی نقل کرتے ہیں۔ احادیث کی روایت میں راوی کے نام اور روایت کے الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں۔ حدیث کی تخریج نہیں کرتے۔ شان نزول کا اہتمام بہت کرتے ہیں، اس لیے بہت سی آیات کے بارے میں بعد کے مفسرین کی آرا بھی بطور شان نزول ذکر کر دیتے ہیں۔

ان ابتدائی وضاحتوں کے بعد تشریح کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ اس میں آیات کی مفصل تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ہر آیت کی الگ الگ تفسیر کرتے ہیں۔ چوں کہ آیات میں ایسے امور بھی ہوتے ہیں جن کی مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے لیے وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کرتے ہیں اوران عنوانات کے تحت زیر تفسیر آیت کے جملہ پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔اگر کہیں تاریخی واقعات بیان ہوں یا فقہی مسائل یا سماجی ومعاشرتی اموران کے الگ الگ عنوان قائم کرکے ان مسائل کی تنقیح کرتے ہیں۔ویسے تاریخی اور فقہی مباحث کی جزئیات کونسبتاً زیادہ تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔درمیان میں حسب ضرورت قدیم مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں لیکن حوالوں کا اہتمام اس میں بھی نہیں ہے۔

اگر تفسیر میں کوئی اشکال وارد ہوتا ہے تواس کا جواب دیتے ہیں۔

آیات کی تفسیر وتوضیح کے بعد عام طور پر لطائف سلوک بھی بیان کرتے ہیں۔

یہ پوری تفسیر کا عمومی انداز ہے کہیں کہیں اس انداز میں کچھ نئی چیزیں بھی شامل ہوجاتی ہیں لیکن بالعموم پوری شرح میں اسی منہاج کا اتباع کیا گیا ہے۔غالبا طالب علموں کی رعایت میں اسلوب کی یہ یکسانیت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

مولانا محمد نعیم کی تفسیر میں بھی اوراس شرح میں بھی یہ بات بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ مصنف سے ملاقات نہیں ہو پاتی،تفسیر میں بھی بہت مختصر سا مقدمہ ہے اوراس شرح میں بھی چند سطر کا مقدمہ ہے، اس لیے یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ خود مصنف نے اپنی کتاب میں کن پہلوؤں کوملحوظ رکھا ہے۔اس کتاب کے مقدمے میں بھی اپنی بے بضاعتی کا تو ذکر کیا ہے لیکن اپنے اسلوب نگارش یا اپنی کتاب کے امتیازات کا ذکر نہیں کیا۔لکھتے ہیں

> ''ناچیز کی طرح علامہ جلال الدین سیوطی کے لیے بھی میدان صحافت میں یہ پہلا ہی قدم تھا۔لیکن وہ ایک جلیل القدر امام فن تھے اور ناچیز انکا دریوزہ گروکاسہ لیس ہے۔انھوں نے پچیسویں سن میں یہ شہرہ آفاق علمی شاہکار پیش کرکے دنیائے علم کو حیرت میں ڈال دیا تھا اور یہاں عمر عزیز کی ۴۵ بہاریں لٹ چکی ہیں مگر کاروان علم وعمل پھر بھی جادہ پیما نہیں ہوا۔انھوں نے مدت کلیم یعنی صرف ایک چلے میں نصف قرآن کی تفسیر جلیل مکمل کردی تھی اور یہاں اس مدت میں انہی کے نصف پارے کی لیپ پوت

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی مشکل ہے۔‘‘(تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین، مکتبہ دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۸، جلد اص:۲۵)

جہاں تک جلالین کی تفہیم کا تعلق ہے بلکہ قرآن فہمی کا تعلق ہے تو یہ کتاب بہت اہم ہے۔ جلالین کی شروحات بہت ہیں اس کو سب سے اچھی شرح تو نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ بہر حال جلالین کی بہترین شروحات میں سے ہے۔ کچھ مقامات تشنہ تحقیق ہیں جن کی طرف مولانا اشتیاق احمد نے اپنے مضمون میں اشارہ بھی کیا ہے۔ لیکن عام طور پر عبارت حل ہو جاتی ہے۔ کمالین کے بارے میں ایک آخری بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس کے تین پارے مولانا محمد نعیم نے نہیں لکھے بلکہ وہ مولانا انظر شاہ کے لکھے ہوئے ہیں، ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میر واعظ مولانا محمد یوسف

میر واعظ مولانا محمد یوسف کشمیر کے مشہور روایتی گھرانے کے فرد تھے۔ان کے والد میر واعظ رسول شاہ تھے۔

مولانا محمد یوسف ۱۳ شعبان ۱۳۱۱ مطابق ۱۸۹۴ کو سری نگر میں پیدا ہوئے۔(قاری فیوض الرحمان مشاہیر علماء دیوبند المکتبۃ العزیزیہ اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ ص:۱۳۱)

ابتدائی تعلیم علاقے کے علما سے حاصل کی، اس کے بعد اعلی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔مولانا انور شاہ کشمیری اس زمانے میں دارالعلوم میں شیخ الحدیث تھے،ان سے خصوصی استفادہ کیا۔یہ تذکرہ پہلے آچکا ہے کہ وہ میرک شاہ اندرابی کے ہم سبق تھے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کشمیر آ گئے۔یہاں میر واعظ عتیق اللہ نے ان کو اپنا جانشین بنادیا اور وہ کشمیر کے میر واعظ مقرر ہو گئے۔اسی حیثیت میں انجمن نصرت الاسلام سرینگر کے صدر بھی بنے۔اس انجمن کے تحت سرینگر میں ایک اسکول چلتا ہے اور ایک کالج بھی۔اس طرح مولانا کو مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ سماجی اور قومی خدمات بھی انجام دینے کا موقع ملا۔

میر واعظ مولانا محمد یوسف وادی کشمیر کی بہت معروف اور بااثر شخصیت رہی ہے۔میر واعظ کا منصب وہاں کا نہایت معزز منصب ہے،اس کی اپنی روایت ہے اور مولانا محمد یوسف بڑے مرد مجاہد تھے۔جنگ آزادی میں بھی انھوں نے حصہ لیا،تحریک خلافت میں بہت سرگرم رہے۔

میر واعظ عام طور میں کشمیر کے مسلمانوں کے نمائندے مانے جاتے ہیں۔مہاراجہ کشمیر اگر مسلمانوں کے مسائل پر بات کرتے تو میر واعظ ہی کے واسطے سے بات کرتے تھے۔ان کو مہاراجہ کے دربار میں بھی جانا پڑتا تھا حالاں کہ مہاراجہ ان کی تحریک آزادی سے وابستہ ہونے سے خوش نہیں تھے لیکن وہ بھی مولانا کا اکرام کرتے تھے اور کشمیر کی تمام ملی،قومی اور مذہبی امور میں ان کی عملی شرکت تو رہتی ہی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیر کشمیر شیخ عبد اللہ کو بھی کشمیری عوام سے متعارف کرانے میں ان کا اہم کردار ہے۔(ایضا)۔اس کے ساتھ کشمیر کی تمام سیاسی جد جہد میں ان کی مستقل شرکت رہتی تھی۔

تقسیم ملک کے حادثے میں آپ پاکستان چلے گئے۔ بلکہ وہ لاہور گئے ہوئے تھے اسی دوران ملک تقسیم ہو گیا اور وہ واپس نہ آسکے۔انھوں نے وہاں بھی سرگرم سیاسی زندگی گزاری۔کشمیر کے وزیر بھی رہے۔۷ دسمبر ۱۹۶۸ میں ان کی وفات ہوگئی۔(ایضاص ۶۳۳)

قرآنیات:

مولانا محمد یوسف نے کشمیری زبان میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کیا اور تفسیر لکھی۔سب سے پہلے انھوں نے صرف آخری پارے کا ترجمہ کیا تھا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ نماز میں جو سورتیں عام طور پر پڑھی جاتی ہیں،لوگ ان کے معنی سے واقف ہو جائیں۔

اس کے بعد ان کو خیال ہوا کہ پورے قرآن کا کشمیری میں ترجمہ کریں اور اس کام کا آغاز بھی انھوں نے کر دیا تھا۔لیکن اس زمانے میں تحریک آزادی شباب پر تھی۔مولانا بھی اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔اس لیے اس ضروری کام کی طرف پوری توجہ نہ دے سکے۔البتہ آزادی کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مولانا لاہور گئے ہوئے تھے وہیں رہ گئے۔انھوں نے قرآن پاک کے مکمل کشمیری ترجمے کا کام لاہور میں رہ کر کیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے پورے قرآن کا ترجمہ صرف ایک ماہ اور سات دن میں مکمل کرلیا۔اس کا تذکرہ انھوں نے اپنے ترجمہ کے مقدمے میں کیا ہے۔

اس ترجمے کا نام ’بیان الفرقان المعروف بہ تعلیم القرآن‘ ہے۔اس کی پہلی جلد علی محمد سنز حبہ کدل سری نگر سے ۱۹۷۳ میں شائع ہوئی۔

خواجہ زاہد عزیز: کشمیری زبان میں قرآن حکیم کے تراجم کا جائزہ،مشمولہ قافلہ ادب اسلامی۔جلد ۷ شمارہ ۳اور ۴ جنوری ۲۰۰۶ تا جولائی ۲۰۰۶۔عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان ۔ص ۲۳۵ تا ۲۴۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا باب: قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر (نامکمل):

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا احمد خانپوری

مولانا احمد خانپوری گجرات کے شہر بھڑوچ کے مضافات میں خانپور نام کے مقام پر پیدا ہوئے۔ان کی تاریخ ولادت ۲۷ شوال ۱۳۶۵ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۴۶ ہے۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں پڑھا۔وہاں درس نظامی کی تعلیم مکمل کر لی تھی۔لیکن ان کے ذوق علم کو سیرابی نہیں ہوئی اس لیے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔وہاں کئی سال رہے۔افتا بھی کیا۔اس کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں استاد مقرر ہو گئے اور عمر عزیز کے قیمتی ایام اسی مدرسے کی خدمت میں صرف کر دیے۔

مولانا احمد حدیث اور فقہ کے اچھے استاد ہیں سیکڑوں طالبان علوم نبوت نے ان سے استفادہ کیا۔اس وقت ان کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان سے سیکھے ہوئے علوم کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا احمد خانپوری نے اپنی تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔قرآنیات، حدیث اور فقہ میں ان کی متعدد کتابیں موجود ہیں۔امام بخاری کی مشہور کتاب الادب المفرد کی شرح فتح اللہ الاحد کے نام سے تین جلدوں میں لکھی ہے۔ ان کے فتاوی کا مجموعہ بھی محمود الفتاوی کے نام سے ۸ جلدوں میں شائع ہو گیا ہے۔محمود المواعظ کے نام سے ان کے خطبات ۷ جلدوں میں شائع ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ تقریبا دس کتابیں دیگر دینی موضوعات پر ہیں۔(مولانا محمد اللہ قاسمی: دارالعلوم کی جامع و مختصر ترین تاریخ، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، طبع دوم ۲۰۱۶ء ص: ۷۱۰)

آسان درس قرآن:

قرآنیات پر ان کی ایک کتاب آسان درس قرآن ہے۔یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔اس میں پہلی جلد میں صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔بقیہ تین جلدوں میں آخری پارے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی چند متفرق سورتوں کے دروس ہیں۔اس کتاب کی تقریب تصنیف یہ ہے کہ مولانا کا درس حدیث کا ایک سلسلہ تھا جو بہت دن سے چل رہا تھا۔اس دوران کچھ لوگوں کی خواہش پر انھوں نے بجائے درس حدیث کے درس قرآن دینا شروع کر دیا۔اس طرح درس حدیث کی جگہ درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوگیا۔بعد میں یہی دروس کتابی شکل میں مرتب کردئے گئے۔

مولانا احمد کے یہ دروس عام فہم انداز کے مواعظ ہیں۔پہلے درس میں وحی کی حقیقت، اہمیت اور سورتوں کے مکی ومدنی ہونے کا فرق واضح کیا ہے۔اس کے بعد سورہ فاتحہ کا درس پانچ قسطوں میں ہے۔اسی طرح آخری پارے کی سورتوں کے دروس ہیں۔معروف معنوں میں اس کو تفسیر کہنا تو مشکل ہے۔لیکن قرآنی آیات کے حوالے سے انھوں نے قرآنی تعلیمات کا اچھا تعارف کرایا ہے۔انداز بیان واعظانہ ہے۔مولانا احمد کا طریق تصنیف یہ ہے کہ زیر درس آیات کا عام فہم ترجمہ کرتے ہیں اوراس کے بعدان آیات میں مذکور معانی و حکم کی کشود کرتے ہیں۔ان مواعظ میں قرآن کے بہت سے ضمنی مسائل پر بڑی مفصل گفتگو ہے مثلا جادو کی حقیقت وغیرہ۔مولانا کے یہ دروس ہفتہ وار اتوار کے دن ہوتے ہیں۔درس مسجد میں ہوتا ہے تاکہ عام لوگ اس میں شامل ہوں۔دروس کی جتنی جلدیں شائع ہوئی ہیں،ان میں اس کی بھی تفصیل ہوتی ہے کہ یہ درس کس تاریخ کو دیا گیا۔

مولانا احمد کے دروس کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ ان کے ذریعہ عوام میں قرآن فہمی اور قرآن کے معنی میں غور وفکر کا ماحول پیدا ہوا۔لوگ ان دروس کوسن کر قرآن کی تعلیمات سے واقف ہوتے ہیں اوران میں سے کچھ میں یہ داعیہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود بھی دریائے حکمت وہدایت کی غواصی کریں اوراپنی دنیا وآخرت کی زندگی کوسنواریں۔ہر درس کی اشاعت سے قبل تاریخ لکھی جاتی ہے۔

○

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا انور شاہ کشمیری

مولانا انور شاہ کشمیری اپنے وقت کے بے مثال محدث تھے۔ مدت العمر حدیث کا درس دیتے رہے۔ حدیث کے ایسے عالم صدیوں میں ہوتے ہیں۔ ان کی وفات پر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ امت مسلمہ میں علامہ ہمام کے بعد اس پائے کی کوئی دوسری شخصیت نہیں گزری۔ حدیث شریف پر ان کی وسعت نظر اور ان کے بے پناہ قوت حفظ کے ایسے محیر العقول واقعات ہیں کہ ان پر اساطیر کا گمان ہوتا ہے۔

حدیث میں مولانا انور شاہ کشمیری کا مقام بہت بلند ہے اور انھوں نے اس موضوع پر ہزاروں طلبہ کی تربیت کے علاوہ تصنیفی و تالیفی کام بھی کیا ہے تاہم مجموعی طور پر ان کی تسویدات قلم زیادہ نہیں ہیں۔ ان کی زیادہ مشہور کتابیں جیسے فیض الباری اور عرف الشذی وغیرہ ان کے امالی ہیں۔ باضابطہ کتابوں میں فلسفہ اور مناظرہ کی چند کتابیں ہیں جیسے ضرب الخاتم، خاتم النبیین، عقیدہ فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب۔

قرآنیات کا حضرت کو غیر معمولی شغف تھا۔ لیکن تدریسی مصروفیات کی وجہ سے قرآن پر زیادہ نہیں لکھا۔ اس موضوع پر انھوں نے صرف ایک کتاب لکھی اور وہ ہے "مشکلات القرآن" اس میں قرآن مجید کے مشکل مقامات کی تشریح کی گئی ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری 25 نومبر 1875 میں کشمیر کی مشہور وادی لولاب کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد معظم شاہ نہایت متقی، پرہیزگار اور باضابطہ صوفی تھے۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد کشمیر کے مختلف مدارس میں فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم مکمل کی۔ 15 سال کی عمر میں دیوبند گئے، وہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا خلیل الرحمٰن انبیٹھوی اور غلام رسول ہزاروی جیسے ماہر اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ پہلے دہلی کے مدرسہ امینیہ میں استاذ مقرر ہوئے۔ کچھ دن کے بعد کشمیر چلے گئے اور وہاں بارہ مولہ میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی۔ کچھ دن وہاں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۹۲۷ تک دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس دوران آپ کے درس حدیث کی شہرت دور دور تک ہوگئی اور طلباء خاص طور پر مولانا انور شاہ سے حدیث پڑھنے کے لیے دیوبند آنے لگے۔

1927 میں بعض تنظیمی اختلاف کی وجہ سے آپ نے دیوبند چھوڑ دیا اور ڈابھیل چلے گئے۔ مستقل بود و باش دیوبند ہی رہی چند سال وہاں تدریسی خدمات انجام دیں 7 فروری 1933 میں دیوبند میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

مولانا انور شاہ کشمیری سے علمی طور پر اس زمانے کی تمام شخصیات متاثر تھیں، علامہ اقبال کو بھی مولانا سے غیر معمولی تعلق تھا۔ ایک مرتبہ مولانا لاہور تشریف لے گئے تو وہ ملنے بھی آئے۔ علامہ چاہتے تھے کہ مولانا لاہور میں رہیں اور فقہ اسلامی کی ''تدوین جدید'' کریں۔ لیکن یہ کام نہ ہوسکا۔ علامہ اقبال کی مشہور نظم ''اے وادی لولاب'' کے بارے میں بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہ مولانا انور شاہ کے لیے ہی لکھی گئی تھی۔

مولانا انور شاہ کشمیری کی سب سے مشہور کتاب فیض الباری ہے جو دراصل ان کے امالی کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح ان کی ایک کتاب عرف الشذی ہے جو ترمذی کی شرح ہے۔ ان کے علاوہ مولانا نے اپنے قلم سے عربی، فارسی اور اردو میں ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ بعض منظوم ہیں اور بعض کتابیں نثر میں ہیں۔ قرآن مجید سے متعلق صرف ایک کتاب مشکلات القرآن ہے۔ یہ دراصل مولانا کے نوٹس ہیں جو وہ تلاوت قرآن کے دوران لگاتے تھے۔ اس کتاب پر 20 صفحات کا مقدمہ مولانا محمد یوسف بنوری کا ہے۔

مشکلات القرآن کے مرتب ان کے ایک معروف شاگرد مولانا احمد رضا بجنوری تھے۔ یہ مجموعہ در اصل مولانا کی یاد داشتوں پر منحصر ہے۔ مولانا نے قرآن مجید کی 189 آیات سے متعلق کچھ یادداشتیں مختلف اوراق پر لکھی تھیں۔ کہیں عربی میں کہیں فارسی میں، اخیر عمر میں خیال آیا کہ ان کو مرتب کردیں۔ وہ یادداشتیں ایک ایک کر کے مولانا احمد

toobaa-elibrary.blogspot.com

رضا کو دیتے اور ان سے متعلق حوالے تلاش کر کے ان کو مرتب کرواتے۔اس طرح ایک بڑا حصہ تو انھوں نے اپنی نگرانی میں مرتب کروایا تھا تاہم کچھ یادداشتیں رہ گئیں اور مولانا کی وفات ہوگئی۔اس لیے مولانا احمد رضا کو جو حوالے مل سکے وہ انھوں نے خود مرتب کر دیے اور جو نہیں ملے وہاں صرف مولانا انور شاہ کی تحریر نقل کر دی۔

اس کتاب کا نام مشکلات القرآن اسی لیے رکھا گیا کہ اس میں ان مقامات کی تفسیر لکھی گئی ہے جن کو مولانا انور شاہ نے مشکل خیال کیا۔448 صفحات پر مشتمل یہ تحریریں قرآن فہمی کے لیے بہت مفید ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حامد میاں

مولانا حامد میاں کے والد مشہور مجاہد آزادی اور مؤرخ ملت مولانا سید محمد میاں تھے۔وہ بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔مولانا انور شاہ کشمیری کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔انھوں نے جمعیت علماء ہند کے توسط سے ملک کی آزادی میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ساتھ ہی اسلامیان ہند کی تاریخ کے ایسے گوشوں کو صفحہ قرطاس پر قید کیا ہے جو شاید کہیں اوراس طرح منضبط اور یک جانہ مل سکیں۔

مولانا حامد میاں دسمبر ۱۹۲۶ میں اپنے آبائی وطن دیوبند میں پیدا ہوئے۔تعلیم کا آغاز دارالعلوم کے مکتب سے ہوا۔پھر مرادآباد میں قرآن مجید حفظ کیا۔اس کے بعد عربی تعلیم کا آغاز دیوبند میں کیا،پھر متوسط درجہ کی کتابیں مرادآباد آکر مدرسہ شاہی میں پڑھیں اور آخر میں اعلیٰ تعلیم کے لیے سہ بارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۷ میں سند فراغت حاصل کی۔(قاری فیوض الرحمان مشاہیر علماء دیوبند المکتبۃ العزیزیہ اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ص:۱۲۵)

بعد میں انھوں نے اورینٹل کالج لاہور کا مولوی فاضل کا امتحان بھی دیا اور میٹرک، انٹر اور بی اے بھی کیا۔اس طرح سے وہ جدید وقدیم تعلیم کے جامع بن گئے۔

تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے۔پہلے وہاں رام گلی کی مسجد میں مدرسہ احیاء العلوم قائم کیا۔پھر ۱۳۷۵ میں جامعہ مدنیہ قائم کیا۔یہ ادارہ ہنوز قائم ہے اور پاکستان کے ممتاز دینی اداروں میں شامل ہے۔

اس ادارے سے انھوں نے ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا جس کا نام تھا 'انوار مدینہ' اور ایک عرصے تک یہ رسالہ جاری رہا۔مولانا حامد میاں اس کے مدیر تھے۔مولانا کی زیادہ تر کتابیں اسی رسالے میں شائع شدہ ان کی تحریریں ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا کو شاعری کا بڑا اشتہ ذوق تھا۔عربی شاعری میں بھی کمال حاصل تھا۔میوات کے ایک نامور عالم اور عربی کے مشہور شاعر مولانا عبدالمنان دہلوی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ''جب میرے اشعار کی اصلاح مولانا حامد میاں صاحب اور کتابت نفیس شاہ صاحب کرتے ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔''(مشاہیر علمائے دیوبند ص:۱۲۶)

مولانا حامد میاں کی مستقل تصانیف میں تسہیل الصرف والنحو اور ذکر جمیل شامل ہیں۔(ایضاص:۱۲۶)

قرآنیات میں ان کا کام عام طور پر ان کی وہ تحریریں ہیں جو اس موضوع پر انوار مدینہ میں شائع ہوئی تھیں۔ان کی وفات کے بعد ان کے لائق فرزند حضرت مولانا سید محمود میاں نے ان تحریروں کو یکجا کر دیا ہے۔ان کی تحریروں پر مشتمل ان کے مجموعہ مقالات شائع ہو گئے ہیں،اس مجموعے میں ایک حصہ قرآنیات کا بھی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حبیب الرحمٰن مردانی

مولانا حبیب الرحمٰن مردانی، علاقہ سدھوم (مردان) کے ایک گاؤں 'کوتر پال' میں پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت 1901 ہے۔ ان کے والد کا نام محمود الحسن تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔

ذوق پرواز نہایت کم عمری میں ان کو دیوبند لے گیا۔ دس گیارہ سال کی عمر میں دارالعلوم میں داخلہ لیا ورتقریباً آٹھ سال وہاں تعلیم حاصل کر کے 1920 میں دورہ حدیث مکمل کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں ان کے اساتذہ میں مولانا ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع، علامہ شمس الحق افغانی جیسے اکابر تھے اور ظاہر ہے اس زمانے میں شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری تھے، ان سے استفادہ کیا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے اور حاجی ترنگ زئی کے قائم کردہ مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ رستم شریف چلے گئے۔

رستم ضلع مردان میں آپ نے مستقل بود و باش اختیار کی۔ یہاں انھوں نے دارالتصنیف کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا۔ اس ادارے سے مختلف دعوتی اور تبلیغی موضوعات پر کتابیں شائع ہوتی تھیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن مردانی نے طویل عمر پائی۔ 78 سال کی عمر میں 9 مارچ 1979 میں ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا حبیب الرحمٰن نے 1958 میں تصنیف وتالیف کا آغاز کیا تھا۔ انھوں نے زیادہ تر پشتو زبان میں لکھا ہے۔ چوں کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے اس لیے دعوتی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہتے تھے۔ ساتھ ہی انھوں نے فضائل اعمال کا پشتو زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنیات:

قرآنیات پر انھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔لیکن وہ بالعموم پشتو زبان میں لکھتے تھے۔پشتو زبان میں قرآنیات پران کی درج ذیل کتابیں شائع ہوئیں:

1. ترجمہ تفسیر المنار بنام تفسیر حبیبی
2. دقرآن وحدیث صحیح مقام
3. رسالہ ربط السور
4. دہ قرآن خور بے خبر
5. دقرآن حدیث نئی ایجادونہ

تفسیر المنار کا پشتو ترجمہ:

عبدالدیان نے لکھا ہے کہ ''1958 میں آپ نے 'تفسیر المنار' کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا اوراس کا نام تفسیر حبیبی رکھا۔اوراسی انداز واسلوب کے مطابق اس کی تشریح 30 پاروں میں مکمل شائع کی۔'' (ص69، 241)

تفسیر المنار صرف سورہ نور تک ہے۔اس لیے بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے المنار کو سامنے رکھ کر تفسیر لکھی اس کا نام اپنے نام پر تفسیر حبیبی رکھا۔تاہم اس سلسلہ میں مکمل تفصیلات ہنوز مطلوب ہیں۔

رسالہ ربط السور:

علامہ موسیٰ جاراللہ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام 'ربط السور' ہے۔مولانا حبیب الرحمٰن نے اس میں کچھ حذف وترمیم کر کے اس کو نئے قالب میں پشتو زبان میں لکھا۔اس رسالے میں مختلف سورتوں کے درمیان ربط کو بیان کیا گیا ہے۔(ڈاکٹر عبدالدیان کلیم: صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ترتیب واضافے قاری شمس الرحمٰن نعمان مکتبہ شجاعت، پشاور، 2001، ص241-240)

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کا شمار ماضی قریب کی ان عبقری شخصیات میں ہوتا ہے، جن کے ذکر کے بغیر قوموں اور ملکوں کی تاریخ ادھوری ہوتی ہے۔ ہندستان کی جنگ آزادی کی تاریخ ادھوری رہے گی، جب تک مولانا حسین احمد مدنی کا ذکر اس میں نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بلند پایہ محدث بھی تھے۔ انھوں نے ہندستان اور عالم عرب دونوں جگہ درس حدیث دیا۔ خاص مسجد نبوی میں آپ کی محفل درس قائم ہوتی تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث رہے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کے صف اول کے رہنما تھے۔ جمعیت علماء ہند آپ کی ذات سے پہچانی جاتی تھی۔ مولانا نے اپنی خودنوشت سوانح حیات 'نقش حیات' کے نام سے دو جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ابوالوفا شاہجہاں پوری نے آٹھ جلدوں میں 'شیخ الاسلام کی سیاسی ڈائری' لکھی اور جمعیت علماء ہند کے ترجمان الجمعیت کا خاص نمبر بھی ان کے بارے میں شائع ہوا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں جن میں ان کے احوال زندگی اور ان کی خدمات کا تعارف موجود ہے۔ اس موقع پر موقع کی مناسبت سے مختصر تعارف کرانا مقصود ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی کا آبائی وطن ٹانڈا ضلع فیض آباد تھا۔ والد کا نام حبیب اللہ تھا۔ ان کے والد سرکاری اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس لیے ان کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ مولانا ۱۸۹۶ کو بانگر مئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۰۹ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ۱۳۱۶ میں سند فراغت حاصل کی اور اسی سال مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۳۵ تک مسجد نبوی میں درس دیتے رہے۔ اس دوران میں کئی مرتبہ ہندوستان تشریف لائے لیکن مستقل اقامت مدینہ طیبہ ہی میں رہی۔

۱۳۳۵ میں حضرت شیخ الہند کو طائف سے گرفتار کیا گیا تو آپ بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوگئے۔ کئی سال مالٹا کی جیل میں رہے۔ وہاں سے رہا ہونے کے بعد آپ ہندستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

آ گئے۔ ہندستان میں اس وقت جنگ آزادی زوروں پر تھی، مولانا بھی اس سے وابستہ ہو گئے۔ جنگ آزادی سے تو مولانا پہلے بھی وابستہ تھے،اسی لیے ان کو گرفتار کیا گیا تھا اور اسی لیے وہ مالٹا کی جیل میں رہے تھے۔لیکن اب باضابطہ مرد میدان بن کر اس میں لگ گئے ۔لوگوں کو منظّم کیا، بڑے بڑے جلسے کیے۔ان تقریروں کی بنیاد پر کئی مرتبہ جیل گئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے انھوں نے کانگریس کے ساتھ مل کر لوگوں کو منظّم کیا اور آخر تمام لوگوں کی اجتماعی کوششوں سے ملک آزاد ہوا۔

مولانا حسین احمد مدنی جنگ آزادی کے صف اول کے رہنما تھے۔انھوں نے بے لوث ملک کی خدمت کی تھی۔آزادی ملنے کے بعد انھوں نے اس کا نہ کوئی صلہ لیا نہ تمغہ لیا بلکہ جمعیۃ علماء ہند کے واسطے سے ملت کی رہنمائی کرتے رہے اور علمی اعتبار سے پورے طور پر درس وتدریس میں مصروف ہو گئے۔

۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۵۷ء کو ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا حسین احمد مدنی خلوص، بے لوثی اور کسر نفسی کی مثال تھے۔انھوں نے ساری زندگی اپنے لیے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ کیا قوم کے لیے کیا۔ایک طرف درس حدیث کا سلسلہ تھا اور دوسری طرف میدان سیاست کی سرگرمیاں۔ ہر جگہ مولانا پورے تن من دھن سے لگے رہے۔شاید ان کے خلوص کا اثر تھا کہ ان کی تمام کوششیں کام یاب ہوئیں۔ دنیا میں کم ہوں گے جن کو اپنی مساعی میں اس طرح کی غیر معمولی کامیابی ملی ہو۔میدان سیاست میں انھوں نے ملک کو غلامی کے بندھن سے آزاد کرالیا اور درس حدیث کا سلسلہ ایسا جاری کیا کہ آج بھی ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ پوری دنیا میں ان کے پڑھائے ہوئے اسباق کو دہرا رہے ہیں۔

اگرچہ مولانا ساری عمر درس وتدریس اور میدان سیاست میں بہت مصروف رہے، ان کو تحقیقی کام کرنے کے مواقع بہت کم ملے، پھر بھی ان کی حسب ذیل تصنیفات موجود ہیں:

۱۔نقش حیات 2 جلد

۲۔خطبات صدارت

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔اسیر مالٹا کا پیغام

۴۔متحدہ قومیت اور اسلام

۵۔سلاسل طیبہ

۶۔ارشادات

ان کتابوں کے علاوہ آپ کے متعدد مختصر کتابچے شائع ہوئے ہیں اور بڑی تعداد میں خطوط بھی یکجا ہوکر ۲ جلدوں میں شائع ہوگئے ہیں۔

علامہ اقبال سے مسئلہ قومیت پر بالواسطہ خط وکتابت ہوئی تھی وہ بھی الگ سے شائع ہوگئی ہے اور مولانا مودودی سے بھی اس موضوع پر مراسلت ہوئی تھی وہ بھی الگ سے کتابی شکل میں شائع ہوگئی جیسا کہ اوپر ذکر آیا کہ مولانا ابوالوفا شاہجہاں پوری نے ان کی تمام تحریروں کو یک جا کر دیا ہے۔

اگرچہ مولانا بہت بڑے محدث تھے۔ساری عمر درس حدیث دیتے رہے۔اسی کے ساتھ ان کو قرآن مجید سے بھی خصوصی شغف تھا۔۱۳۴۰ میں مولانا کو انگریزی حکومت نے قید کیا تو مولانا محمد علی جوہر بھی مولانا کے ساتھ ہی قید ہوئے تھے۔مولانا محمد علی جوہر نے اس موقع کا فائدہ اس طرح اٹھایا کہ انھوں نے جیل میں ہی قرآن پاک کا ترجمہ مولانا سے پڑھا۔(مولانا ابوالحسن علی ندوی: مولانا سید حسین احمد مدنی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ۲۰۰۹ص:۱۷)

قرآنیات پر مولانا کی ایک مستقل کتاب بھی ہے۔وہ دراصل مولانا کے دروس قرآن ہیں جو انھوں نے مرادآباد جیل میں دیے تھے اور جن کو مولانا محمد میاں نے قلمبند کیا تھا۔یہ سات دروس ہیں، چوں کہ یہ دروس جیل میں دیتے تھے اس لیے اس کتاب کے سرورق پر اس مجموعے کا پورا نام اس طرح لکھا ہے ''مرادآباد جیل، درس قرآن کی سات مجلسیں، سورہ فاتحہ سے متعلق ارشادات''۔

یہ مجلس بڑے بڑے علماو مجاہدین کی مجلس تھی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی بھی اسی جیل میں تھے اور ان کے ارشاد پر ہی حضرت مدنی نے درس قرآن کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔لیکن ابھی صرف سات درس ہی ہو پائے تھے کہ اہل اقتدار نے یہ سلسلہ بند کر دیا۔(ارشادات، الجمعیۃ بکڈپو ۱۹۶۹،ص: مقدمہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جیسا کہ اس مجموعہ کے مرتب مولانا محمد میاں نے وضاحت کی ہے، یہ دروس سورہ فاتحہ کے عنوان سے دیے گئے تھے۔لیکن ان میں دوسرے علوم و معارف اور حکمت و دانش آ گئی ہے۔ان دروس کے بارے میں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دروس دن میں دیے جاتے تھے اور پھر شام کو مولانا محمد میاں اپنی یادداشت سے ان کے نوٹ بنا لیتے تھے۔ان دروس پر حضرت مدنی کو نظر ثانی کا موقع نہیں ملا اور ان کی اشاعت بھی حضرت مدنی کی وفات کے بعد ہوئی۔بہت ممکن ہے کہ اگر ان پر نظر ثانی ہوتی تو بعض مسائل کی مزید تنقیح ہو جاتی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حسین احمد ہردواری

مولانا محمد حسین ہردواری کے والد کا نام حاجی محمد اختر ہے۔ ۱۳ جون ۱۹۶۶ کو ہردوار کے ایک قریبی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۹ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ حسینیہ مرغوب پور مصطفیٰ آباد میں مدرس مقرر ہوگئے۔ ۷ سال اس مدرسے میں پڑھایا پھر ۱۹۹۶ میں دارالعلوم میں ان کا تقرر ہوگیا۔ اس وقت الحمدللہ دارالعلوم میں عربی ادبیات کے استاد ہیں۔ (مولانا محمد اسماعیل صادق بلاس پوری: مصنفین کے مختصر حالات وتذکرہ فنون، ص:۱۶)

مولانا حسین احمد ہردواری اچھے مصنف ہیں۔ ان کا خاص ذوق تدریسی و تعلیمی نوعیت کی کتابوں کی تصنیف ہے۔ ان کی تمام تصانیف یا تو شروحات وحواشی کے قبیل کی ہیں یا مدارس کی درسیات کے لیے معاون کتابیں ہیں۔ اب تک ان کی ۸ کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور مضامین نو کی تدوین کا سلسلہ جاری ہے، ان کی مطبوعہ کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ نجوم الحواشی شرح اصول الشاسی

۲۔ مشکل ترکیبوں کا حل

۳۔ درس نحو میر

۴۔ قواعد الصرف

۵۔ مصطلحات النحو

۷۔ آپ ترکیب نحوی کیسے کریں۔

۸۔ تدریس قرآن مع حل لغات وترکیب

قرآنیات سے متعلق ان کی صرف ایک کتاب ہے یعنی تدریس قرآن، اس کا پورا نام ''تدریس قرآن مع حل لغات وترکیب'' ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تدریس قرآن مع حل لغات وترکیب۔اس پر نظر ثانی مفتی سعید احمد پالنپوری نے کی ہے۔کتاب کی پہلی جلد جو پارہ عم کی تفسیر پر مشتمل ہے،اس کے شروع میں متعدد اساتذہ کی تقاریظ درج ہیں جن میں فاضل مصنف کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اساتذہ کو ان کی براعت ومہارت فن پر اعتماد ہے۔

تفسیر تدریس قرآن کے سرورق پر نہایت بامعنی جملہ لکھا ہے'استعداد ساز تفسیر' اس لفظ سے اس تفسیر کی افادیت واضح ہوتی ہے۔اس تفسیر کا خاص امتیاز یہ ہے کہ اس کے مخاطب عام قاری نہیں ہیں بلکہ یہ کتاب دینی علوم کے ان طالب علموں اور اساتذہ کے لیے لکھی گئی ہے جو مدارس میں ترجمہ وتفسیر قرآن پڑھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں۔اس لیے اس کتاب کا انداز بیان اور زیر بحث مباحث بالکل منفرد ہیں۔اس تفسیر میں انداز بیان بھی تدریسی اور تلقینی نوعیت کا ہے اور مضامین بھی ایسے ہیں جن کا تعلق متن عبارت کی تفہیم سے زیادہ ہے۔ایک بات ملحوظ رہے کہ قرآن مجید بنیادی طور پر ایک پیغام ہے جو ساری انسانیت کے لیے ہے اور جس پر انسان کی دنیا وآخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔لیکن ہر پیغام کی ترسیل زبان کے ذریعہ ہے ہوتی ہے۔قرآن مجید بھی عربی زبان کے ذریعے اس پیغام الٰہی کی ترسیل ہے۔زیر نظر تفسیر میں قرآن مجید کے دوسرے پہلو یعنی ارسال وابلاغ کی وضاحت کا اہتمام زیادہ کیا گیا ہے۔اس لیے اس میں لغت،عبارت کے مسائل اور عبارت کی وضاحت کے لیے درآنے والے مسائل پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔

مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں۔پھر اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ترجمہ انھوں نے خود کیا ہے اور کسی حد تک ترتیب الفاظ کی رعایت کرتے ہوئے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔

الفاظ کی بندش کے ساتھ نپا تلا ترجمہ محتاط الفاظ اور پیغام کی ترسیل پر حامل ایسے تراجم کم ہیں۔سورہ الم نشرح کا ترجمہ بطور نمونہ یہ ہے:

''کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ کر رکھی تھی۔اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلند کیا۔تو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے‘‘(تدریس القرآن، مکتبہ الاطہر، دیوبند، ص:۲۱۷)

پوری تفسیر میں ترجمہ کا یہی معیار قائم ہے۔

طرز تفسیر:

فاضل مصنف ترجمہ کرنے کے بعد سب سے پہلے گذشتہ سورت یا آیتوں کے ربط کو بیان کرتے ہیں۔جو بالعموم روایتی انداز کا ہوتا ہے۔اس کے بعد ان آیات کی تشریح کرتے ہیں۔تشریح میں قرآن کی عبارت کی وضاحت ہوتی ہے۔کسی فعل یا اسم کے معنی اور اس کا اس مقام پر انطباق خاص اس مقام پر اس لفظ کے معنی وغیرہ کی تشریح مع ربط عبارت بیان کرتے ہیں۔چونکہ ہر زبان کا اپنا اسلوب ہوتا ہے عربی زبان کا بھی اپنا ایک الگ اسلوب ہے اور اردو کا الگ اسلوب ہے۔تشریح کے ان حصوں میں فاضل مصنف کی کوشش ہوتی ہے کہ عربی کے مضمون کو اردو کے اسلوب میں منتقل کر دیں اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب ہیں۔البتہ دوران تشریح ایسی وضاحتیں بھی در آتی ہیں جو اسرائیلی روایات کی قبیل سے ہیں اور ایسے بعض امور کو بھی وہ بلا حوالہ نقل کر دیتے ہیں جن کے لیے حوالہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔جیسے وہ امور جو غیر مدرک بالعقل ہیں ان کو بھی بغیر حوالے کے نقل کر دیتے ہیں۔طلبہ کے اندر شروع سے ہی تنقیدی فکر کے فروغ کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ وہ جو بھی پڑھیں ان کو اس کا استنادی درجہ معلوم ہونا چاہیے۔

تشریح کے بعد لغات کی وضاحت کرتے ہیں۔اس حصے میں آیات میں مذکور مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق وتشریح کرتے ہیں اور اس کے معنی بیان کرتے ہیں۔

لغات کی وضاحت کے بعد فن نحو کے اعتبار سے عبارت کی وضاحت کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ عربی نحو یعنی قواعد کے اعتبار سے کونسا لفظ کیا واقع ہوا ہے، اسم ہے یا فعل ہے یا حرف ہے۔نحوی ترکیب کیا ہے، سابقہ اور لاحقہ الفاظ کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔الفاظ کی تینوں اقسام میں بھی مختلف اقسام ہیں ان کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مصنف کا یہ معمول پوری تفسیر میں یکساں ہے۔اس کے علاوہ حسب ضرورت بعض مقامات پر نئے اضافے بھی ہیں جیسے کہیں کوئی شبہ وارد ہوا تو اس کی وضاحت کردیتے ہیں۔کہیں کوئی نکتہ بیان کرتے ہیں۔کہیں لغت اور کہیں نحو وصرف کے مسائل پر بحث کرتے ہیں۔اس کے ساتھ ایک اضافہ یہ ہے کہ جہاں مصنف کوضرورت محسوس ہوتی ہے انھوں نے زیر صفحہ حواشی کا اضافہ کیا ہے۔اس میں بالعموم اپنی بات کی تائید کے لیے کوئی حوالہ دیتے ہیں۔یا کوئی ایسا اضافی نکتہ بیان کرتے ہیں جس کا تعلق تفسیر سے براہ راست نہیں ہوتا۔بعض مقامات پر اختیاری مطالعہ کے عنوان سے کسی ضمنی بحث کو بیان کرتے ہیں اور کہیں فائدہ کے عنوان سے۔

مصنف نے یہ تفسیر عم پارہ سے لکھنی شروع کی اس کے بعد آخر کے مزید چار پاروں کی تفسیر لکھی اس طرح آخر سے پانچ پاروں کی تفسیر مکمل ہوگئی اور نصف اول کے آخری چند پاروں کی تفسیر بھی مکمل لکھ چکے ہیں۔یعنی پارہ نمبر۱۲،۱۳،۱۴،۱۵اور ۲۶،۲۷،۲۸،۲۹،۳۰،کی تفسیر مکمل ہو چکی ہے۔امید ہے کہ یہ سلسلہ اپنے مرحلہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔اللہ تعالی اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے بہترین سلسلہ ہے۔قرآن پاک کی عبارت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔مشکل الفاظ اوران کا محل استعمال بھی پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔طلبہ کے لیے تو یہ تفسیر بطور خاص بہت مفید ہے۔

پارہ عم کی تفسیر جو اس تفسیر کی پہلی جلد ہے،اس میں شروع میں 'چند بنیادی باتیں' کے عنوان سے کچھ ابتدائی وضاحتیں کی ہیں جیسے قرآن اور تفسیر کی لغوی و اصطلاحی تعریفات، شان نزول پر گفتگو، اسی طرح کچھ عربی قواعد کے مباحث ہیں۔شروع میں تفسیر کا پرچہ امتحان بھی نقل کیا ہے جو قاری کے لیے شروع میں ہی واضح کر دیتا ہے کہ اس تفسیر کی نوعیت کیا ہے اور اس کے اصل مخاطب وہ طلبہ ہیں جن کو تفسیر کا امتحان دینا ہے۔

مصنف نے جن اساتذہ کی تقریظات نقل کی ہیں ان میں مفتی سعید احمد پالن پوری کی تقریظ اس لیے اہم ترین ہے کہ انھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی بھی فرمائی اور اپنی تقریظ میں مصنف کے طریقۂ تصنیف کے بارے میں بھی لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

toobaa-elibrary.blogspot.com

”مجھے بے حد خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب ہردواری زید مجدہم نے ایک سہل الحصول تفسیر مرتب کی۔جس سے امت کی ضرورت بخوبی پوری ہوسکتی ہے۔آپ نے کام آخری پارہ سے شروع کیا ہے۔کیونکہ اس کے لغات اہم ہیں اور جملے مختصر ہیں۔جن کی ترکیب آسان ہے۔جب قارئین کرام یہ حصہ محفوظ کرلیں گے تو طویل آیات کی ترکیب آسان ہوجائے گی۔

مولانا موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے آیات کا ایک حصہ لیا ہے۔پہلے اس کی عام فہم تفسیر کی ہے۔پھر حل لغات وترکیب دی ہے اور آپ نے اس تفسیر کا نام ”تدریس قرآن، مع حل لغات وترکیب“ رکھا ہے۔یہ نہایت موزوں نام ہے۔اس سے تفسیر کی تمام حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔“(تدریس قرآن، دیوبند،ص:۲)

مفتی سعید پالن پوری دامت برکاتہم کی تقریظ میں نہایت جامعیت کے ساتھ اس تفسیر کی خوبیاں آگئی ہیں۔حقیقت میں یہ تفسیر تدریس قرآن مع حل لغات وترکیب ایک بہترین آغاز ہے۔طلبہ کے لیے خاص طور پر یہ تفسیر بہت مفید ہے۔زبان وبیان معیاری ہے جدید اصول املا کی رعایت اگر ملحوظ رکھی جائے تو اس کے ظاہری حسن میں مزید اضافہ ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حکیم رحیم اللہ

مولانا حکیم رحیم اللہ بجنور کے رہنے والے تھے۔ان کے والد مولانا علیم اللہ صاحب اپنے وقت کے جید عالم اور مولانا مملوک نانوتوی کے شاگرد اور مولانا قاسم نانوتوی کے ساتھی تھے۔

حکیم رحیم اللہ نے 1295 میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ان کو حضرت نانوتوی سے بڑی عقیدت بھی تھی۔وہ شاعر بھی تھے انھوں نے حضرت نانوتوی کی شان میں کئی قصیدے لکھے ہیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد لکھنؤ میں حکیم ابراہیم لکھنوی سے طب کی تعلیم حاصل کی۔بہت عرصے تک استاد کی خدمت میں رہے۔پھر وطن مراجعت کی۔طب کو بطور خدمت اور بطور پیشہ اختیار کیا۔زندگی کو عبادت، ذکر وفکر اوراد و وظائف کی پابندی کے لیے وقف کیا۔حج کرنے گئے تو حاجی امداداللہ سے بیعت بھی ہو گئے۔14 اگست 1929 کو جمعہ کے روز وفات پائی۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن ان کے نواسے ہیں۔

حکیم صاحب کو عربی و فارسی پر بڑی دسترس تھی۔مناظرے میں بڑے ماہر تھے۔مختلف موضوعات پر تقریباً ایک درجن کتابیں لکھیں۔

قرآنیات پر ان کی صرف ایک کتاب کا تذکرہ ملتا ہے۔یہ کتاب دراصل تجوید کی ہے۔اس کتاب کا نام ہے ''الاقتصاد فی الضاد'' یہ کتاب دستیاب نہیں ہوسکی البتہ نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ضاد کے مخرج پر گفتگو کی گئی ہے۔

(مولانا محمد اللہ قاسمی: دارالعلوم کی جامع ومختصر ترین تاریخ، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، طبع دوم ۲۰۱۶ء ص: ۵۸۰)

○

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید روح اللہ ماہزارہ

مولانا سید روح اللہ موضع ماہزارہ چارسدہ کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے ۔ان کی تاریخ ولادت 1905 ہے۔اوران کے والد ماجد مولانا سید احمد اللہ تھے۔انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔اس کے بعد علاقے کے دیگر علماء سے استفادہ کیا۔1935 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔

دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد متھرا ضلع پشاور میں مولانا عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے حدیث کی کتابیں دوبارہ پڑھیں۔

مولانا روح اللہ نے پشتو زبان میں متعدد دینی واخلاقی کتابیں تحریر کیں۔قرآنیات پران کی دوکتابیں ہیں:

سراج القرآن:

یہ پشتو زبان میں قرآن مجید کی تفسیر ہے۔اس کی پہلی جلد پہلی منزل یعنی سورہ نساء تک ہے۔وہ شائع ہوچکی ہے۔باقی جلدیں 1990 میں اشاعت کے مراحل میں تھی۔

قصص القرآن:

پشتو زبان میں انبیاء کے واقعات پر ایک کتاب ہے۔اسلامی کتب خانہ پشاور سے شائع ہوئی ہے۔(ڈاکٹر عبدالدیان کلیم: صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ترتیب واضافے قاری شمس الرحمٰن نعمان مکتبہ شجاعت، پشاور، ۲۰۰۱ ص: ۲۴۹-۲۵۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا شائق احمد عثمانی

مولانا شائق احمد عثمانی بہار کے پورنیہ ضلع بھاگلپور میں ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔اس کے بعد مونگیر اور امروہہ میں تعلیم حاصل کی۔پھر اعلیٰ تعلیم لیے دیوبند کا رخ کیا، دارالعلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال دارالعلوم میں استاد رہے۔پھر ۱۳۳۱ میں جب دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' قائم ہوا تو اس سے وابستہ ہو گئے اور مولانا عبیداللہ سندھی کی صحبت میں رہ کر قرآن کی تفسیر کا درس لیا۔اسی دوران میں جنگ بلقان شروع ہوگئی جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔مولانا شائق احمد نے اس عہد میں سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔اسی عرصہ میں وہ خانقاہ مونگیر سے وابستہ ہو گئے۔مولانا محمد علی مونگیری نے خانقاہ سے ایک رسالہ جاری کیا تھا اس کا مدیر مولانا شائق احمد کو ہی بنایا گیا۔(العلم، کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۰) تحریک خلافت کے زمانے میں وہ بنگال چلے گئے اور بنگال میں خلافت کمیٹی کے شعبہ نشرواشاعت کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔یہاں انھوں نے ''عصر جدید' کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا تھا۔تحریک آزادی سے وابستہ ہونے کے جرم میں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔۱۹۲۲ میں ان کی حریت پسندانہ سرگرمیوں کی بنا پر آپ کو ایک سال کی سزا بھی ہوئی۔(مشاہیر علمائے دیوبند ۲۰۷) ایک سال جیل میں رہے پھر رہا کر دیے گئے۔پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ میں مولانا کلکتہ سے کراچی چلے گئے۔وہاں دوبارہ عصر جدید کا اجرا کیا۔لیکن تین سال بعد بند ہو گیا۔

مولانا شائق احمد عثمانی کو مولانا عبیداللہ سندھی کی صحبت میں قرآنیات کا خصوصی ذوق پیدا ہوا۔طبیعت انقلاب پسند ہوگئی اور اسی انقلابی رجحان سے انھوں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔انھوں نے مکمل قرآن کی تفسیر تو نہیں لکھی لیکن آخری دو پاروں کی تفسیر لکھی ہے اور چند دیگر سورتوں کی تفسیر بھی لکھی جو اپنے دور میں کافی مقبول ہوئی۔(تاریخ دارالعلوم ص:۹۔۱۰۸)
سورہ فاتحہ کی تفسیر الگ سے شائع ہوئی تھی۔(مشاہیر علمائے دیوبند ۲۰۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی

مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھیؒ ماضی قریب کے متبحر علماء میں سے ہیں، حدیث پر ان کی نگاہ بہت وسیع تھی۔ انھوں نے ۱۶ جلدوں میں مسند احمد کی شرح لکھی جس کے کچھ اجزا شائع بھی ہوئے ہیں۔ ۱۹ جلدوں میں بخاری کی شرح لکھی، اس کے علاوہ تین جلدوں میں امام بخاری کے بعض تسامحات کی نشان دہی کی ہے جو مطبوعہ ہے۔ علمی کاموں میں ہمیشہ اختلاف کی گنجائش رہتی ہے لیکن حدیث پر ان کی گہری نظر اور وسعت مطالعہ میں کلام نہیں۔

مولانا شبیر ازہر میرٹھی ۱۹۲۳ میں موضع توڑی ضلع غازی آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاری بشیر احمد علاقے کے بہترین حفاظ میں شمار ہوتے تھے۔ شروع میں انھوں نے بھی قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد دینی تعلیم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ شہر میں حاصل کی خاص طور پر مولانا شاہ اختر خاں امروہویؒ سے بہت استفادہ کیا۔ اس کے بعد درس نظامی کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا وہاں سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم میں ان کے خاص اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا فخر الحسن مراد آبادیؒ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ جیسے اساطین علم وعمل شامل ہیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے درس و تدریس کو ہی اپنا مشغلہ بنایا۔ دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ اور مدرسۃ الاصلاح اعظم گڑھ میں استاد رہے، اس کے علاوہ دوسرے کئی مدارس میں اپنی خدمات انجام دیں۔ آخر عمر میں ازہر العلوم کے نام سے خود ایک مدرسہ قائم کیا تھا، جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۵ میں معمولی علالت کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ (ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی: علامہ شبیر ازہر میرٹھی، مشمولہ الشریعہ، جلد ۲۲ شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۱۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا شبیر ازہر میرٹھی مدت العمر پا بہ رکاب رہے، ان کو اطمینان سے ایک جگہ رہنے کا موقع بہت کم ملا۔ لیکن اس آتش زیر پائی میں علم کا سمندر ہمیشہ پر سکون ہی رہا اور وہ مدت العمر اپنے تصنیفی و تالیفی کاموں میں منہمک رہے۔ حدیث و تفسیر پر وہ نہایت و قیع علمی اثاثہ چھوڑ کر گئے ہیں۔

مولانا کی تصنیفات کئی ہیں۔ لیکن ان کے حالات ایسے رہے کہ ان کے زیادہ تر کام ابھی اشاعت پذیر بھی نہیں ہو سکے۔ کچھ ان کے تفردات نے ان کے تمام کاموں کو عوامی قبولیت کے معیار تک نہیں جانے دیا۔ اس لیے ان پر کچھ لکھنا خاصا دشوار ہے لیکن اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ان کے خلف الرشید اور اردو و عربی کے بہترین قلم کار مولانا غطریف شہباز ندوی کو کہ انھوں نے یہ کام آسان کیا۔

مولانا شبیر ازہر میرٹھی نے قرآن و حدیث پر اجتہادی بصیرت کے ساتھ کام کیا ہے۔ قرآنیات پر انھوں نے حسب ذیل کتابیں لکھیں:

ا۔ مفتاح القرآن (مولانا کی تفسیر)

۲۔ الکلم الطیب (قرآنی لغت)

۳۔ کلمات المثانی (مفردات قرآن (نامکمل)

۴۔ قرآن کی حجتیں (ایضا)

مولانا کی تفسیر کا نام مفتاح القرآن ہے۔ یہ ایک مکمل تفسیر ہے لیکن ابھی اس کی مکمل اشاعت نہیں ہو سکی۔ اس کے جو اجزا شائع ہوئے ہیں وہ بھی مختلف کتب خانوں میں منتشر ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں بعض اجزاء ہیں۔ اس تفسیر کے حسب ذیل حصے ابھی تک شائع ہوئے ہیں:

ا۔ مفتاح القرآن (تفسیر سورہ فاتحہ) مکتبہ دار الہدی، کریم نگر

۲۔ مفتاح القرآن سورہ آل عمران، مکتبہ ازہریہ، میرٹھ

۳۔ مفتاح القرآن سورہ الانعام، مکتبہ ازہریہ، میرٹھ

۴۔ مفتاح القرآن سورہ نور (حدیث الافک)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتاح القرآن اردو کی اہم تفسیر ہے اگر اس کی مکمل اشاعت ہو جائے گی تب اس کی امتیازی خوبیوں کا صحیح اندازہ ہوگا۔

طریقہ ترجمہ:

مفتاح القرآن میں ترجمہ قرآن سادہ اور سلیس کیا ہے۔ زبان عام فہم استعمال کی ہے اور اس کی کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں ندرت ہو، اس لیے بعض مقامات پر ان کا انداز ترجمہ بیشتر ترجمہ نگاروں سے الگ ہو گیا ہے۔ البتہ وہ الفاظ کی لغوی تحقیق پر بھی زور دیتے ہیں اس لیے ترجمہ میں بھی انھوں نے اس کا دھیان رکھا ہے کہ لفظ کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں اور ان کو اس عبارت میں کیسے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ان کے ترجمہ قرآن سے قرآن فہمی کی نئی راہیں وا ہوتی ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ میں اور کیا امکانات ہیں۔

طریقہ تفسیر:

مولانا شبیر ازہر میرٹھی حدیث کے بڑے عالم تھے۔ بلکہ حدیث پر اور اسناد حدیث پر تنقیدی نظر رکھتے تھے اور تفسیری روایات تو ویسے ہی تمام محدثین کی نظر میں محل نظر رہی ہیں، اس لیے ان کے یہاں تفسیر میں سب سے زیادہ زور تفسیر القرآن بالقرآن پر ہے۔ پروفیسر سید شاہد علی نے ان کے اس اسلوب کی وضاحت میں لکھا ہے:

> ”آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ تفسیر القرآن بالقرآن کے طرز کی مکمل پیروی کرتے ہیں۔ آپ کی زیادہ تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ آپ ایک آیت کی دوسری آیات کی مدد سے تفسیر کریں، مزید یہ کہ دوسری آیات کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی بھی تشریح و توضیح کر دیتے ہیں۔ جس سے موضوع کا پورا احاطہ ہو جاتا ہے اور سلف صالحین کے مسلک کی مکمل پیروی بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:
>
> ﴿ومن یرد ثواب الدنیا نؤته منها ومن یرد ثواب الآخرة نؤته منها وسنجزی الشاکرین﴾ ۔ ”اور جو دنیا کے فائدے کو مقصود بنائے تو ہم اسے دنیا سے دے دیتے ہیں اور جو آخرت کے فائدہ کو مقصود بنائے تو ہم آخرت سے عطا فرماتے ہیں اور شکر کرنے والوں کو ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

جزا عطا فرمائیں گے''۔(آل عمران:145) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ مریدان دنیا کے متعلق سورہ بقرہ میں ہے: ومالہ فی الآخرۃ من خلاق (200) اور سورہ شوریٰ میں ہے: ومالہ فی الآخرة من نصیب (20) اور سورہ بنی اسرائیل میں ہے: من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها مانشاء لمن نرید ثم جعلنا له جهنم (18) یعنی دنیا کا مرید آخرت میں بالکل بے بہرہ اور دوزخ نصیب ہوگا۔''(ڈاکٹر سید شاہد علی، اردو تفسیروں کا مطالعہ بیسویں صدی میں صفحہ ۱۰۰)

مفتاح القرآن کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں انھوں نے تمام تفسیری روایات اور تفسیر میں مذکور واقعات کا روایتی اور درایتی دونوں اعتبار سے جائزہ لیا ہے، ان میں سے بیشتر واقعات کی یا تو تردید کی ہے یا اس کے روایتی انداز کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

تفسیر مفتاح القرآن کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ یہ تحقیق اگرچہ مختصر ہے لیکن لفظ کے مدلول کو سمجھنے میں اس سے مدد ملتی ہے۔ اس تفسیر میں جگہ جگہ قدیم و جدید مفسرین پر تنقید بھی کی گئی ہے اور بہت سے مفسرین سے استفادہ بھی کیا گیا ہے، انھوں نے کتب تفاسیر اور احادیث کے حوالے بھی دیے ہیں۔

آیات اور سورتوں کے باہمی ربط کو بھی انھوں نے بیان کیا ہے۔ البتہ یہ ربط روایتی انداز کا ہے۔ جس طرح دیگر مفسرین ربط بیان کرتے ہیں اسی طرح انھوں نے بھی اس ربط کی وضاحت کی ہے۔

اس تفسیر کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں حروف مقطعات کے معنی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انھوں نے حروف مقطعات میں ہر ایک کے معنی و مفہوم کو متعین کیا ہے اور ان کو سورہ بقرہ کے شروع میں جمع کر دیا ہے۔ یہ بحث ان کی تفسیر میں صفحہ ۲۹ سے ۴۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔ پوری بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مفتاح القرآن کی ایک امتیازی خوبی اس کے مصنف کا انفرادی رویہ ہے۔ وہ یہ کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں جمہور مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے یہ تفردات اگرچہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کی شان تحقیق کے غماز ہیں لیکن ان کی تفسیر کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے اور شاید یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر ہنوز زیور طبع سے بھی آراستہ نہ ہوسکی۔ لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مختلف مسائل میں روایتی انداز فکر سے ہٹ کر غور کرنے کی راہ کھلی اور اگر کہیں ایسا ہے کہ ہم نے صرف روایت پسندی میں ایسی روایات کو قبول کر رکھا ہے جن کی استنادی حیثیت مضبوط نہیں ہے تو ان پر نظر ثانی کا موقع ہے۔ انھوں نے متعدد مسائل میں جمہور مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً ان کی تحقیق میں اہل البیت یا آل سے مراد ازواج مطہرات ہیں نہ کہ سیدہ فاطمہؓ وسیدنا علیؓ اور ان کی اولاد سیدنا حضرت حسنؓ یا سیدنا حسینؓ وغیرہ۔ اس بارے میں جتنی روایات آئی ہیں ان تمام روایات کا انھوں نے سورۂ آل عمران اور سورہ احزاب میں جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ واقعہ ایلاء، آیت تخییر، آیت مباہلہ، سیدہ زینبؓ سے حضور اکرم ﷺ کا نکاح، ان سب کے بارے میں روایات کی تحقیق کر کے صورتِ واقعہ کو ایک الگ انداز میں پیش کیا ہے۔ مزید برآں قرأت سبعہ کا مسئلہ، اجماع کا ثبوت، نسخ کا مسئلہ، تحویل قبلہ، واقعہ افک، خبر واحد کی قطعیت کا مسئلہ وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں احادیث اور آیات کی تشریح وتوضیح میں وہ جمہور سے بالکل الگ رائے رکھتے ہیں اور انھوں نے اپنی رائے کا جرأت کے ساتھ اظہار بھی کیا ہے۔

مجموعی طور پر اس تفسیر کے جتنے حصے شائع ہوئے ہیں ان میں انفرادیت، قدیم آرا سے اختلاف اور واقعات کی نئی تشریح وتوضیح کی اچھی مثالیں موجود ہیں۔ ان کی آرا سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور ان کے بعض معاصرین نے کیا بھی ہے لیکن ان کی تحقیقی نوعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تفسیر قرآن کے ذخیرے میں تفسیر مفتاح القرآن ایک اچھا اضافہ ہے۔ تفسیر کے مطبوعہ حصوں میں مصنف کا جذبہ قرآن فہمی اور قرآن فہمی کو عام لوگوں تک وسیع کرنے کا ولولہ پوری طرح دیکھنے کو ملتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد طاہر قاسمی

مولانا محمد طاہر قاسمی نے تقریر القرآن کے نام سے قرآن پاک کی ایک تفسیر لکھی ہے۔اس کے سرورق پر لکھا ہوتا تھا ’’قرآن کریم کی مربوط اور مسلسل حکیمانہ تفسیر وتشریح مراد خداوندی کا اشارہ کرنے کے لیے‘‘۔دراصل مولانا محمد طاہر نے ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کو دیکھ کر اپنے غور وفکر اور تدبر سے اس کا ایک علاج دریافت کیا تھا۔اس کے مطابق ان کی نظر میں تین اہم کام ہیں جو مسلمانوں کو موجودہ ذلت ونکبت اور موت وحیات کی کشمکش سے نجات دلا سکتے ہیں۔ایک تعلیم القرآن، دوسرے تبلیغ دین فطرت اور تیسرے ترویج صنعت وتجارت۔ان میں سے اول خدمت کے لیے انھوں نے قرآن مجید کی مسلسل حکیمانہ تفسیر کا آغاز کیا اور اس نئے طریقے سے قرآن مجید کی تفسیر کی۔مولانا نے اپنے اس اندازِ تفسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ’’ہم نے کلام الٰہی سے ہر سلسلہ حیات میں سبق لینا چھوڑ دیا ہے۔جس کی بڑی وجہ ہماری طبعی غفلت ہے اور ایک بڑا سبب نافہمی قرآن بھی ہے۔قرآن کا سمجھنا موقوف ہے تفسیروں پر اور تفسیروں کی اکثریت کی رفتار یہ ہے کہ یا اقوال مختلفہ کا مجموعہ ہیں یا غیر متعلق امور کا گہوارہ۔آپ کو یا ترجمہ تحت الفظ ملیں گے یا حواشی پر ہر آیت کے فوائد جدا جدا نظر پڑیں گے۔حالانکہ مراد خداوندی اسی وقت پوری طرح آشکارا ہو سکتی ہے جب کہ ترجمہ آیات مفہوم مطابقی کا آئینہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ آیتوں کی مربوط و مسلسل درمیانی تقریریں بھی کی جائیں تاکہ محذوفات قرآنیہ کے سطح بیان پر آجانے سے وضاحت کاملہ ہو جائے اور ربط معنوی ومخفی پوری

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرح سے الم نشرح ہو سکے۔اس کے بعد دوسرا مرتبہ تاویل حکمت کا
ہے۔جس میں قرآن کریم کے دعوی ھدی للناس کے پیش نظر آیتوں کے
نتائج وکلیات حاشیے پر درج کیے جائیں۔احقر نے انہیں بنیادی ضرورتوں
کوسامنے رکھ کر جدید انداز سے معانی قرآن کو لباس حروف پہنایا ہے۔''
(تقریر القرآن جلد۴ آخری صفحہ)

تقریر القرآن کے نام سے ان کی تفسیر شائع ہوتی رہی ہے۔راقم الحرف کو
اس کی صرف جلد چہارم دیکھنے کا موقعہ ملا جو سورۃ قدر سے سورۃ ناس تک
ہے۔(محمد طاہر: تقریر القرآن، خانہ قاسمی دیوبند، ضلع سہارنپور، ۱۹۵۰)
مولانا طاہر کے بیٹے نے اس تفسیر کے بارے میں لکھا ہے کہ دس اجزاء
مکمل ہو گئے تھے۔لیکن مزید تفصیل انھوں نے بھی نہیں دی۔

حکمۃ النون:

مولانا محمد طاہر کا ایک مختصر رسالہ ہے۔اس کا پورا نام ہے''حکمت النون یعنی تشریح اسلوب جمعیت ایاک نعبد وایاک نستعین معہ دیگر آیات وتعبیرات ذوالقوۃ المتین بصیغہ ہائے جمع متکلم''اس کا موضوع بھی بڑا انوکھا ہے جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے۔دراصل قرآن مجید میں بعض مقامات پر اللہ تعالی نے اپنے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور بعض مقامات پر بندوں کی التجاؤں کو بھی بصیغہ جمع ذکر کیا ہے جیسے سورۃ فاتحہ میں ہے ایاک نعبد وایاک نستعین۔بلکہ اسی آیت کو بنیاد بنا کر یہ رسالہ لکھا ہے۔عربی زبان میں جمع کی علامت نون ہے اس لیے اس رسالہ کا نام ہی انھوں نے نون رکھا اور اس میں یہ بتایا ہے کہ دراصل جمع کا صیغہ لانے کی خاص حکمت ہے۔اس خاص حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتاب کے تعارف میں لکھا ہے:

''یہ وہ نادر اور مفید مضمون ہے جس میں بتائید ایزدی ثابت کیا گیا ہے کہ
قرآن کریم میں جہاں جہاں حق تعالی نے اپنے آپ کو باوجود ذات بے
ہمتا ہونے کے جمع کے صیغوں سے تعبیر فرمایا ہے یا اسی نہج پر بندہ کو باوجود
منفرد ہونے کے اپنی جناب میں جمع کے صیغوں سے عرض حال کی تلقین

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائی ہے وہاں ذات مع صفات کے مراد ہوا کرتی ہے اور خدا کی جن صفات جلیلہ سے عالم کے کاروبار وابستہ ہیں ان کا استحضار مقصود و مطلوب ہوتا ہے اور نون اسی حکمت کو بیان کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں نون کی متعدد حکمتیں بیان کی گئی ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔'' (حکمت النون، کتب خانہ قاسمی دیوبند، بدون سنہ، ص:۱)

التعوذ فی الاسلام:

مولانا محمد طاہر کی اس کتاب کا پورا نام ''التعوذ فی الاسلام تشریح مضامین و مطالب سورہ فلق وسورہ ناس قرآن حکیم'' ہے۔ نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع معوذتین کی تشریح و تفسیر ہے۔ اس میں علم الٰہی اور علم سحر کا تقابل دکھاتے ہوئے شیطان رجیم اور علم سحر کی حقیقت و واقعیت پر شافی و جامع بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آفات انسانی کی عقلاً و نقلاً پانچ ہی شکلیں ہوسکتی ہیں۔ جن کا واحد علاج تعوذ باللہ اور ورد معوذتین ہی ہے۔ اسی کے ضمن میں متعدد مہمات فکریہ و اسرار الٰہیہ کو سر کر کے قلوب مسلمین میں ایقان و عرفان کی ایک نئی روشنی پیدا کی گئی ہے۔

یہ کتاب میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع نواب حیدرآباد کے نام معنون ہے۔ یہ کتاب مطبع قاسمی دیوبند سے ۱۹۳۵ میں شائع ہوئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب اپنے عہد کے بہترین عالم، بے مثال واعظ اور مصنف تھے۔ وہ دارالعلوم دیو بند کے کم و بیش نصف صدی تک مہتمم رہے۔ انھوں نے دارالعلوم کی شہرت کو بام عروج پر پہنچایا۔ خاندانی طور پر وہ بانی دارالعلوم مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے اور حافظ محمد احمد کے بیٹے تھے۔ بہترین علمی صلاحیتوں کے ساتھ اعلی درجے کی انتظامی قابلیتوں کے حامل تھے۔

قاری محمد طیب صاحب ۱۸۹۷ میں دیو بند میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں دارالعلوم میں داخلہ لیا، قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد تجوید و قرات کی مشق کی، اس کے بعد فارسی اور عربی کی تعلیم بھی دارالعلوم دیو بند ہی میں حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں درسیات کی تکمیل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری جیسے محدث جلیل شامل ہیں۔ راہ سلوک میں حضرت تھانوی سے خلافت ملی۔

درسیات کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیو بند میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۴ میں والد کے انتقال کے بعد نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۲۹ میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کی وفات کے بعد مہتمم مقرر ہو گئے۔

قاری صاحب نے دارالعلوم کو مادی اور ظاہری طور پر بھی بہت وسعت دی اور دارالعلوم کے علمی معیار کو بھی بہت بلند کیا۔ دارالعلوم میں متعدد نئے شعبے قائم ہوئے۔ طلبہ اور اساتذہ میں بڑا اضافہ ہوا، چوں کہ وہ بے نظیر خطیب تھے اور دارالعلوم کے اہتمام کی ذمہ داریوں کی وجہ سے سفر بھی کرتے رہتے تھے، بیرون ملک بھی آپ کے بہت سارے اسفار ہوتے تھے، اس طرح دارالعلوم کا نام نہ صرف یہ کہ ملک کے طول و عرض میں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا۔ کئی سربراہان مملکت نے قاری صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

۔ان کے عہد میں دارالعلوم کا صد سالہ اجلاس ہوا تھا۔اس اجلاس کی اپنی ایک داستان ہے۔یہ شاید آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کا پہلا سب سے بڑا اجتماع تھا جس میں ملک کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی بھی تشریف لے گئی تھی۔

حضرت نے لمبی عمر پائی تقریبا چھیاسی سال کی عمر میں ۱۹۸۳ میں دیوبند میں ان کا انتقال ہوگیا۔

قاری محمد طیب صاحب کو اللہ رب العزت نے زبان وقلم دونوں پر یکساں قدرت عطا فرمائی تھی۔ان کے خطبات اتنے مقبول تھے کہ لوگ گھنٹوں سنتے رہتے تھے۔راہ چلتے لوگ ان کی تقریر سننے کو رک جاتے تھے۔اسی کے ساتھ قلم بھی بڑا رواں دواں تھا۔انھوں نے متعدد موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں ان کی چند کتابوں کے نام یہ ہے:

التشبہ فی الاسلام، مشاہیر امت، کلمات طیبات، اطیب الثمر فی مسئلۃ القضاء والقدر، سائنس اور اسلام، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، مسئلہ زبان اردو ہندوستان میں، دین و سیاست، اسباب عروج وزوالِ اقوام، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، الاجتہاد والتقلید، اصول دعوتِ اسلام، اسلامی مساوات، تفسیر سورہ فیل، فطری حکومت وغیرہ۔

قاری محمد طیب اپنے خطبات ومواعظ میں اور خاص طور پر جمعہ کے خطبات میں قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ان کے خطبات بالعموم قرآنی آیات کی تفسیر ہوتے تھے اور خاص طور پر خطبہ جمعہ تو کسی آیت کی تفسیر پر مشتمل ہوتا تھا۔لیکن انھوں نے الگ سے کوئی تفسیر نہیں لکھی البتہ مولانا حکیم انیس احمد صدیقی نے ۱۹۷۶ میں یعنی ان کی حیات ہی میں لکھا تھا کہ:

> ”دیوبند کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے کا معمول رہا ہے۔معلوم ہوا کہ آپ قرآن کریم کی ایک تفسیر تالیف فرمارہے ہیں لیکن دارالاہتمام کے انتظام وانصرام کی مشغولیت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا وقت کم ملتا ہے۔کاش حضرت قاری صاحب قرآن کریم کی تفسیر مکمل فرمائیں (الرشید جلد ۴ شمارہ:۲،۳،فروری مارچ:۱۹۷۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اندازہ ہوتا ہے کہ قاری صاحب مرحوم اس کام کی تکمیل نہیں کر پائے تھے۔اس لیے ایسا کوئی کام ابھی تک اشاعت کے مرحلے میں نہیں آیا۔البتہ ان کے خطبات شائع ہو گئے ہیں ان میں حضرت کے تفسیری نکات و معارف کے خزینے متلاشیان درر و حکم کے لیے میسر ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ ان کا کلام بالعموم قرآن کی تفسیر ہی ہوتا تھا۔کوئی ایک آیت لیتے اور اس کی تفسیر میں طویل گفتگو فرماتے تھے۔

ایک قرآن:

قرآنیات پر آپ کی کئی مستقل کتابیں ہیں بعض کتابی شکل میں شائع ہو گئی ہیں اور بعض کتابیں ابھی رسائل کی اقساط میں محفوظ ہیں۔مطبوعہ کتابوں میں ایک تو ''ایک قرآن'' ہے، دوسری ''مقدمہ القرآن'' ہے۔''ایک قرآن'' ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ''دو قرآن'' کا جواب ہے۔غلام جیلانی برق نے دو قرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اس میں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ قرآن ایک کتاب ہے اور ایک کتاب فطرت ہے، وہ بھی قرآن ہے۔یعنی قرآن دو ہیں۔

قاری محمد طیب نے اس کا جواب ایک قرآن کے نام سے لکھا تھا۔یہ کتاب اپنے تجزیاتی اسلوب اور اپنے مواد اور معنی کے اعتبار سے بے مثال ہے۔اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور ادیب ڈاکٹر حسن عسکری نے لکھا ہے کہ:

> ''جب سے ہم لوگوں نے انگریزی پڑھنی شروع کی ہے، ہمارے یہاں ایک چیز بہت ہی کم یاب ہوتی چلی گئی ہے اور وہ ایک خیال اور دوسرے خیال کے درمیان فرق و امتیاز کرنے کی صلاحیت، اوپر سے ہم انگریزی تعلیم پانے والوں کو یہ خوش فہمی بھی ہے کہ ہمارے سوا اور کوئی سوچنا ہی نہیں جانتا۔چنانچہ مولانا محمد طیب صاحب کی یہ کتاب پڑھتے ہوئے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہوا کہ جتنی سخت منطق اور ایک قسم کے خیال کو دوسرے قسم کے خیال سے الگ کرنے کی جیسی اہلیت اس کتاب میں ملی وہ عام طور سے جدید تعلیم پانے والوں کے یہاں نہیں ملتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ایک خیال کو صاف اور واضح طور پر پیش نظر رکھنا، صحت کے ساتھ اسے الفاظ کی شکل دینا، اس کے اختصاص کو محفوظ رکھنا اور دوسرے خیالوں میں گھل مل کر کھو جانے سے بچانا، اگر یہ سب اچھی نثر کی خوبیاں ہیں تو یہ کتاب ہمیں پہلے تو اپنی ذہنی تربیت ہی کے لیے پڑھنی چاہیے۔اگر ہمیں اس کتاب کے نفس مضمون سے اتفاق نہ ہو تو بھی اس کا اسلوب ہمیں سوچنا اور لکھنا سکھا ہی سکتا ہے''۔

اسی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

اس نظریہ کا تجزیہ مولانا محمد طیب صاحب نے پیش کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ دینی علوم اور خصوصا خدا کے کلام کی حفاظت کریں اور عالم کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ جو خیال جو معنی رکھتا ہے اس کی حد بندی کریں۔ یہ دونوں فرائض انھوں نے پوری طرح انجام دیے ہیں۔کسی تعصب یا ضد کے بغیر انھوں نے بڑی سلجھی ہوئی منطق اور استدلال کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ قرآن انسانیت کی تکمیل مادی ترقی کو نہیں بلکہ روحانی ترقی کو سمجھتا ہے اور مادی ترقی کی اجازت اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ یہ ترقی روحانی اصولوں کے تابع ر ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف مادی ترقی کو اپنی زندگی کا آخری مقصد بنانا چاہتا ہے تو یہ اس کا معاملہ ہے اس میں کسی اور کو دخل دینے کا حق نہیں۔البتہ اعتراض اس وقت ہوتا ہے کہ جب ذاتی پسند کو حلال ثابت کرنے کے لیے قرآن کے معنی کو مسخ کیا جائے اور اپنے خیالات کو قرآنی نظریات کہا جائے۔قرآن کے نظریے کو دیانت داری، جرأت اور صحت کے ساتھ پیش کرنا تو خیر مولانا محمد طیب صاحب کا فرض منصبی ہے ہی۔لیکن اس کتاب کی مزید خوبی یہ ہے کہ مولانا کا استدلال صرف نظریاتی نہیں بلکہ مغربی تہذیب کے کارنامے پس منظر میں موجود ہیں۔''

toobaa-elibrary.blogspot.com

اردو کے ایک عظیم ادیب اور زبردست محقق کے تبصرہ کے بعد اس
کتاب کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔

تفسیر سورہ ملک:

حضرت قاری طیب علیہ الرحمہ نے اپنے مواعظ میں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا۔ حضرت کے ان افادات میں سے ایک حصہ جامعہ مدنیہ لاہور کے ایک استاد مولانا نعیم الدین صاحب نے کیسٹوں سے نقل کر کے شائع کیا ہے۔ قاری طیب کا کلام علوم و معارف کا خزانہ ہوتا ہے۔ اس تفسیر میں بھی ان کے وفور علم کی غیر معمولی بہار دیکھی جاسکتی ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک سورت کی تفسیر ہے لیکن اس میں زندگی کے بہت سے امور و مسائل آگئے ہیں۔ فاضل مرتب نے اس میں عناوین کا اضافہ کر کے اس کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں اس کی وجہ ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

احقر ۱۹۸۸ میں دیوبند گیا تو معلوم ہوا کہ ایک دکان پر حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی تقریر کی کیسٹیں دستیاب ہیں، احقر نے وہ کیسٹیں خرید لیں، ان میں چھ کیسٹیں ایسی تھیں جن میں سورہ ملک کی تفسیر بیان کی گئی تھی، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک سال رمضان المبارک میں حضرت قاری صاحب کہیں تشریف لے گئے تھے وہاں کے احباب کے اصرار پر آپ پورے رمضان عشاء کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے رہے، ان درسوں میں آپ نے سورہ ملک اور سورہ قلم کی تفسیر بیان فرمائی، آپ کے یہ دروس ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لیے گئے، احقر یہ قیمتی کیسٹیں حاصل کر کے لاہور لے لایا، انوار مدینہ کا دوبارہ اجرا ہوا تو قسط وار یہ دروس اس میں چھپتے رہے۔ ۳۲ قسطوں میں سورہ ملک کی تفسیر مکمل ہوئی۔

مخدوم و مکرم حضرت قاری شریف احمد صاحب دامت برکاتہم کے ایما پر اب یہ تفسیر بحمداللہ کتابت و طباعت کے ساتھ مکتبہ رشیدیہ کراچی سے شائع ہو رہی ہے۔ متن کے ساتھ ترجمہ حضرت شیخ الہند کا درج کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ تفسیر میں حضرت حکیم الاسلام کے الفاظ جوں کے توں باقی رہیں۔ البتہ بعض مقامات پر ربط کے لیے کچھ الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔ (تفسیر سورہ ملک افادات حکیم الاسلام قاری محمد طیب، ترتیب حضرت مولانا نعیم،

toobaa-elibrary.blogspot.com

الدین استاد مدظلہ استاد جامعہ مدنیہ، لاہور ص ۴۔۵)

قرآن وحدیث:

مولانا قاری محمد طیب نے ایک کتاب قرآن وسنت کے باہمی ربط کو بیان کرنے کے لیے لکھی ہے بلکہ اس کتاب کی تصنیف کی تقریب یہ ہے کہ مولانا قاضی عبدالرحمٰن کراچی سے دو ترجموں اور دو حواشی والا قرآن شائع کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے قاری طیب سے گزارش کی کہ وہ ایک مقدمہ لکھ دیں جس میں قرآن وحدیث کا باہمی ربط واضح کیا جائے۔ حضرت قاری صاحب نے ۱۱۴ صفحات پر مشتمل یہ مفصل مقدمہ لکھا۔ یہ مقدمہ مختلف وجوہ سے ان تراجم کے ساتھ تو شائع نہیں ہوسکا لیکن بعد میں اس کو الگ سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

قاضی عبدالرحمٰن نے اس کتاب کی وجہ تالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس وقت مناسب سمجھا کہ اس قرآن مجید کے شروع میں بطور مقدمہ ضرورت حدیث کے موضوع پر ایک مقالہ شائع کر دیا جائے جس سے ترجمہ با تفسیر قرآن پڑھنے والوں کو حدیث کی اہمیت بھی معلوم ہو جائے۔'' (قرآن وحدیث، ادارہ علوم شرعیہ مقابل مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی)

یہ کتاب دراصل قرآن وسنت کے باہمی ربط پر ہے۔ اس میں بڑے حکیمانہ انداز میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کی مکمل تفہیم اور قرآنی تعلیمات پر عمل آوری کے لیے حدیث کی کتنی ضرورت ہے۔

دینی دعوت کے قرآنی اصول

قاری محمد طیب کی قرآنی حکمت پر یہ نہایت اہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے آیت کریمہ: ﴿ **ادعوا الی سبیل ربک...** ﴾ کی تفسیر بیان کی ہے اور آیت کریمہ کی روشنی میں قرآن کریم کے اندر بیان کردہ اسالیب دعوت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خواجہ عبدالحئی فاروقی

خواجہ عبدالحئی فاروقی ضلع گورداس پور کی تحصیل گڑھ شنکر میں 1887 میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام خواجہ عبدالرحیم تھا جو گورداس پور کے ایک وکیل خورشید احمد کے منشی تھے۔ خواجہ عبدالحئی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کا رجحان پیدا ہوا اور دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لے لیا۔ دیو بند میں انھوں نے حضرت شیخ الہند اور دوسرے اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔ دیو بند میں ہی مولانا عبیداللہ سندھی کی صحبت میں رہ کر ان کو قرآنیات کا ذوق پیدا ہوا اور یہی ان کی شخصیت کی پہچان بن گیا۔ انھوں نے اپنی کتاب بصائر میں اس حسن آغاز کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> ''غالباً ۱۹۱۲ کا واقعہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرہ اپنے استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے دیو بند آئے۔ میں ان دنوں وہاں تعلیم پا رہا تھا۔ مولانا کے علم و فضل، فہم و ذکا، بیدار مغزی اور سیاستدانی سے دارالعلوم کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جیسے ہی ان کے آنے کی خبر ملی مولانا محمد میاں المعروف مولانا منصور مجھے ان کی خدمت میں لے گئے۔ کہہ نہیں سکتا کہ ان سے مل کر کس قدر مسرت و شادمانی اور اطمنان قلب نصیب ہوا۔ اس کیفیت کی یاد اب تک میرے دل میں تازہ ہے۔ مولانا کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ وہ جب تک رہے قرآن کریم اور حجۃ اللہ البالغہ کا درس برابر ہوتا رہا۔ سردی کی راتوں میں بارہا ایسا ہوا کہ عشا کی نماز کے بعد درس شروع ہوا تو رات کے تین چار بج گئے اور استاد اور شاگرد میں سے کسی نے تھکن محسوس نہ کی۔ مولانا کافی دن تک رہے۔ دن رات یہی مشغلہ رہتا تھا۔ ان صحبتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر قرآن میں درس و فکر کا ذوق پیدا ہو گیا۔'' (بصائر ص ۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہونے کے بعد خواجہ عبدالحیٔ میرٹھ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔یہی دور تھا جب 1913 میں حضرت شیخ الہند کے حکم سے مولانا عبیداللہ سندھی نے ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' دہلی میں قائم کی۔اس کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگوں میں اور جدید تعلیم یافتہ حضرات میں قرآن مجید کا رواج ہو جائے۔

خواجہ عبدالحیٔ بھی اس سے وابستہ ہو گئے۔وہ پہلے سے ہی مولانا سندھی کے گرویدہ تھے۔اس درس سے تو ان کو اتنا لگاؤ تھا کہ ہر ہفتے میرٹھ سے دلی آتے اور اتوار کو دن بھر حضرت کی خدمت میں رہ کر پیر کی صبح واپس جاتے۔ان کا یہ معمول کم وبیش دو سال تک قائم رہا۔مولانا عبیداللہ سندھی کے افغانستان جانے کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔

خواجہ عبدالحیٔ میرٹھ کالج میں بہت دن نہیں رہے۔۱۹۱۵ میں مولانا آزاد نے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی قرآنی تربیت کے لیے' دارالارشاد' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا خواجہ صاحب بھی اس سے وابستہ ہو گئے۔اسی درمیان میں تحریک ریشمی رومال کا راز ظاہر ہو گیا حریت پسندوں کے خلاف داروگیر کا ایک سلسلہ شروع ہوا،مولانا آزاد بھی گرفتار ہوئے اور خواجہ عبدالحیٔ بھی قید کیے گئے۔

خواجہ عبدالحیٔ بعد میں رہا ہو کر لاہور آ گئے اور اپنی ساری تگ ودو اشاعت قرآن کے لیے وقف کر دی۔لاہور میں ایک جگہ کرائے پر لے کر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ان کے درس قرآن کی کیفیت سید محبوب رضوی نے اس طرح لکھی ہے کہ:

> ''ان کے درس میں کالجوں کے طلبہ،دفاتر کے کلرک وغیرہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے افراد شریک ہوتے تھے۔ان کے درس قرآن کا انداز یہ تھا کہ نوجوان طبقے کو قرآن حکیم کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ وہ صحیح اسلامی روح سے روشناس ہو جائیں اور اسلامی شعائر کے ایسے پابند بن جائیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ انھیں کس طرح اپنی زندگی گزارنی چاہئے اور اسی کے ساتھ وطن کی آزادی کی جدوجہد کو وہ اپنے اوپر لازم کر لیں۔(تاریخ دارالعلوم،جلد۲،ص:۱۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

درس قرآن اور آزادی کی یہ تحریک حکومت کی نظر سے زیادہ دن چھپی نہ رہ سکی، ۱۹۱۷ میں حکومت نے ان کو نظر بند کر دیا۔ دو سال بعد ان کو رہائی ملی۔ حضرت شیخ الہند کی تحریک 'جنود ربانیہ' یعنی ریشمی رومال میں ان کا نام بھی شامل ہے، ان کے نام کے سامنے کرنل کا عہدہ لکھا ہوا ہے۔ (ایضاص:۱۱۱)

تحریک ریشمی رومال سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ان پر حکومت کی گہری نظر تھی لیکن وہ بڑے مجاہد انسان تھے۔ ان کے دروس قرآن بھی دراصل جنگ آزادی کا پیغام لیے ہوئے ہوتے تھے۔ البتہ ظاہری الفاظ میں محتاط رہتے تھے۔ مولانا نصر اللہ خاں عزیز جوان کے دروس میں شریک بھی ہوتے تھے، انھوں نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

> ''درس قرآن کے علاوہ کوئی سیاسی بات نہیں کرتے تھے۔ خفیہ پولیس سائے کی طرح ان کے ساتھ رہتی تھی۔ انھوں نے درس کے طلباء کے سامنے کبھی تلقین جہاد نہ کی مگر درس قرآن کا انداز خود بخود طالب علموں کے اندر روح جہاد پھونکتا جاتا تھا اور ہم لوگ فیصلہ کرتے جاتے تھے کہ ہم اپنی زندگی جہاد کے لیے وقف کر دیں گے۔'' (ماہنامہ مشیر، کراچی جنوری ۱۹۵۷)

۱۹۱۹ میں انھوں نے لاہور کی جامع مسجد میں ایک تقریر کی جس کو کارکنان حکومت برطانیہ نے باغیانہ قرار دیا اور ان پر مقدمہ چلا۔ اتفاق انہی دنوں ڈاکٹر سیف الدین کچلو بھی مولانا کے ساتھ جیل میں تھے۔ جج مولانا کی تقریر سے اتنا برافروختہ تھا کہ اس نے مولانا کی جائیداد ضبط کرنے اور ان کو کالے پانی کی سزا دی اور فیصلے میں یہ بھی لکھ دیا کہ اگر یہ رحم کی درخواست کریں تو ان کی درخواست پر غور نہ کیا جائے۔ لیکن جج کو تو پتہ نہیں تھا کہ رحم ارحم الراحمین کے یہاں سے ہوتا ہے۔ چند دن کے بعد ہی مولانا جیل سے چھوٹ گئے۔

اسی زمانے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم ہوا۔ خواجہ صاحب اس میں اسلامیات کے استاد مقرر ہو گئے اور کم وبیش تیس سال اس ادارے میں خدمات انجام دیں۔ وہ جامعہ میں اسلامیات کے پروفیسر رہے اسی ادارے میں انھوں نے اپنی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۹۴۷ میں وہ کشمیر چلے گئے اور ۱۹۵۰ میں ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ پاکستان میں لاہور میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلامیہ کالج میں عربی کے پروفیسر رہے۔اس کے ساتھ وہاں علما کا ایک بورڈ بنا کر تفسیر لکھنی شروع کی۔یہ تفسیر بہت سہل اور آسان زبان میں لکھی گئی۔لیکن یہ تفسیر مکمل نہیں ہو پائی۔

7 جنوری 1965 میں ان کا انتقال ہو گیا۔

خواجہ عبدالحیٔ فاروقی کو قرآنیات کا خاص ذوق تھا اور اس ذوق کی آبیاری دارالعلوم دیوبند کی علمی فضاؤں کے علاوہ حضرت شیخ الہند اور مولانا عبیداللہ سندھی کی سرپرستی میں ہوئی تھی۔اس لیے ان کے یہاں انقلاب اور مجاہدہ کو بڑی اہمیت تھی۔ان کے دروس قرآن بھی سراپا حرکت و عمل کی دعوت اور مجاہدہ کی تبلیغ پر مشتمل ہوتے تھے۔سید محبوب رضوی نے ان کے بارے لکھا ہے:

> ''خواجہ صاحب کا درس قرآن کس طرح کا ہوتا تھا، اس کا اندازہ ان کی کتابوں الخلافۃ الکبری، صراط مستقیم، عبرت، برہان، سبیل الرشاد، بصائر، اور ذکری کے مضامین سے ہوتا ہے۔الخلافۃ الکبری میں انھوں نے بتلایا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ تنزلی کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے مجاہدانہ زندگی ترک کر دی ہے۔حالاں کہ دنیا میں ان کا وجود خداوند تعالی کے کلام کی نشر و اشاعت اور مجاہدانہ قوت کے لیے ہے۔سورہ انفال کی تفسیر میں فلسفہ جہاد پر بحث کرتے ہوئے جہاد کی ضرورت اور فتح و کامرانی کے اصول پیش کیے ہیں۔سبیل الرشاد میں اسلامی مسائل کی بڑی دلنشیں فلسفیانہ تشریح کی ہے۔ذکریٰ میں جو پارہ عم کی تفسیر ہے، بتلایا ہے کہ اگر قرآن کریم کی ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو اب بھی مسلمان معراج ترقی پر پہنچ سکتے ہیں، خواجہ صاحب ان امور پر زور دے کر قرآن حکیم کے حقائق و معارف پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے تھے۔'' (ایضاص:۱۱۱)

خواجہ عبدالحیٔ فاروقی کی درج ذیل کتابیں خاص قرآنیات سے متعلق ہیں:

۱۔ بصائر: اس میں بنی اسرائیل کے واقعات و حوادث اور فرعون کے طرز عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن مجید کے فلسفہ تاریخ پر گفتگو کی ہے، ان کے حالات کو اپنی غلامی اور برطانوی حکومت کے طرز عمل پر منطبق کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔ الخلافۃ الکبریٰ (تفسیر سورہ بقرہ)

۳۔ بیان (تفسیر سورہ آل عمران)

۴۔ سبیل الرشاد (تفسیر سورہ الحجرات)

۵۔ برہان (تفسیر سورہ نور)

۶۔ عبرت (تفسیر سورہ یوسف)

۷۔ صراط مستقیم (تفسیر سورہ انفال و سورہ توبہ)

۸۔ ذکری (تفسیر پارہ عم پارہ)

۹۔ حالات قرآن مجید

۱۰۔ اسباب النزول (اس میں بعض اہم آیات کی شان نزول بیان کی گئی ہیں)

۱۱۔ سبل السلام

۱۲۔ نبیوں کے قصے

۱۳۔ ارکان اسلام

۱۴۔ ہمارے نبی

۱۵۔ پیارے رسول

قرآنیات پر مستقل تصنیفات کے علاوہ خواجہ عبدالحئی فاروقی نے اشاعت قرآن مجید کی دیگر کاوشوں میں بھی حصہ لیا۔ ان میں سلسلہ درس قرآن ایک منفرد سلسلہ ہے۔ یہ سلسلہ ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے شروع کیا تھا اور اس کا مقصد جیسا کہ مقدمہ میں لکھا ہے، یہ تھا کہ 'آسان عبارت اور عام فہم زبان میں قرآن پاک کے سمجھانے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو درس قرآن کی صورت میں ہو اور ہر روز کے لیے علیحدہ علیحدہ اسباق پر مشتمل ہو جو گھر بیٹھے ہر شخص تک پہنچ جائے۔' (درس قرآن، ادارہ اصلاح و تبلیغ، لاہور، طبع ششم، ۱۹۶۵، پیش لفظ)۔ درس قرآن کا بورڈ تشکیل دیا گیا، خواجہ عبدالحئی فاروقی اس بورڈ کے ممبر تھے۔

(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ ص: ۲۶۵ تا ۲۷۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی ریاست پٹیالہ کے موضع اردن میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ ہے۔آپ کے والد مفتی عبدالکریم گمتھلوی علاقہ میوات کے مشہور مدرسہ معین الاسلام واقع قصبہ نوح میں مہتمم اور صدر مدرس تھے۔اس سے پہلے آپ تھانہ بھون میں مفتی تھے۔(مولانا حبیب الرحمٰن خاں میواتی: تذکرہ صوفیائے میوات، میوات اکیڈمی، گھاسیڑہ۔۱۹۸۵،ص ۴۰۵)۔والد کے ہمراہ مفتی عبدالشکور بھی نوح میں ہی رہتے تھے۔اس لیے ان کی ابتدائی تعلیم بھی اسی مدرسے میں ہوئی۔پھر کچھ دن تھانہ بھون میں تعلیم پائی۔اس کے بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ حجاز چلے گئے۔دو سال حجاز میں قیام رہا، یہاں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور مسجد نبوی میں تجوید کی کتابیں پڑھیں۔حجاز سے واپسی کے بعد پانی پت میں قاری فتح محمد پانی پتی سے فن قرآت کی کتابیں پڑھ کر اس فن کی تکمیل کی۔

فن قرآت کی تکمیل کے بعد شاہ آباد (کرنال) کے مدرسہ حقانیہ اور بعض دیگر مدارس میں عربی کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۶۳ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔دو سال بعد ۱۳۶۵ میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی۔دیوبند میں ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی مولانا فخر الحسن، مولانا ادریس کاندھلوی اور مولانا اعزاز علی وغیرہ رہے۔دوران تعلیم میں حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضری رہتی تھی، اس لیے تصوف سے بھی مناسبت ہوگئی جو بعد میں بھی قائم رہی۔

مدرسے سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ رجپورہ ریاست پٹیالہ میں اور کچھ دن مدرسہ حقانیہ شاہ آباد (کرنال) میں تدریسی خدمات انجام دیں۔تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے اور ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام کیا۔یہاں انھوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو کچھ دن بعد بند ہوگیا۔۱۹۵۵ میں انھوں نے دوسرا مدرسہ حقانیہ کے نام سے قائم کیا۔اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدرسے نے بہت ترقی کی یہاں دورہ حدیث کی تعلیم کا انتظام ہے۔ یہاں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بھی الگ سے مدرسہ ہے اور لڑکیوں کے لیے بھی دورہ حدیث ہوتا ہے۔ مدرسے میں دارالافتاء بھی قائم کیا اور شعبہ تصنیف وتالیف بھی۔

مولانا عبدالشکور ترمذی نے اس مدرسے کو بڑی ترقی دی۔ ساری عمر اسی کی تعمیر وترقی میں لگے رہے اور اس کی خدمت کرتے ہوئے ۵ شوال ۱۴۲۱ مطابق یکم جنوری ۲۰۰۱ میں ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا عبدالشکور ترمذی نے قلم وقرطاس سے رابطہ بھی عمر بھر قائم رکھا۔ ان کے بیٹے نے ان کی ۳۴ کتابوں کے نام لکھے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی تصنیفات، رسائل، مقالات ومضامین کی تعداد سو کے قریب ہے۔ (ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان، پاکستان، طبع سوم ۲۰۰۴، ص: ۱۲)

ان کی تصنیفات میں سے قرآنیات پر حسب ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن

۲۔ تتمۃ البیان فی ترجمۃ القرآن

۳۔ حضرت حکیم الامت کی تفسیری خدمات

۴۔ حضرت افغانی کی تفسیری خدمات

۶۔ اشرف البیان فی علوم القرآن

۷۔ تکملۃ احکام القرآن علامہ ظفر احمد عثمانی

۸۔ حضرت مفتی اعظم کی تفسیری خدمات

ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن

ہدیۃ الحیر ان ایک تنقیدی کتاب ہے۔ دراصل ایک عالم مولانا غلام اللہ خان نے جواھر القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی۔ حالانکہ وہ خود بھی علمائے دیوبند میں شامل ہیں۔ دیوبند میں تعلیم بھی حاصل کی البتہ فراغت ڈابھیل سے ہے۔ لیکن مفتی عبدالشکور ترمذی کے مطابق ان کی تفسیر میں مسلک دیوبند سے انحراف پایا جاتا ہے۔ اس لیے انھوں نے اس پر تنقید کی ہے اور یہ کتاب ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن کے نام سے لکھی۔ اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ان کی کتاب جواہر القرآن کی بعض غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔

مولانا غلام اللہ خان نے بھی اس کا جواب لکھا اور اپنے جواب کا نام رکھا 'اقامۃ البرہان'۔اس کے بعد مفتی عبدالشکور نے اپنی کتاب کی اگلی اشاعت میں دونوں کتابوں کو شامل کرلیا اور نام وہی رکھا۔اس طرح اس کتاب کی موجودہ اشاعت میں جواہر القرآن پر تنقید ہے اور اقامۃ البرہان کے جوابات کی تردید بھی ہے۔

ہدایۃ الحیران ایک مفصل کتاب ہے۔تقریبا چھ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حیات الانبیا، ذبح بقر، تحویل قبلہ وغیرہ تقریبا ۲۵ مسائل پر تفصیل سے اور بہت سے مسائل پر اختصار کے ساتھ تنقید کی گئی ہے۔کتاب کا اسلوب مناظرانہ ہے۔درمیان میں بہت سے اکابر کے خطوط اور ان کی آراء اور تبصرے بھی اس میں آگئے ہیں۔مجموعی طور پر مفید ہے اور قرآن مجید کے بعض امور کو صحیح تناظر میں سمجھنے میں معاون ہے۔

تکملہ احکام القرآن:

حضرت تھانوی کا ایک منصوبہ تھا کہ قرآن مجید کی آیات احکام کی سلسلہ وار تفسیر لکھی جائے۔حضرت نے اس کام کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مفتی جمیل احمد تھانوی کو مقرر کیا تھا اور قرآن مجید کے مختلف اجزاء ان کے حوالے کیے تھے۔یہ کام ایک عرصے تک جاری رہا۔لیکن پوری طرح مکمل نہ ہوسکا۔

مفتی جمیل احمد تھانوی نے کام کیا لیکن وہ بھی مکمل نہ کر پائے۔آخر ان کے بیٹے مولانا مشرف علی تھانوی نے اپنے والد کے ادھورے کام کی تکمیل کے لیے مفتی عبدالشکور سے گزارش کی۔انھوں نے یہ کام شروع کیا جو کم وبیش ساٹھ سال جاری رہا اور آخر ان کے ذمہ جو حصہ تھا وہ مکمل ہوگیا۔اس طرح مفتی عبدالشکور بھی اس کام سے وابستہ ہو گئے۔حضرت کے اس کام کی تفصیل بتاتے ہوئے مولانا عبداللہ چنیوٹی نے لکھا ہے:

> ''پہلی جلد سورہ مائدہ کی ابتدائی دس آیات پر مشتمل ہے۔اس جلد میں آیا ت احکام کے 133 اجزاء سے 576 مسائل کا استخراج کیا گیا ہے۔یہ جلد 590 صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۴۲۴ھ میں طبع ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری جلد سورہ مائدہ کی آیت نمبر 11 سے سورت کے آخر تک شامل ہے۔اس میں آیات احکام کے 105 اجزا سے 385 مسائل کا استخراج کیا گیا ہے۔یہ جلد 496 صفات پر مشتمل ہے یہ جلد ۱۴۲۵ میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد مکمل سورہ انعام اور سورہ اعراف پر مشتمل ہے۔اس میں 28 آیات احکام کے اجزا سے ۲۶۰ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے۔یہ جلد ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ جلد ۱۴۲۵ میں طبع ہوئی۔یہ تینوں جلدیں ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور کی زیرنگرانی طبع ہو چکی ہیں۔''(الاضوا، جامعہ پنجاب، لاہور، جون ۲۰۰۸، جلد ۲۱ شمارہ ۲۹، ص:۲۴)

اگرچہ مفتی عبدالشکوراس کام میں کم وبیش ساٹھ سال مصروف رہے لیکن پھر بھی ان کے حصے کا بھی کچھ کام ان کی حیات میں شائع نہ ہوسکا۔مولانا عبداللہ نے اس کی تفصیل اس طرح بتائی ہے:

''احکام القرآن سورہ انفال کا مسودہ صفحہ نمبر ۸۸۱ سے ۹۷۲ تک ۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔سورۃ توبہ کا مسودہ صفحہ نمبر ۹۷۳ سے ۱۱۹۴ تک ۲۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔احکام القرآن سورۃ ق تا آخر قرآن ۴۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔''(ایضا)

جب یہ کام شروع کیا تو اس کام میں شامل دیگر حضرات خاص طور پر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے یہاں جو حصے تشنہ تکمیل رہ گئے تھے، وہ بھی انھوں نے مکمل کیے۔مولانا عبداللہ چنیوٹی نے اس کام میں ان کے مزید اشتراک کی تفصیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

''سورہ ق تا والناس ،مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے احکام القرآن لکھی۔چوں کہ اس میں اختصار سے احکامات کا استنباط کیا تھا۔کئی آیات ایسی بھی تھیں جن کے مسائل کا استنباط ہی نہیں کیا گیا تھا۔اس لیے مفتی عبدالشکور ترمذی نے قرآن کریم کی دوسری منزل کے علاوہ اس حصے کی طرف بھی توجہ فرمائی اور آیات قرآنیہ سے تفصیلی احکامات مستنبط

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائے۔ یہ مسودہ فل سائز کے ۴۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ جبکہ تبییض شدہ ۵۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں 488 مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی نے احکام القرآن کا مقدمہ مولانا خیر محمد جالندھری کے ذمہ لگایا تھا۔ لیکن حضرت کو اس کا موقع نہیں ملا بالآخر مفتی عبدالشکور ترمذی نے اس کا آغاز فرمایا۔ لیکن وہ نامکمل رہا حتی کہ وہ اس دار فانی سے چلے گئے۔'' (ایضاً ص ۲۴)

احکام القرآن میں مفتی عبدالشکور ترمذی کا اسلوب تفسیر یہ ہے کہ پہلے الفاظ قرآنی کے معانی، آیات کے مصداق، آیات کا شان نزول، اختلاف قراءات، مسئلہ فقہیہ میں مذاہب ائمہ، ناسخ ومنسوخ، ثمرہ اختلاف وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ پھر اس مسئلے میں مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی کرتے ہیں، مسائل جدیدہ بیان کرتے ہیں اور آیات کے مابین تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ تو واضح ہے کہ وہ اکابر اہلسنت والجماعت کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کے مسلک اور احناف کے مشہور ومفتی بہ اقوال کے دائرے میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ بڑا منفرد کام ہے کہ قرآن کی آیات احکام جن کی تعداد صرف چند سو ہے، ان کی تفسیر کئی ہزار صفحات تک پھیل گی اور ان سے ہزاروں مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔ نکتہ رسی اور معنی آفرینی کا غیر معمولی کمال اس میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالصمد صارم

تبیان الراسخ معروف بتاریخ التفسیر:

یہ کتاب دراصل تفسیر قرآن کی اجمالی تاریخ ہے۔یعنی اس میں عہد بہ عہد مفسرین کے نام،ان کی تفاسیر کے نام اور کہیں ضرورت ہوئی توان کی تفاسیر کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔اس کے علاوہ اس کتاب میں علوم قرآن اور علوم تفسیر کے حوالے سے بڑی مفید معلومات ہیں۔اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے گہرائی کے ساتھ اس موضوع کو پڑھااور دریا کو کوزے میں بند کر کے پیش کر دیا۔شروع میں تفسیر کے مبادیات پر گفتگو کرنے کے بعد پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک تمام تفاسیر اوران کے مصنفین کے نام لکھے ہیں۔اس کے بعد دوسرے حصہ میں عہد بہ عہد صرف مفسرین کا تذکرہ کیا ہے اوران کے مختصر کوائف لکھے ہیں۔اس کے بعد مفسرین کی طبقہ بندی بھی کی ہے۔کتاب نہایت محققانہ ہے۔حوالے بھی بکثرت دیے ہیں۔البتہ حوالے ادھورے ہیں یعنی صرف کتاب کا نام ذکر کر دیا ہے،اس کے مشخّصات نہیں لکھے۔

اس کتاب میں انھوں نے ہندوستان میں تفسیری خدمات اور ملک دکن کی تفسیری خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے جوایک اچھا اضافہ ہے۔کتاب کے شروع میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی کا طویل مقدمہ ہے۔اس میں انھوں نے کتاب اور مصنف کے بارے میں توصیفی کلمات لکھے ہیں۔یہ کتاب نظام حیدرآباد کے نام معنون ہے۔

ایک بات یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ کتاب کے شروع میں مولانا عبدالصمد صارم کے والد ظہورالحسن کے نام سے ایک التماس ہے۔اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

> ’’میں نے تاریخ علم تفسیر کے متعلق چند مسودات لکھ کر سپرد کر دیے تھے۔
> برخوردار موصوف نے یہ ضخیم کتاب مرتب کر کے پیش کر دی۔ بعد مطالعہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجھ کو اطمنان ہوگیا کہ میرے حسب مراد کام ہوگیا۔امید ہے کہ مثل دیگر کتابوں کے یہ کتاب بھی مقبول اہل نظر ہوگی‘‘(میر محمد کتب خانہ آرام باغ،کراچی،۱۳۵۵ھ،ص:۱)

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل کتاب ان کے والد لکھنا چاہتے تھے۔انھوں نے کچھ نوٹس وغیرہ بھی مرتب کر لیے تھے۔لیکن پیرانہ سالی کی وجہ سے نہ لکھ سکے تو مولانا عبدالصمد نے اس کی تکمیل کر کے اس کو شائع کر دیا۔

عرض الانوار المعروف بہ تاریخ القرآن:

مولانا عبدالصمد صارم کی سب سے مشہور کتاب ہے۔یہ دراصل قرآن مجید کا تعارف ہے۔قرآن مجید کی تاریخ،اس کے اجزا،سورتوں،آیتوں کے بارے میں مفصل معلومات جمع کر دی ہیں اور ایسی جزوی تالیفات جمع کر دی ہیں جو مشکل سے ہی کہیں ایک جگہ مل سکتی ہیں۔مصنف نے خود اس کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ابواب کے عناوین عربی میں رکھے ہیں۔جو حسب ذیل ہیں:

الباب الاول فی التاریخ	الباب الثانی فی المصاحف
الباب السادس فی الشتات	الباب الرابع فی الرجال
الباب الخامس فی الشھادۃ	

ان چار ابواب کے ضمن میں انھوں نے قرآن مجید کی تاریخ،قرآن مجید کے مشہور مصاحف،جمع و تدوین قرآن،قرآن کی نزولی ترتیب،قرآن کی مکی و مدنی آیات،اہم مفسرین،ان کے حالات اور ان کے علاوہ بہت سے ضمنی امور پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔اپنی ساخت کے اعتبار سے یہ کتاب تصنیف سے زیادہ نوٹس محسوس ہوتی ہے۔ہر موضوع سے متعلق نہایت اختصار سے لکھا ہے اور زیادہ تر متقدمین کے اقوال لکھے ہیں۔

مصنف نے حوالے بکثرت دیے ہیں،زیادہ تر حوالے احادیث کی کتابوں کے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد عبدالقادر قاسمی

قرآنی جواہر پارے:

مولانا محمد عبدالقادر قاسمی نے قرآنی جواہر پارے کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ مولانا محمد عبدالقادر 1941 میں دارالعلوم دیو بند میں دورہ حدیث کے طالب علم تھے اور انھوں نے اوران کے کچھ ساتھیوں نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے درس قرآن دینے کی درخواست کی تھی۔ ان کی درخواست پر مولانا نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ سلسلہ سورہ فاتحہ سے شروع کیا گیا اور مولانا عبدالقادر نے سورہ فاتحہ کے دروس کے نوٹ لیے تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ:

> ''ہم طلبہ دارالعلوم کی درخواست پر حضرت ممدوح نے سورہ فاتحہ کے درس سے اپنے تفسیری موتیوں کا آغاز فرمایا۔ آپ کے یہ جواہر پارے متداولہ کتب تفسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ جن کو احقر نے دوران درس منضبط کیا۔'' (قرآنی جواہر پارے ص: ج)

یہ مجموعہ تقریبا ۹۰ صفحات کا ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ لیکن یہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے ان حواشی کی طرح نہیں ہیں جو انھوں نے ترجمہ شیخ الہند پر لکھے ہیں۔ بلکہ اس میں قرآنی علوم ومعارف پر نسبتا تفصیل سے اور فلسفیانہ رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ترجمہ شیخ الہند پر حواشی عوام کے لیے لکھے تھے اور یہ دروس اعلی تعلیم یافتہ علماء کو دیتے تھے۔ اس کتاب میں پہلے سورہ فاتحہ کا تعارف اور اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اس کے بعد بسم اللہ کی تفسیر ہے اور پھر سورہ فاتحہ کی تمام آیات کی الگ الگ عنوان لگا کر تفسیر بیان کی ہے۔ ان کو بعد میں قرآنی جواہر پارے کے عنوان سے شائع کر دیا ہے۔ پہلے ان دروس کا ایک حصہ پندرہ روزہ الاحرار میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ پھر اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔

یہ کتاب کتب خانہ مجیدیہ ملتان سے ۱۹۹۵ میں شائع ہوئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبداللہ بہلوی

مولانا عبداللہ بہلوی بڑے عالم، فاضل اور نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔اپنے وقت کے بڑے صوفی تھے اور بڑے مصنف بھی تھے۔ان کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت ہے۔

مولانا عبداللہ بن محمد مسلم بن نور محمد موضع بہلی تحصیل شجاع آباد میں پیدا ہوئے۔ان کی تاریخ ولادت یکم رمضان المبارک ۱۳۱۳ مطابق ۱۵ فروری ۱۸۹۶ ہے۔(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ص:۳۲۸)

مولانا کا خاندان علم وفضل میں پہلے سے ممتاز تھا۔دینی علوم اور وعظ وارشاد کی روایت ان کے خاندان میں قدیم زمانے سے چلی آرہی تھی۔آنکھ کھولتے ہیں ان کو علم دین کی روح پرور فضا میسر آگئی۔سن تعلیم کو پہنچنے کے بعد باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔

مولانا عبداللہ نے مولانا غلام محمد ثاقب (ساکن جھنڈا) سے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔درس نظامی کے متوسط درجات تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۵ مطابق ۱۹۱۷ میں دورہ حدیث مکمل کر کے دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی۔

دورہ حدیث کے بعد ان کو تفسیر کی تعلیم کا شوق ہوا تو مولانا حسین علی واں بچھرانوی اور مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں رہ کر تفسیر قرآن پڑھی۔

حدیث وتفسیر میں مہارت حاصل کرنے کے بعد وطن مراجعت فرمائی۔ارداہ تھا کہ اپنے وطن میں رہ کر قوم کی خدمت کریں گے۔وسائل زیادہ نہیں تھے،اللہ نے مدد فرمائی علاقے کے ایک صاحب حیثیت ملک غلام محمد نے اپنی زمین پیش کر دی۔انھوں نے اس زمین پر دو چھپر ڈالے ایک مسجد کے لیے اور ایک مدرسہ کے لیے،اسی مدرسے کا نام مدرسہ مظہر العلوم ہے ۔مولانا نے اس میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔۱۳۶۷ مطابق ۱۹۴۸ تک اس مدرسے میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑھاتے رہے۔اس مدرسہ میں نہ کوئی مطبخ تھا نہ ہی دیگر لوازمات۔بیس پچیس طلبہ رہتے تھے اور مولانا اکیلے ان کو پڑھاتے تھے۔اس طرح تقریباً تیس سال تک فی سبیل اللہ خدمت کرتے رہے۔اس کے ساتھ ہی آبائی ذمہ داری یعنی وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔

آخر میں ضعف زیادہ ہو گیا تو اس مدرسے میں پہلے ایک اور عالم کو مقرر کیا پھر ایک دوسرے عالم کو مقرر کیا اور آخر میں اپنے بیٹے مولانا محمد ہاشم کو تدریس اور اہتمام کی ذمہ داری سونپ کر وعظ وارشاد اور لوگوں کی اصلاح کے لیے یکسو ہو گئے۔

مولانا عبداللہ بہلوی کو تصوف سے بڑی دلچسپی تھی۔مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری کے خلیفہ تھے۔مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔نذیر رانجھا نے ان کے سلسلہ تصوف پر بہت تفصیل سے لکھا ہے اور ان کے خلفاء کی فہرست بھی دی ہے۔

۱۳۱۸ مطابق ۱۹۷۸ میں اپنے آبائی وطن میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔(تذکرہ علماء پنجاب ص ۳۳۹)

مولانا عبداللہ بہلوی جید عالم دین تھے۔درس وتدریس اور وعظ وارشاد کا سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔اس کے ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی قائم رہا۔انھوں نے حدیث، تفسیر فقہ اور سیرۃ النبی جیسے موضوعات پر تقریباً چار درجن کتابیں لکھی ہیں۔نذیر رانجھا نے ان کی تمام تصنیفات کی موضوعاتی فہرست مرتب کر دی ہے۔(محمد نذیر رانجھا: تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت (پنجاب) دار الکتاب لاہور، طبع اول ۲۰۰۹ جلد دوم ص:۲۷۱ تا ۲۸۷)

خاص قرآنیات پر ان کے درج ذیل کام ہیں:

۱۔تفسیر قرآن مجید اردو نصف (غیر مطبوعہ)

۲۔فوائد القرآن المعروف اصطلاحات القرآن (گیارہ پارے، غیر مطبوعہ)

۳۔تفسیر سورۃ الفاتحہ (الکلمات الراجحہ فی سورۃ الفاتحہ، فارسی)

۴۔القول الوجیز فی اصول کلام العزیز (اردو)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی

ترجمہ تفسیر بغوی (معالم التنزیل)

مولانا کاشف الہاشمی نے تفسیر بغوی کا بھی ترجمہ شروع کیا تھا۔لیکن ان کی تفسیر کی طرح یہ ترجمہ بھی تشنہ تکمیل رہا اوراس کے حصے میں کوئی مفتی سعید احمد پالن پوری جیسی عبقری شخصیت بھی نہیں آپائی جواس کو بوجہ احسن مکمل کر پاتی۔اس ترجمہ کی صرف ایک ہی جلد شائع ہوسکی یہ ترجمہ مکتبہ ندوۃ الفرقان دیوبند سے قسط وار شائع ہونا شروع ہوا تھا۔آغاز تو ہوالیکن تکمیل نہ ہوسکی۔

مولانا کاشف الہاشمی زبان و بیان اور اظہار ادا کے اسالیب کے سلسلے میں بہت حساس تھے۔ان کی تفسیر ہدایت القرآن میں بھی ان کی یہ احتیاط پوری طرح نظر آتی ہے۔اسی طرح معالم التنزیل کے ترجمے میں بھی ان کی لسانی خوبیاں پوری طرح جلوہ گر ہیں۔

طریقہ ترجمہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کے لیے شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ کا انتخاب کیا ہے۔یہ ان کی ایک ندرت ہے کہ جب زبان فارسی کا ستارہ اقبال اپنی آب و تاب کھو رہا تھا،اس وقت انھوں نے اس کو اپنی کتاب میں شامل کیا۔

اصل عربی تفسیر کا ترجمہ حسب روایت بڑی خوبی سے کیا ہے،ترجمہ کی روانی اور سادگی سے اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔زبان و بیان کی خوبی کے علاوہ مترجم نے مفید حواشی کا بھی اضافہ کیا ہےاورحسب ضرورت دیگر تشریحات بھی کی ہیں جس سے اس ترجمہ کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔امام بغوی نے اپنی تفسیر میں روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔فاضل مترجم کے نزدیک اردو قاری کے لیے ان اسناد کی کوئی افادیت نہیں تھی اس لیے انھوں نے عبارت کو مزید رواں رکھنے کے لیے اسناد کو حذف کر دیا ہےاور شروع میں ہی اس کی وضاحت خود کر دی ہے۔کتاب کا پہلا حصہ ہی شائع ہوا تھا اس پر مولانا سعید احمد

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکبرآبادی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی تقاریظ ہیں جن میں کتاب کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ ہے۔ مترجم کی زبان دانی کی تعریف کی گئی ہے۔

یہ ترجمہ مکتبہ ندوۃ الفرقان دیوبند سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی ایک قسط پر ماہنامہ دارالعلوم میں مولانا احمد رضا بجنوری کا تبصرہ ہے جس میں اس ترجمہ کی افادیت اور اہمیت کو خاص طور پر واضح کیا ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم، جون ۱۹۶۳، ص ۳۹)

۳۔ تفسیر طنطاوی

علامہ جوہری طنطاوی نے 25 جلدوں میں قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ یہ تفسیر سائنسی انداز کی تفسیر ہے۔ یعنی اس میں جدید تحقیقات کو قرآن کریم سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا کاشف الہاشمی نے اس کا بھی ترجمہ شروع کیا تھا جو مرکز ہدایت دیوبند سے قسط وار شائع ہوتا تھا۔ اس کی اشاعت کی شکل بھی وہی تھی جو عام طور پر دیوبند سے اس طرح کے دیگر تراجم کی اشاعت کی شکل رہی ہے کہ ماہانہ یا دوماہی سلسلہ اشاعت کے ذریعہ بالاقساط کتاب کا ترجمہ شائع کیا جائے۔ یہ ترجمہ بھی نظر نواز نہ ہوسکا۔ البتہ اس کی ایک قسط پر مولانا محمد اسلم کا تبصرہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ترجمہ میں بھی فاضل مترجم نے ان مقامات پر اپنی طرف سے حواشی لکھے ہیں جہاں علامہ جوہری نے 'عصری جدت پسندی' کا رنگ اس طرح پیش کیا ہے جو ہمارے مسلک اور منہاج کے مطابق نہیں ہے۔ ترجمہ تو بلاشبہ معیاری ہے اور زبان واسلوب عالمانہ ہے لیکن تفسیری عبارت میں اردو کے اشعار کا استعمال موضوع کے روایتی انداز کو مضمحل کرتا ہے۔ اس میں فارسی کے بھی بہت سے تشنہ ترجمہ اشعار ہیں۔ عام طور پر تفسیر کے موضوع پر زبان کی خالص ادبیت اور اس میں اشعار کی پیوندکاری کو موزوں نہیں سمجھا جاتا۔ مولانا محمد اسلم نے اپنے اس تبصرہ میں تفسیر جوہری کی بھی بڑی تعریف کی ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم، اگست 1961)

تفسیر معالم التنزیل مکمل اردو ترجمہ چھے جلدوں میں شائع ہوگیا۔ یہ ترجمہ علما کی ایک جماعت نے کیا ہے ان کے نام شروع میں مذکور ہیں۔ لیکن اس ترجمہ کے مقدمہ یا تعارف میں مولانا کاشف الہاشمی کی کاوش کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اگر اس کا ذکر ہوتا تو اچھا تھا اس لیے کہ الفضل للمتقدم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد علی صدیقی

مولانا محمد علی صدیقی 1920 میں قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ اکبر شاہ بخاری نے ان کا سنہ ولادت ۱۹۲۰ لکھا ہے اور قاری عبدالرحمٰن نے سنہ ولادت ۱۹۱۰ لکھا ہے۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ قاری عبدالرحمٰن کا بیان کردہ سنہ درست ہو کیوں کہ انھوں نے کافی تحقیق سے ان کے حالات لکھے ہیں۔ ان کے والد محترم حکیم مولانا صدیق احمد خود بھی بڑے عالم فاضل تھے۔ ابتدائی تعلیم ان کی نگرانی میں ہوئی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے پہلے مظاہر علوم گئے اور اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اسی ادارے سے سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نے جنگ آزادی میں شرکت کی۔ مولانا کی شعلہ بار تقریروں نے جلد ہی استعماری حکومت کے اہل کاروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور مولانا گرفتار کر لیے گئے۔ قاری عبدالرحمٰن کے بقول چند سال قید میں رہے۔ مولانا کی اس قید و بند کے بارے میں قاری عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ اس سلسلے کی زیادہ تفصیلات نہیں مل سکیں۔ البتہ مولانا ۱۹۴۵ میں کاندھلہ بلکہ مشرقی یوپی کے علاقے چھوڑ کر پنجاب کے سیالکوٹ میں آ گئے۔ غالباً اس سے پہلے ہی کا واقعہ ہوگا۔ بہرحال سیال کوٹ میں پہلے بطور خطیب و امام خدمات انجام دینی شروع کیں۔ اس کے بعد سیال کوٹ کے رئیس اعظم ڈاکٹر فیروز الدین مرحوم کے مشورے سے ''مدرسہ فلاح دین و دنیا'' کی بنیاد رکھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سیال کوٹ کی ایک اور متمول شخصیت حاجی شہاب الدین نے ''مدرسہ دارالعلوم الشہابیہ'' کی بنیاد رکھی۔ ان کو ایک اچھے عالم کی تلاش تھی بڑی تلاش و جستجو کے بعد نظر انتخاب مولانا محمد علی صدیقی پر ٹھہر گئی۔ اس طرح وہ دارالعلوم الشہابیہ میں شیخ الحدیث اور مہتمم مقرر ہو گئے اور اخیر عمر تک اسی مدرسے میں خدمات انجام دیتے رہے۔ کہتے ہیں کہ جب حاجی شہاب الدین نے مولانا سے مشاہرہ کے بارے میں دریافت کیا تو مولانا نے فرمایا

toobaa-elibrary.blogspot.com

''میں دین فروش نہیں ہوں کہ مشاہرہ لے کر کام کروں میں تو دین کا ایک ادنی سا داعی ہوں اور داعی سائل نہیں ہوتا''۔حاجی شہاب الدین اس جواب سے بہت متاثر ہوئے اور مولانا کو فوراً اہتمام کی ذمہ داری بھی دیدی اور پھر کبھی ان کے کام میں مداخلت نہیں کی۔(قاری عبدالرحمٰن: شیخ التفسیر مولانا محمد علی صدیقی، مشمولہ قومی ڈائجسٹ جولائی ۲۰۰۲)

مولانا محمد علی صدیقی نے سیال کوٹ میں تقریباً ساٹھ سال خدمات انجام دیں۔اس طویل دورانیے میں وہ صرف ایک مرتبہ کاندھلہ گئے ورنہ ان کا وطن اور مسکن سب کچھ سیال کوٹ ہی بن گیا۔ایسی غیر معمولی قربانیوں کے بغیر خدمت کا حق ادا بھی نہیں ہوتا۔

دارالعلوم الشہابیہ کو مولانا نے بہت ترقی دی۔مولانا اگرچہ روایتی انداز کے عالم تھے لیکن وقت کے نبض شناس تھے۔وہ فرماتے تھے کہ صرف قدیم مذہبی تعلیم کافی نہیں ہے بلکہ قدیم کے ساتھ جدید تعلیم بھی ضروری ہے۔ان کا ایک بڑا تاریخی جملہ ہے کہ''مولوی اور مسٹر کی آویزش کو آمیزش میں تبدیل کیے بغیر دین کی خدمت محال ہے۔''اسی لیے دارالعلوم الشہابیہ میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی اچھا نظم قائم کیا اور اسی لیے اس ادارے کے فارغین آج کل جس طرح دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، اسی طرح سرکاری محکموں میں بھی اعلی مناصب پر فائز ہو کر ملک وقوم کی خدمت کر رہے ہیں۔

مولانا محمد علی درس وتدریس کے ساتھ ملی سرگرمیوں سے وابستہ رہے۔آزادی سے پہلے انھوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا اور آزادی کے بعد پاکستان میں تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ تحریکات میں سرگرم رہے۔۱۹۵۳ اور ۱۹۷۷ میں جیل بھی گئے،قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔اس کے باوجود خدمات انجام دیتے رہے۔ایک طویل عرصے تک علمی اور عملی طور پر بے انتہا خدمات اور قربانیوں کے بعد ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ کو سیالکوٹ میں آپ کی وفات ہوگئی۔

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری نے لکھا ہے کہ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔جن میں تفسیر معالم القرآن شہرہ آفاق علمی شاہکار ہے۔(حافظ محمد اکبر شاہ بخاری اکابر علماء دیوبند ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۹ صفحہ نمبر ۴۳۶)(قاری عبدالرحمٰن: شیخ التفسیر مولانا محمد علی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صدیقی، مشمولہ قومی ڈائجسٹ جولائی ۲۰۰۲ء ص:۱۶۶تا۱۷۱)

قاری عبدالرحمٰن نے ان کی درج ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔امام اعظم اور علم حدیث

۲۔پس دیوار زنداں

۳۔اسلام کا نظام اذکار

۴۔اسلام کا نظام صلوۃ وغیرہ

قرآنیات:

قرآنیات میں مولانا کا سب سے بڑا کارنامہ تو یہ ہے کہ وہ کم وبیش نصف صدی تک یومیہ درس قرآن دیتے رہے۔ان کے درس قرآن میں لوگ دوردور سے آکر شریک ہوتے تھے۔

دوسرا کارنامہ ان کی تفسیر معالم القرآن ہے۔ یہ تفسیر عوام کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی۔اس لیے اس میں زیادہ پیچیدہ مباحث نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں قرآن پاک کی آیات اس طرح کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ عالم بھی اس سے مستفید ہو اور عامی بھی اس کو سمجھ لے۔اس تفسیر کی تدوین میں مولانا کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک پارے کی تفسیر کو ایک جلد میں بیان کریں اس طرح پوری تفسیر ۳۰ جلدوں میں مکمل ہوگی لیکن مہلت عمر مدت تکمیل سے کم پڑ گئی۔اس عظیم تفسیر کی صرف ۱۲ جلدیں مکمل ہوسکیں۔یعنی ۱۲ پاروں کی تفسیر لکھی جاسکی۔اس تفسیر میں انھوں نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ آیات کی تفسیر میں متقدمین نے جو کچھ لکھا ہے، اس کو ہی بیان کیا جائے، اپنی طرف سے کم سے کم اضافے کیے جائیں اگرچہ سبھی ہی یہ کرتے ہیں لیکن مولانا محمد علی صدیقی نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے اور قدیم تفسیروں کی عبارتوں کو نقل کیا ہے انھوں نے کم وبیش ۱۷ کتابوں سے عبارتیں لی ہیں اور کمال یہ ہے کہ اس خوب صورتی سے ان کو مسلسل عبارت میں ڈھالا ہے کہ کہیں بے ربطی محسوس نہیں ہوتی۔مولانا نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بھی لکھا ہے:

''اس خیال سے طبیعت کو بہت بڑی ڈھارس ملی کہ پاک وہند میں جن بزرگوں نے تفسیری خدمت کی ہے اور جن کی علمی حیثیت مسلم ہے اور جن

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی خدمات وقت کی بے رخی کے ہاتھوں گوشہ گمنامی کی نذر ہو چکی ہیں، اگر سب کی نہیں تو کچھ کی عظیم تفسیری خدمت کو یکجا کر کے نئے انداز میں حالات اور تقاضوں کے مطابق گوشہ گمنامی سے نکال کر شاہراہ عام پر رکھ دیا جائے تو یہ نہ صرف قرآن کریم کی عظیم خدمت ہوگی بلکہ ان بزرگوں کی خدمات کی بہت بڑی قدر دانی ہوگی۔(تفسیر معالم القرآن، ادارہ تعلیمات قرآن سیال کوٹ، جلد اول ص:۸)

یہ تفسیر ادارہ تعلیمات قرآن سیال کوٹ سے شائع ہوئی۔اس کی پہلی جلد میں ۶۳۲ صفحات ہیں۔اس پر مولانا محمد تقی عثمانی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''چنانچہ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں اردو کی ۱۷ تفاسیر کا انتخاب مرتب کیا ہے۔اس لحاظ سے اس کتاب کو علمی زبان میں اردو کی تجرید التفاسیر کہا جاسکتا ہے۔کام خاصا کٹھن اور مشکل تھا لیکن فاضل مؤلف نے اس کی مشکلات پر عمدگی سے قابو پایا ہے اور مختلف کتابوں کے اقتباسات کا مجموعہ ہونے کے باوجود یہ پوری طرح مربوط اور مسلسل کتاب بن گئی ہے۔اس کے ساتھ ہی بعض جگہ فاضل مؤلف نے خود اپنے نتائج فکر بھی پیش کیے ہیں اور بعض مقامات پر متقدمین کی تفاسیر سے خوشہ چینی بھی کی ہے۔

قرآن کریم کا ترجمہ فاضل مؤلف نے غالبا خود اپنا کیا ہے۔لیکن یہ ترجمہ نہیں بلکہ مجموعی مفہوم کو بامحاورہ اور سلیس اردو زبان میں ڈھال دیا گیا ہے۔چنانچہ اس میں جگہ جگہ ایسے تشریحی الفاظ موجود ہیں جو قرآن کریم کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہیں بلکہ ان کو تشریح کے لیے یا عبارت میں روانی اور زور پیدا کرنے کے لیے بڑھایا گیا ہے۔''(مولانا مفتی محمد تقی عثمانی: تبصرے، ترتیب مولانا محمد حنیف خالد، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۲۰۰۵، ص۴۵۳۔۴۵۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید محمد متین ہاشمی

مولانا سید محمد متین ہاشمی ماضی قریب کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔اتفاق دیکھیے کہ ان کا موضوع فقہ وقانون رہااوراس موضوع پر کتابیں بھی لکھیں اورسہ ماہی رسالہ منہاج کے مدیر رہےاوراسلامی شریعت کے موضوع پراس رسالے کے خصوصی نمبر نکالے۔یعنی ان کی مکمل شناخت ایک فقیہ کی حیثیت سے ہےلیکن ان کا ذکر بطور مفسر ہورہا ہے۔ان فقہی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کو قرآنیات کا بھی عمدہ ذوق تھااورشاہ ولی اللہ سے بڑی مناسبت تھی۔

مولانا محمد متین ہاشمی 17 اگست 1927 کو غازی پور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔وہاں مولانا حسین احمد مدنی،مولانا اعزازعلی امروہوی،اورمولانا قاری محمد طیب سے اکتساب فیض کیا۔دیوبند سے فراغت کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔اور 1950 میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) ہجرت کر کے چلے گئے۔ابتداء صحافت سے وابستہ ہوئے۔اس درمیان میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے کا امتحان بھی پاس کرلیا۔

۱۹۷۱ تک مشرقی پاکستان میں خدمات انجام دیتے رہے جب بنگلہ دیش بنا توان کے لیے بھی مشکلات آئیں لیکن کسی طرح چھپتے چھپاتے جان بچا کر بھاگے اور پاکستان پہنچے۔پاکستان میں دیال سنگھ کالج میں استاد مقرر ہوگئے اور وہاں کے ترجمان منہاج کے مدیر مقرر ہوئے۔ان کی ادارت میں رسالہ منہاج نے اتنی ترقی کی کہ وہ عالمی شہرت کا رسالہ بن گیااوراس کے خصوصی نمبروں کی پائیدار علمی اہمیت بن گئی۔

پاکستان میں مولانا محمد متین کو بڑی ترقی ملی۔ضیاء الحق کے زمانے میں وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔10 جنوری 1992 کوان کی وفات ہوگئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا متین ہاشمی کے بارے میں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اردو کے مشہور ادیب اور تنقید نگار سراج منیرانھی کے بیٹے ہیں۔

قرآنیات:

مولانا محمد متین ہاشمی نے زیادہ تر فقہ وقانون پر لکھا۔قرآنیات پر ان کی درج ذیل کتاب ہے۔

آخری سورتوں کی تفسیر

مولانا کی کاوش تقریباڈھائی سوصفحات پر مشتمل ہے۔اس میں سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن مجید کی آخری ۲۲ سورتوں کی تفسیر کی گئی ہے۔یعنی سورہ ضحیٰ سے لے کرآخرتک۔اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ نماز میں عام طور پر قرآن کا جتنا حصہ پڑھا جاتا ہےاس کے معنی لوگوں کومعلوم ہوجائیں تاکہ نماز میں یک سوئی حاصل ہو۔انھوں نے خودبھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئےلکھاہے:

> ’’یہ کتاب صرف عوام کے لیےلکھی گئی ہے۔اس لیے اس میں تفسیری مباحث اورموشگافیاں نہیں ہیں۔زبان بھی نہایت سادہ اورسلیس استعمال کی گئی ہے۔تاکہ کم سے کم پڑھا لکھا آدمی بھی اس سے استفادہ کرسکے۔ عام طور پرلوگ شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں خیال بہک جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی دماغ کسی بھی وقت خالی نہیں رہ سکتا لہٰذا ضروری ہے کہ نماز کی حالت میں اسے مصروف رکھا جائے۔بزرگان دین نے اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ نمازیوں کو (مقتدی ہو یاامام یا تنہا پڑھ رہا ہو) ان آیتوں کے معانی پرغورکرتے رہنا چاہئے جن کی تلاوت کررہے ہیں۔اس طرح ان کا خیال نہیں بھٹکے گا۔لہذا میں نے ان سورتوں کی تفسیر مرتب کی جنھیں عام طور پرلوگ نماز میں پڑھتے ہیں۔(مولانا محمد متین ہاشمی: آخری سورتوں کی تفسیر،کتب خانہ شان اسلام لاہور،طبع ۱۱ستمبر ۲۰۰۰)

مولانا کی یہ تفسیری کاوش بہت مقبول ہوئی،اس کے ایک درجن سے زیادہ ایڈیشن اب تک شائع ہوچکے ہیں۔اس میں ان کا اندازتفسیر یہ ہے کہ آیات کانہایت سادہ اورسلیس ترجمہ کرتے ہیں اورتفسیر میں صرف ضروری باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں غیرضروری تفصیلات سے گریز کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ڈاکٹر تحسین فراقی نے ان کی تفسیر کے بارے میں لکھا ہے ''ان کی ذات میں مختلف تفسیری متون کی روح جمع ہوگئی تھی۔ وہ بڑی روانی، سلاست، سہولت اور برجستگی سے آیات بینات کا مفہوم بیان کرتے چلے جاتے تھے۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ تفسیر بالرائے کے قائل نہ تھے۔'' (ڈاکٹر تحسین فراقی، مولانا سید محمد متین ہاشمی کی یاد میں، مشمولہ نوائے وقت، 3 فروری 1963)

اگرچہ یہ نہایت آسان زبان میں تفسیر کی گئی ہے اور اس کا مقصد صرف عام مسلمانوں کو ان سورتوں کا مفہوم سمجھانا ہے جن سورتوں کو نماز میں پڑھتے ہیں۔ مخاطب چوں کہ عوام ہیں اس لیے زبان بہت سادہ ہے اور غیر ضروری مباحث بھی نہیں ہیں تاہم اس میں بعض جگہ ایسی روایات بھی آگئی ہیں جو اسرائیلی روایات کے قبیل سے ہیں یا غیر مستند روایات ہیں۔ مثلاً اس کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر خوارگی میں فرشتوں کے ذریعے جھولا جھلانے کی بات، اسی طرح آپ کے چاند سے کھیلنے کی بات وغیرہ اس طرح کے کچھ واقعات درج ہو گئے ہیں جن کی استنادی حیثیت کمزور ہے لیکن مجموعی طور پر سورتوں کا اچھا تعارف کرایا گیا ہے اور عام مسلمانوں کے لیے اس طرح کی کتابوں سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ جن سورتوں کو نماز میں پڑھ رہے ہیں ان سورتوں کا مفہوم ان کے ذہن میں ہوگا اور مفہوم سے واقفیت ہوگی تو نماز میں بھی توجہ زیادہ ہوگی۔

مولانا متین ہاشمی کے ترجمہ پر مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''دراصل میرا خیال تھا کہ تفسیر عام فہم اور آسان ہو، اسی لیے قصداً میں نے تفسیری مباحث سے اعراض کیا ہے اور نہایت سیدھے سادھے انداز میں محض ان سورتوں کی تفسیر پیش کی ہے جنہیں عام آدمی اکثر و بیشتر نماز میں پڑھتے ہیں۔ شروع میں (ہر سورت کا) مختصر سا تعارف دیا گیا ہے پھر ہلکی پھلکی تفسیر پیش کی گئی ہے اور اختتام پر سورہ مذکورہ کا بنیادی تخیل خلاصہ کے عنوان کے تحت دے دیا گیا ہے۔ تاکہ سورۃ کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے''
>
> (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد و نظر ص: ۶۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سلطان محمود

سلطان محمود کٹھالہ شیخان ضلع گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت کا علم نہیں ہوسکا۔ خاندان زراعت پیشہ تھا۔ ان کو بھی شروع میں پڑھنے لکھنے سے رغبت نہیں تھی۔ پہلوانی کرتے تھے اور دیہاتی کھیلوں میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے ماموں ایک جید عالم دین تھے۔ انھوں نے ان کو تعلیم کی تلقین کی اور اپنی سرپرستی میں ان کو مدرسے میں داخل کرایا۔ پہلے انھوں نے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد مختلف مدارس میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آخر میں تکمیل علوم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم میں بہت سے اساتذہ سے فیض حاصل کیا لیکن مولانا انور شاہ کشمیری کے خاص شاگرد تھے، ان سے بڑی عقیدت تھی، ان کے اسباق لکھتے تھے چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیری کے ابوداؤد کے افادات انھوں نے ضبط کیے تھے۔ (اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ ص ۲۱۱)

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ فتحپوری میں تدریس شروع کی۔ بعد میں وہاں کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بھی رہے۔ اسی دوران میں مولانا عبیداللہ سندھی نے 'نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے تحت فتحپوری میں قیام فرمایا تو انھوں نے بھی قرآنیات میں ان سے استفادہ کیا۔ ان کی صحبت میں ان کے اندر قرآن کا خصوصی ذوق پیدا ہوا۔

۱۳۶۲ھ میں دہلی سے ترک سکونت کرکے اپنے وطن کٹھالہ شیخان چلے گئے۔ وہاں 'مدرسہ خادم علوم نبوت' قائم کیا اور تادمِ واپسیں اسی مدرسے میں تشنگان علوم نبوت کی سیرابی کا سامان کرتے رہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۶۵ میں ان کی وفات ہوگئی۔ (ایضا)

مولانا سلطان محمود کو درس وتدریس سے غیر معمولی شغف تھا۔ عمر بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی کے ساتھ ان کا رشتہ قرطاس وقلم سے بھی ہمیشہ استوار رہا۔ انھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے سات کتابیں تحریر فرمائیں۔جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ساردابل اوراسلام

۲۔ضرورت رسالت (دو حصے)

۳۔تبلیغی دستورالعمل (تین حصے)

۴۔چودہ مسائل

۵۔تیرہ مسائل

۶۔سیاست اسلامیہ اور جہاد

۷۔تسہیل البیان فی توضیح القرآن

تسہیل البیان فی توضیح القرآن

قرآنیات پران کی صرف ایک کتاب تسہیل البیان فی توضیح القرآن ہے۔یہ ان کی تفسیر ہے۔اختر راہی کے مطابق اس تفسیر کی پہلی جلد شائع ہوئی جو ایک مقدمہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔(ایضاص:۲۱۲)ان کی تفسیر کے مزید کوائف معلوم نہیں ہو سکے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی مزمل حسین مظفرنگری

مولانا مزمل حسین گاؤں گرچہ پموڑہ، تحصیل جانسٹھ، ضلع مظفرنگر کے رہنے والے ہیں ان کے والد محترم کا نام مولانا رفیق احمد مظاہری ہے۔ مولانا کے والد بھی قرآن مجید وحدیث کے جید عالم ہیں۔ خدمت کا جذبہ ایسا قابل قدر ہے کہ عمر گریز پا کی زیادہ تر منزلیں ایک مکتب میں بچوں کی تعلیم وتربیت اوراہل قریہ کی اصلاح ورہنمائی میں بسر کیں اور بحمداللہ ان کی حسنات کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا مزمل حسین کی ولادت ۱۹۷۱ میں قصبہ کھتولی میں ہوئی۔ تعلیم کی ابتداء گاؤں کی بڑی مسجد سے ہوئی، تقریباً دس پارے حضرت مولانا محبّ اللہ بستوی کے سامنے حفظ کیے، باقی کے بیس پارے والد محترم نے حفظ کرائے جو قریب کی بستی کھیڑی فیروزآباد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حفظ قرآن مجید کے بعد درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم علاقے کے مختلف مدارس میں حاصل کی، اس کے بعد مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔ وہاں متوسطات کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد سنہ 1989ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور سنہ 1413ھ، مطابق 1993ء میں دورہ حدیث شریف سے اور سنہ 1414ھ مطابق 1994ء میں شعبہ افتاء سے فراغت حاصل کی۔

دیوبند سے فراغت کے بعد دارالعلوم حیدرآباد میں تدریس سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ یہاں مختصر المعانی وغیرہ کتب کا تقریباً دوسال درس دیا۔ اس کے بعد مولانا ارشد مدنی کے بچوں کے اتالیق رہے۔ دوسال بعد ذی قعدہ 1418ھ مطابق جون 1998ء میں دارالعلوم دیوبند میں درجہ ابتدائی عربی میں ان کا تقرر ہوا اور ایک سال چند ماہ بعد صفر 1420ھ میں استقلال کی منظوری ہوئی۔ اس کے بعد سے ماشاءاللہ دارالعلوم جیسے مؤقر ادارے

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

مولانا مزمل کی درج ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

دروس القرآن

لغات القرآن وصرفہ (عم پارہ)

دروس قرآن

یہ کتاب قرآن فہمی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔اس کے اصل مخاطب عوام الناس نہیں ہیں بلکہ یہ عربی جاننے والے اور فضلاء مدارس کے لیے لکھی گئی ہے اور وہی لوگ اس سے بہتر طور پر مستفید ہو سکتے ہے۔اس میں انھوں نے چھ بنیادی کام کیے ہیں:

قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے،

آیات کے باہمی ربط کو بیان کیا ہے،

آیات کے شان نزول کی تحقیق کی ہے،

قرآن مجید کے الفاظ کی لغوی تحقیق کی ہے،

اوران الفاظ کی صرفی اور نحوی تراکیب کو بھی بیان کیا ہے۔

مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر آیت نقل کرتے ہیں اس کے نیچے ترجمہ دیتے ہیں۔ دوسری جلد یعنی سورہ ق اور پارہ فما خطبکم میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے ایک ایک آیت نقل کرتے جاتے ہیں، اس آیت کے آگے اس کے معنی بیان کرتے جاتے ہیں چند آیات اوران کا ترجمہ نقل کر کے اس کو ایک مربع خطوط میں خط کشیدہ کر دیتے ہیں پھر ربط کا عنوان قائم کر کے ماقبل کی آیتوں کے ساتھ مناسبت اور ربط کو بیان کرتے ہیں۔شان نزول کی روایات بھی نقل کرتے ہیں اوراس کے بعد ایک ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔تفسیر میں غایت احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں بالعموم اکابر علما کی تفسیروں سے تفسیر بیان کرتے ہیں۔ان کے مراجع میں متداول تفسیر ولغت کی ایک درجن سے زیادہ امہات کتب شامل ہیں۔

تفسیر بیان کرنے کے بعد ایک عنوان اللغہ قائم کرتے ہیں، اس میں ایک ایک لفظ کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔اس میں مصنف کی اصل محنت نظر آتی ہے اور جس مقصد کے لیے یہ تفسیر

toobaa-elibrary.blogspot.com

لکھی گئی، اس کا بھی اصل فائدہ اسی میں ہے۔ یہ تفسیر رفیق بک ڈپو دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

لغات القرآن وصرفہ (عم پارہ)

اردو میں قرآنیات پر اس طرح کی کتابیں نہیں ہیں اس کتاب میں قرآن کریم کے لغات اور الفاظ کی فن صرف کے اعتبار سے تحقیق پیش کی گئی ہے۔ ابھی صرف عم پارہ شائع ہوا ہے۔ لیکن بہرحال یہ اپنی نوعیت کا بڑا منفرد کام ہے اور طلبہ مدارس اور اہل تحقیق کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا نورالحق علوی

مولانا نورالحق کے والد کا نام منشی محمد قاسم تھا۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے پٹواری تھے۔ لیکن تھے بڑے دیندار۔ صوم وصلوۃ کے پابند، مزاج میں صوفیانہ استغنا تھا اور خواجہ احمد میروی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ ان کے دو بیٹوں کو پائیدار شہرت ملی۔ بڑے بیٹے مولانا نورالحق ہوئے جو حلقہ دیوبند کی ایک بڑی شخصیت ہیں اور دوسرے بیٹے ڈاکٹر غلام جیلانی برق ہوئے جو حلقہ متجددین میں ایک نمایاں شخصیت کے حامل مانے جاتے ہیں۔

مولانا نورالحق کی ولادت اپنے وطن موضع بسالی ضلع اٹک میں ۱۳۰۶ مطابق ۱۸۸۸ میں ہوئی۔ (اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ ص: ۷۸۷)

انھوں نے ابتدائی اور متوسطات تک کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۲۸ مطابق ۱۹۱۰ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

فارغ ہونے کے بعد مدرسہ عربیہ رمضانیہ کلکتہ میں ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد وطن آ گئے۔ یہاں ۱۳۳۶ مطابق ۱۹۱۸ میں مولوی فاضل کا امتحان درجہ اول سے پاس کیا۔ اگلے سال منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔

وطن واپس آنے کے بعد گاؤں کی مسجد میں درس دینا شروع کیا تھا۔ غلام جیلانی برق نے ان کے اس درس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''بھائی صاحب گاؤں کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کے یہاں درجن بھر طلبہ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا سبق دوسرے سے الگ تھا۔ (ماہنامہ نقوش لاہور آپ بیتی نمبر ص: ۱۲۷۰)

گاؤں میں کچھ دن تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ ایک سال وہاں استاد رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ ڈھریال تحصیل پنڈ دادخان ضلع جہلم میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

استاد مقرر ہوئے۔ یہاں طلبہ کو اورینٹل کالج کے امتحانات مولوی فاضل اور منشی فاضل کی تیاری بھی کرواتے تھے۔ کچھ عرصے بعد مدرسہ عربیہ دارالعلوم پیر جھنڈا سندھ میں صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ یہاں چار سال رہے، اس کے بعد مدرسہ عربیہ فاضلیہ بٹالہ میں رہے۔

اسی درمیان میں لاہور اورینٹل کالج کے استاد پروفیسر عبدالعزیز میمن دسمبر ۱۹۲۵ میں اورینٹل کالج چھوڑ کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چلے گئے۔ اس لیے ان کی جگہ ایڈیشنل مولوی کی پوسٹ پر مولانا نورالحق علوی کا تقرر ہو گیا۔ یہاں انھوں نے اپنے رٹائرمنٹ ۱۹۴۴ تک خدمات انجام دیں۔ (اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ ص: ۷۸۸)

اتفاق یہ کہ جب وہ رٹائر ہوئے تو ان کی جگہ مولانا عبدالصمد صارم کا وہاں تقرر ہوا۔ (ایضا)

مولانا نورالحق علوی کا قیام لاہور میں تاجپورہ میں تھا۔ اسی مقام پر یکم جمادی الاخری ۱۳۷۰ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۵۱ کو ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا نورالحق بڑے عالم فاضل تھے۔ عربی زبان پر بڑی دستگاہ تھی۔ قرآنی علوم پر وسیع نظر تھی۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی کے عقیدت مند۔ انھوں نے مولانا عبیداللہ سندھی کے افکار و نظریات پر کام بھی کیا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے طرز پر لاہور میں بھی بیت الحکمۃ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا تھا، اس کے روح رواں مولانا نورالحق ہی تھے۔ شاہ ولی اللہ کا رسالہ ہمعات انہی کے حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

مولانا نورالحق علوی کی تصانیف کا پوری طرح علم نہیں ہو سکا۔ اختر راہی نے مولانا کی ایک درخواست ملازمت جو انھوں نے اورینٹل کالج لاہور میں دی تھی اس کے حوالے سے لکھا ہے۔ اس درخواست میں انھوں نے قرآنیات پر اپنی تین مطبوعہ اور تین غیر مطبوعہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ (الرحیم حیدرآباد سندھ اگست ۱۹۶۷ ص: ۲۳۳)

تاہم ان کی تصنیفات کی تعداد کافی ہے، ان میں قرآنیات پر حسب ذیل ہیں:

۱۔ نورالحق تفسیر سورہ علق

۲۔ بارقۃ الحق ضمیمہ نورالحق

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔النا موس المفصل تفسیر سورۃ المزمل

۴۔فتح المقدر تفسیر سورہ المدثر

پروفیسر ایوب قادری بڑے محقق ہیں، انھوں نے پروفیسر نورالحق کی وہ درخواست پنجاب یونی ورسٹی کے ذخیرے سے نکال لی جو انھوں نے ملازمت کے لیے دی تھی۔اس درخواست میں انھوں نے اپنے تعلیمی کوائف لکھے ہیں، اس کے حوالے سے انھوں نے لکھا ہے کہ ان کی یہ تینوں تفسیریں مطبوعہ ہیں۔

(محمد ایوب قادری: پروفیسر نورالحق علوی، الرحیم، حیدرآباد، جلد ۵ شمارہ ۳، اگست ۱۹۶۷، اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ص:۳۷۷، ایضاص:۷۹۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسرا باب: عربی تفسیروں کی شروحات، حاشیے اور تراجم

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد امام غزالی

ابوالمحمود محمد امام غزالی بن حکیم حافظ محمد میر عالم کے آباواجداد موضع سبز پیر نزد حسن ابدال، ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ان کے پردادا نے موضع سبز پیر کی سکونت ترک کر کے ٹمن ضلع اٹک میں اقامت اختیار کی۔اسی موضع میں ۱۳۰۵ مطابق ۱۸۸۸ میں امام غزالی پیدا ہوئے۔ابھی ان کی عمر دو سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔والدہ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اٹھائی۔جب سات سال کے ہوئے تو مدرسہ نعمانیہ لاہور میں داخل کرا دیا۔نظام فطرت کی بوقلمونی عجیب بہار دکھاتی ہے۔کبھی سارے اسباب و وسائل مہیا ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور کبھی کام خود اسباب و وسائل کا پردہ ساتھ لے کر آتا ہے۔غالباً مولانا امام غزالی کو شروع میں پڑھنے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔مدرسے سے بھی چھوڑ کر آ گئے۔لیکن والدہ کی لگن اور دعائیں کہ وطن میں خالی رہتے ہوئے مختلف لوگوں سے کچھ نہ کچھ پڑھتے رہے۔اٹک کے کئی اساتذہ سے کتابیں پڑھیں اور پھر رفتہ رفتہ رہوار شوق بھی نرم خرامی پر آمادہ ہو گیا۔ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد لمبی جست لگائی اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔یہاں چھ سال رہ کر اسلامی علوم کی تکمیل کی۔حضرت شیخ الہند سے دورہ حدیث پڑھا۔

دارالعلوم کی روح پرور فضاؤں نے ان کے قلب و باطن کو اتنا بدل دیا تھا کہ وہ دینی علوم کی نشر و اشاعت میں لگ گئے۔پہلے اپنے آبائی وطن ٹمن کی مسجد باغبانان میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی بنیاد رکھی اور اس میں درس و تدریس شروع کی۔اس کے بعد پورے ضلع میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے جدوجہد کی اور کئی جگہ ادارے قائم کیے۔

درس و تدریس کے علاوہ انھوں نے سیاسی و سماجی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔اس زمانے میں تحریک خلافت کا زور تھا،انھوں نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔علاقہ راولپنڈی کی خلافت کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے۔علاقہ راول پنڈی میں انھوں نے ایک عظیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

الشان کانفرنس بھی منعقد کی تھی، اس میں مولانا شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے۔

مولانا محمد امام غزالی نے موضع ٹمن میں کم و بیش پچاس سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں ان کو سرطان کا مرض ہوگیا۔ لاہور کے میو اسپتال میں ان کا علاج کرایا گیا لیکن قضاء الٰہی کا وقت آچکا تھا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۰ کو ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا محمد غزالی بڑے عالم تھے ساری زندگی درس و تدریس اور سماجی خدمت میں مصروف رہے۔ اپنے علاقے میں تعلیم کو عام کرنے لیے انھوں نے کئی ادارے قائم کیے۔

تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا۔ اختر راہی نے ان کی چار کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی

۲۔ حاشیہ تفسیر جلالین

۳۔ حواشی صحاح ستہ

۴۔ ارشاد سید الابرار بحرمت الزکوۃ علی آلہ الاطہار

(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب، اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ جلد ۲ ص: ۶۳۳۔۶۳۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا انظر شاہ کشمیری

علمی وقار، تہذیبی روایت، بزرگانہ شفقت اور خورد نوازی کی جیسی مثال مولانا انظر شاہ کشمیری کی شخصیت میں دیکھنے کو ملی ویسی اور بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ راقم الحروف نے براہ راست ان سے درسی استفادہ نہیں کیا۔ لیکن اپنے طالب علمی کے دور میں ان کے درس کے بڑے چرچے سنے اور دیوبند کی گلیوں میں اپنے تلامذہ کے ہالے میں ان کو بارہا گزرتے دیکھا۔ ایک دو مرتبہ مصافحہ کرنے کی جرأت سے آگے بڑھ کر سلام بھی کیا جس کو استادانہ تمکنت اور شفقت کے ساتھ قبول کیا اور مصافحہ کی بھی ایک نئی شکل سے روشناسی ہوئی۔

مولانا انظر شاہ کشمیری بنیادی طور پر ایک استاد تھے۔ استاد کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ کتاب کی عبارت کو اس طرح حل کر دے کہ طالب علم کو کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ اس فن میں ان کو ید طولی حاصل تھا۔ اس لیے طلبہ ان کے درس میں جوق در جوق شریک ہوتے اور شاید ہی کوئی ان کا سبق چھوڑتا تھا۔ ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ بڑے مقبول استاد تھے۔ درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے درجات کے طلبہ بھی ان کے حلقہ درس میں کشاں کشاں شریک ہوتے تھے۔ خاص طور پر ان کا درس حدیث تو ان کے والد مولانا انور شاہ کشمیری کے سلسلہ درس حدیث کا تسلسل محسوس ہوتا تھا۔

ایک بہترین استاد ہونے کے ساتھ وہ ایک اچھے قلم کار بھی تھے۔ زبان و بیان پر ان کو استادانہ قدرت تھی۔ اردو زبان میں ان کا اپنا اسلوب تھا۔ زبان عام طور پر پرشکوہ استعمال کرتے تھے۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، تاریخ، تذکرہ وسوانح جیسے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان کی بعض کتابیں خاصی مقبول رہی ہیں۔

مولانا انظر شاہ کشمیری محدث جلیل مولانا انور شاہ کشمیری کے خلف الرشید تھے۔ ۶ دسمبر ۱۹۲۷ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ دست قدرت نے ان کو ایک عظیم محدث کے گھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں پیدا کیا لیکن تعلیم وتربیت کی بنیاد خود اپنے ہاتھوں رکھی۔ ۵ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ والدہ ماجدہ نے ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوص توجہ دی۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم کی روح پرور فضا میں ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی خانے کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بعض اعزا کی خواہش پر انگریزی تعلیم کی طرف توجہ ہوگئی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے کیا۔ (نسیم اختر شاہ) پنجاب یونیورسٹی کے دیگر امتحانات بھی دیے۔ لیکن ابھی ان کا جدید تعلیم کا تعلیمی سفر کسی منطقی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا اور گویا تکمیلی مراحل تھے کہ ہندوستان میں تقسیم ملک کا دور شروع ہو گیا۔ مولانا انظر شاہ ان دنوں پنجاب یونی ورسٹی کے امتحانات کے لیے دہلی میں مقیم تھے۔ جب فسادات کا سلسلہ بڑھا تو وہ دہلی سے اپنے وطن دیوبند آ گئے۔ ملک میں امن وامان کی کشیدہ صورت حال کے پیش نظر سفر آسان نہیں تھا۔ اس لیے بہت دن دیوبند میں ہی رہنا پڑا۔ وقت کے بہتر استعمال کے لیے انھوں نے دینی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔ دیوبند میں ان کے والد مولانا انور شاہ کے تلامذہ بہت تھے، انھوں نے سر پرستی فرمائی اور اس طرح حالات نے مجبور کر کے رہرو منزل غیر کو اپنی منزل کا نشان دکھلایا۔ وہ جس کام کے لیے بنے تھے اس کی منزل آسان ہوگئی۔

مولانا انور شاہ کشمیری کے ایک شاگرد مولانا اصغر علی سہس پوری نے خاص طور پر ان کی تعلیم وتربیت میں بڑی توجہ دی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور ایک حد تک دینی علوم سے مناسبت کے بعد ان کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کرا دیا۔ جہاں انھوں نے مولانا اعزاز علی امروہوی، مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا حسین احمد مدنی کی خصوصی توجہ ونگرانی میں درسیات کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ (حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کا سانحہ ارتحال، از مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مشمولہ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۵ جلد ۹۲، جمادی الاولی ۱۴۲۹ مطابق مئی ۲۰۰۸)

دورہ حدیث کی تکمیل کے فوراً بعد ۱۹۵۳ میں وہ دارالعلوم دیوبند میں استاد مقرر ہو گئے۔ مولانا اعزاز علی امروہوی کی سرپرستی میں تدریس شروع کی اور بتدریج یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ حتی کہ حیات مستعار کی بقیہ ۵۵ منزلیں اسی میدان میں خدمات انجام دیتے ہوئے گزار دیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا انظر شاہ کے کم وبیش ۵۵ سالہ تعلیمی وتدریسی سفر میں ہزاروں تشنگان علوم نبوت نے ان سے استفادہ کیا۔ان کے تلامذہ ربع مسکوں کے کونے کونے میں ہیں اوران کے علوم کی جوت جلا رہے ہیں۔

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ مطابق ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ کو ۸۲ سال کی عمر میں قضاء الٰہی کا وقت موعود آن پہنچا اور مولانا چھ ماہ کی علالت کے بعد دنیائے فانی اوراس کے لوازمات کو خیرباد کہہ کر مالک حقیقی کے دربار میں چلے گئے۔

مولانا انظر شاہ کشمیری ایک بہترین استاد ہونے کے ساتھ بہت اچھے قلم کار بھی تھے اور بہت اچھے مترجم تھے۔انھوں نے تقریباً ۱۴ کتابیں طبع زاد تصنیف فرمائیں اور تقریباً ۹ کتابوں کے ترجمے کیے۔

درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ دیگر انتظامی امور سے بھی مولانا ہمیشہ وابستہ رہے۔صدر مدرس رہے، شیخ الحدیث رہے، ناظم تعلیمات رہے، قائم مقام مہتمم رہے، جامعہ انور کے سرپرست رہے غرض درس نظامی میں جو تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں ہوتی ہیں ان تمام مناصب پر فائز رہے۔اسی طرح ماہنامہ (دیوبند) ماہنام نقش (دیوبند) اور پندرہ روزہ یثرب (دیوبند) کے مدیر رہے اور بعض رسالوں کے سرپرست بھی رہے۔ ان کی گوناگوں علمی خدمات کے اعتراف میں اہل علم کے مختلف حلقوں نے ان کو اعزازات سے بھی نوازا جن میں عربی زبان وادب کے لیے ہندستانی صدارتی ایوارڈ بھی شامل ہے۔

قرآن کی تفہیم کے لیے جس طرح حدیث ضروری ہے اسی طرح حدیث کے لیے معیار وکسوٹی قرآن مجید ہے۔مولانا انظر شاہ کشمیری زندگی بھر حدیث کا درس دیتے رہے۔ان کی اس تدریس میں خدمت قرآن بھی شامل ہے۔تاہم خاص قرآنیات پر ان کی درج ذیل کتابیں شائع ہوئی ہیں جو تمام کی تمام عربی کتابوں کے تراجم ہیں:

۱۔تقریر شاہی (حاشیہ بیضاوی)

۲۔ترجمہ تفسیر ابن کثیر

۳۔ترجمہ تفسیر مدارک

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۔ترجمہ تفسیر طنطاوی

۵۔کمالین شرح تفسیر جلالین

۶۔ترجمہ تفسیر مظہری

۷۔تفسیر وتوضیح تفسیر حقانی

(قرآن سے متعلق مولانا کی تصنیفات کی فہرست لالہ وگل مرتبہ سید احمد خضر شاہ مطبوعہ، شاہ اکیڈمی دیوبند صفحہ ۵۲۳۔۵۲۴ پر درج ہے)۔

ذیل میں ان میں سے صرف ان کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کی کچھ تفصیلات معلوم ہوسکیں۔

۱۔ترجمہ تفسیر ابن کثیر:

تفسیر ابن کثیر عربی زبان کی نہایت مقبول تفسیر ہے۔متعدد لوگوں نے اس کے اردو ترجمہ کیے ہیں۔مولانا انظر شاہ کشمیری نے بھی اس کا اردو ترجمہ کیا جو مکتبہ فیض القرآن دیوبند سے شائع ہوا۔یہ ترجمہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔مولانا انظر شاہ نے پوری تفسیر کا ترجمہ کیا ہے اور اس کے بعد اس ترجمے پر حواشی بھی لکھے ہیں۔خاص طور پر جہاں فقہی مباحث ہیں وہاں انھوں نے حواشی میں حنفی مسلک کا موقف واضح کیا ہے، اس لیے کہ ابن کثیر شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔قرآن مجید کی آیات کے ترجمے کے لیے انھوں نے مولانا تھانوی کی بیان القرآن کا انتخاب کیا ہے۔ساتھ ہی بیان القرآن کی تلخیص کے عنوان سے مولانا تھانوی کی بیان القرآن کے مضامین کی تلخیص بھی اس میں شامل کی گئی ہے۔اس طرح یہ کتاب قدیم عہد کے بڑے مفسر کی تصنیف ہے اور جدید عہد کے ایک بڑے مفسر کی تفسیر بھی اس میں شامل ہوگئی ہے۔ساتھ ہی مولانا انظر شاہ کے حواشی نے اس مجموعے کو فوائد کے لحاظ سے چند در چند کر دیا ہے۔

جہاں تک ترجمہ کی زبان کا تعلق ہے تو اس میں حرف زنی اگر ہوسکتی ہے تو صرف یہ کہ زبان پر شکوہ ہے اور اسلوب عالمانہ ہے۔ترجمہ اتنا خوب صورت ہے کہ اس پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔زبان میں سلاست اور روانی بھی بلا کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔کمالین شرح جلالین:

جلالین عربی ایک معتبر اور مختصر ترین مکمل تفسیر مانی جاتی ہے۔اپنے اختصار اور جامعیت کی وجہ سے یہ تفسیر اہل علم میں مقبول بھی رہی اور شروع سے ہی درس نظامی کا حصہ رہی ہے۔اس لیے لوگ اس کی تشریح کرتے رہے ہیں۔مولانا انظر شاہ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔لیکن انھوں نے صرف تین پاروں یعنی ۱۶، ۱۷،اور ۱۸ کی شرح لکھی ہے۔شروع اور آخر کے باقی تمام اجزاء کی شرح مولانا محمد نعیم نے کی اس لیے یہ انہی کے نام سے معروف ہے۔(ماہنامہ دارالعلوم مولانا اشتیاق احمد)

۳۔تقریر شاہی:

مولانا انظر شاہ کشمیری کے درس بیضاوی کے افادات ہیں۔اس حصے میں صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے، یہ کتاب اگر چہ مطبوعہ ہے لیکن نادر ہے۔(ایضا)

۴۔ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل:

تفسیر مدارک التنزیل مشہور حنفی عالم اور علم عقائد کے ماہر ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی کی تفسیر ہے۔علمی حلقوں میں یہ تفسیر بہت مشہور ہے۔خاص طور پر گمراہ فرقوں کا رد اس تفسیر کا اختصاص ہے۔مولانا انظر شاہ کشمیری نے اس تفسیر کا اردو ترجمہ کیا تھا جو ادارہ فکر اسلامی سے قسط وار شائع ہوتا تھا۔مولانا اس کا ترجمہ مکمل نہیں کر پائے تھے اور یہ بھی نہیں معلوم ہوسکا کہ کتنا ترجمہ کیا تھا۔دارالعلوم دیو بند کے کتب خانے میں اس کے دو حصے موجود ہیں دونوں کے صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔

فاضل مترجم کا طریقہ ترجمہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کے لیے مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ لیتے ہیں۔اس کو خط کشیدہ کر دیتے ہیں۔اس کے ساتھ تفسیر مدارک کی عبارت بغیر خط کے ترجمہ کرتے ہیں۔ترجمہ کے ساتھ اس میں ذیلی حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ ذیلی حواشی میں اپنی طرف سے مفید معلومات کا اضافہ کرتے ہیں اور فقہی آیات کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص اور ابن العربی کی احکام القرآن سے جزوی احکام ومسائل ذکر کرتے ہیں۔مترجم نے اس میں ایک اضافہ یہ کیا ہے کہ ہر رکوع کے بعد 'قرآن کا پیغام' کے عنوان

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے اس رکوع کا خلاصہ تفسیر درج کرتے ہیں۔اس طرح عام قاری کے لیے چند جملوں میں رکوع کے بنیادی مضمون سے واقفیت ہو جاتی ہے۔

ترجمہ کی زبان کا جہاں تک تعلق ہے تو مولانا انظر شاہ کا نام ہی کافی ہے۔ترجمہ نہایت معیاری ہے، اسلوب نگارش عالمانہ اور زبان پر شکوہ ہے۔الفاظ کے دروبست اتنی خوبصورتی سے رکھے گئے ہیں کہ ترجمے پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔حواشی اور دیگر اضافوں میں بھی زبان کا معیار اسی آب وتاب سے موجود ہے۔مصنف کے قلم کی چاشنی سے مضامین میں قاری کے لیے دل چسپی بڑھ جاتی ہے۔

ایک بات بطور یادداشت یہ ہے کہ مدارک کا ایک ترجمہ مولانا عبدالقادر بھوپالی نے بھی تھا، اس کی تفصیلات دستیاب نہیں۔مولانا عبدالقادر بھوپالی نے تفسیر مدارک التنزیل پر عربی میں حاشیہ لکھا تھا۔ان کا یہ حاشیہ سورہ بقرہ تک شائع ہوا۔اس کے سلسلے میں مزید کوئی بات معلوم نہیں ہوسکی۔(۔مقالات حبیب جلد اول صفحہ ۷۸)

۵۔ترجمہ تفسیر طنطاوی:

علامہ جوہری طنطاوی نے الجواہر فی تفسیر القرآن کے نام سے ایک ضخیم تفسیر لکھی تھی، یہ تفسیر ۲۵ جلدوں پر مشتمل ہے اور سائنسی علوم کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔اپنے موضوع کی شاید سب سے پہلی اور ضخیم کتاب ہے۔اردو زبان اس نادر علمی شاہکار سے کیوں محروم رہے۔مولانا انظر شاہ کشمیری نے اس کا بھی اردو ترجمہ شروع کیا تھا۔لیکن کام کی ضخامت اور اصحاب ذوق کے فقدان کے سبب مکمل نہ ہوسکا۔یہ ترجمہ بھی قسط وار شائع ہوتا تھا اب اس کے اجزا بھی نہیں ملتے۔مولانا اشتیاق کے بقول اس کے دو یا تین اجزا مولانا احمد رضا بجنوری کے کتب خانے میں تھے۔

۶۔ترجمہ تفسیر مظہری:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت معروف ہے۔ایک وسیع حلقے میں اس کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس کے حوالے دیے جاتے ہیں۔متعدد علما نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔اس کتاب کے اردو میں بھی کئی ترجمے ہوئے ہیں۔مولانا انظر شاہ کشمیری نے بھی اس کا ترجمہ شروع کیا تھا جو مکتبہ ندائے قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیوبند سے قسط وار شائع ہوتا تھا۔اب یہ ترجمہ بھی فقید المکاتب ہے ۔اس کا پہلا حصہ دارالعلوم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ حصہ ۱۹۶۰ میں شائع ہوا تھا۔

قرآنی آیات کے لیے اس میں بھی حضرت تھانوی کا ترجمہ لیا گیا ہے اور عربی عبارت کو فاضل مترجم نے نہایت خوبصورتی سے اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ان کے پرشکوہ انداز بیان اور خطیبانہ اسلوب نے ترجمہ کو بہت دلکش بنا دیا ہے، مزید برآں انھوں نے جگہ جگہ مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

یہ مولانا انظر شاہ کشمیری کی قرآنی خدمات کا اجمالی تعارف ہے۔مولانا اصلاتو محدث تھے، ساری زندگی درس حدیث دیتے رہے۔لیکن ان کو تفسیری علوم سے بھی خصوصی مناسبت تھی۔اپنی معرکہ آرا کتاب 'نقش دوام' میں انھوں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی قرآن فہمی پر طویل گفتگو فرمائی ہے۔وہ بڑی نادر ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو حدیث کے ساتھ ساتھ اس فن شریف سے بھی گہری مناسبت تھی۔شاید یہی مناسبت ان تراجم کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

مولانا کے ان تراجم میں تفسیر ابن کثیر کے علاوہ دیگر تمام تراجم مکمل نہیں ہو سکے۔البتہ ابن کثیر کا ترجمہ مکمل شائع ہوا اور اب اس کی جدید اشاعت بھی ہوئی ہے۔مولانا کے یہ تراجم صرف ترجمہ ہی نہیں تھے بلکہ ان پر مولانا کے حواشی اور مختلف مسائل کے لیے دیگر تفسیروں کی تلخیص اضافی کام ہے، اس طرح بعض تفسیروں کے ترجمے میں ایک ایک رکوع کے مضامین کا خلاصہ دیا ہے۔اگر ان تمام کو یک جا کر دیا جائے تو ایک ضخیم تفسیر تیار ہو جائے گی۔مولانا کے ان اضافوں کا الگ سے تجزیہ کرکے تفسیر کے میدان میں ان کی خدمات کا صحیح مقام طے کرنے کی ضرورت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد جمال بلندشہری

جمالین فی شرح جلالین

مولانا محمد جمال بلندشہری ۱۹۳۶ء میں بلندشہر میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم علاقے کے مختلف مدارس سے حاصل کی ،متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۶ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم میں ان کے خاص استاد مولانا حسین احمد مدنی تھے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد انھوں نے گجرات اور مدراس کے مختلف مدارس میں تدریس کی خدمات انجام دیں،۱۹۸۴ میں مولانا کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ہو،اوہاں انھوں نے تفسیر، فقہ اور عربی ادب سے متعلق متعدد کتابیں پڑھائیں۔

مولانا جمال الدین کی وفات ۷ امحرم ۱۴۴۱ مطابق ۷ استمبر ۲۰۱۹ کو میرٹھ میں ہوئی۔

مولانا جمال الدین ایک اچھے استاد ہونے کے ساتھ عمدہ مصنف بھی تھے،انھوں نے زیادہ تر درسیات کی شروح لکھی ہیں، ان کا اسلوب نگارش معلمانہ ہےاور زیردرس کتاب کی عبارت کواچھی طرح حل کردیتے ہیں،اسی لیےان کی شروحات کافی مقبول ہیں۔

مولانا محمد جمال بلندشہری دارالعلوم دیوبند میں تفسیر کے استاد ہیں۔ جلالین جو درسیات کی ایک اہم تفسیری کتاب ہے،اس کا درس دیتے ہیں۔ انھوں نے چھ جلدوں میں جلالین کی شرح لکھی ہے۔ چونکہ جلالین کے مصنف دو تھے،دونوں کا نام جلال الدین تھا، اس لیے اس تفسیر کو جلالین کہتے ہیں۔ یعنی دو جلال الدین کی لکھی ہوئی۔ اس کے شارح نے بھی اصل کتاب کے نام کی رعایت کرتے ہوئے اپنی شرح کا نام بھی تثنیہ کے صیغے میں رکھ کر اس کا نام جمالین رکھا۔

جمالین اصل میں تو جلالین کی شرح لیکن حقیقت میں یہ بہت عمدہ تفسیر بھی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جلالین کی عبارتوں کے غوامض کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے فاضل مصنف نے پوری تفسیر قرآن کی تفسیر لکھ ڈالی۔

جمالین کی تصنیف میں بھی شارح نے اصل مصنف کا اتباع کیا ہے۔ جس طرح اصل کتاب کے نصف آخر کی تالیف پہلے ہوئی تھی۔ اسی طرح شارح نے بھی پہلے نصف آخر کی شرح لکھی یعنی یہ شرح چھے جلدوں میں ہے تو جو اس شرح کی جلد چہارم ہے، وہ حقیقت میں جلد اول ہے۔ چوتھی جلد کے مقدمے میں شارح نے اس کا تذکرہ کر دیا ہے اور اس مقدمے کی جب پہلی جلد شائع ہوئی تو اس میں دوبارہ شامل کیا گیا تاکہ تصنیف کی ترتیب قائم رہے۔

طریقہ تفسیر

مصنف کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ جلالین میں سے مفہوم کی یکسانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک طویل عبارت نقل کرتے ہیں۔ پھر عبارت کا اردو میں ترجمہ کرتے ہیں۔ ترجمہ میں قرآن مجید کی عبارت کا ترجمہ خط کشیدہ ہوتا ہے اور جلالین کی عبارت کا ترجمہ بغیر خط کے ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ کہیں کہیں یہ بھی اہتمام کیا ہے کہ جلالین کی عبارتوں کے ترجمہ سے پہلے لفظ ''یعنی'' بڑھا کر بھی اس بات کی وضاحت کر دیتے ہیں اور اس کو اصل متن کی عبارت سے الگ کر دیتے ہیں۔

ترجمہ سادہ اور سلیس ہے۔ عبارت بہت واضح اور معنی خیز ہے۔ قرآن مجید کی عبارت اور جلالین کی عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ پوری عبارت مسلسل اور مربوط ہوگئی ہے۔

ترجمہ کرنے کے بعد ''تحقیق و ترکیب و تسہیل و تفسیری فوائد'' کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ الفاظ کے معنی کی تحقیق، قواعد عربی کے لحاظ سے اس کی ترکیب، مفہوم کے اعتبار سے اس کی تسہیل اور اس کی تفسیر۔ اس لیے اسی عنوان کے تحت قرآنی الفاظ اور تفسیر جلالین کے الفاظ دونوں کے معنی، ان کی تحقیق۔ حذف و محذوف، صرف و نحو وغیرہ کے اعتبار سے ان کی تشریح کرتے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی آیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز بیانی ہے، اس کے لیے عام طور پر امام زمخشری کے حوالے دیتے ہیں۔ عربی قواعد کے اعتبار سے، لفظ کے کسی دوسرے استعمال کے اعتبار سے یا عربی

toobaa-elibrary.blogspot.com

زبان کے اعتبار سے کوئی سوال ہو جیسے اضافت، صفت وموصوف، ضمیر کا مرجع وغیرہ تو اس کی بھی وضاحت اسی میں کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد تفسیر وتشریح کا عنوان قائم کرتے ہیں، اس میں ایک ایک آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔ اگر آیت میں کوئی تاریخی واقعہ ہو تو اس کی تفصیلات دیتے ہیں۔ یا کوئی فقہی مسئلہ یا سماجی مسئلہ جو بھی ہو اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ایسے امور جن کی توضیح کا مزید تقاضا ہوتا ہے تو وہاں اس مسئلے پر مستقل عنوان لگا کر اس پر تحقیق کرتے ہیں اور اگر مسئلہ میں کئی پہلو ہوں تو عنوانات بھی حسب ضرورت بڑھا دیتے ہیں۔ تفسیر میں دیگر مذاہب وفرق اور دوسرے نظریات خاص طور پر جدید تہذیب کے نظریات پر سخت لیکن مدلل تنقید کرتے ہیں۔

ضمناً بہت سے ایسے امور کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے جو براہ راست تفسیر سے متعلق تو نہیں ہوتے لیکن ان کا کوئی حوالہ قرآن مجید میں ہوتا ہے۔ کہیں آیات کا ربط بھی بیان کرتے ہیں لیکن اس کا زیادہ التزام نہیں کیا ہے۔

مصنف نے اس شرح میں بکثرت حوالوں کا اہتمام کیا ہے اگر چہ حوالے ادھورے ہیں یعنی یا تو صرف مصنف کا نام ذکر کر دیا ہے یا ان کی کتاب کا نام لکھ دیا ہے۔ لیکن حوالے بکثرت ہیں۔ تفسیر کی کتابوں کے بھی حوالے بکثرت ہیں اور احادیث کی کتابوں کے بھی۔ کہیں کہیں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر کے حوالے بھی مل جاتے ہیں۔ عام طور پر تفسیر کی کتابوں کے حوالوں کو تلاش کرنا آسان ہوتا ہے۔ البتہ حدیث کی کتابوں کے حوالے اگر تعین کے ساتھ یا صفحہ نمبر کی تعیین کے ساتھ ہوتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔

جلالین کی یہ شرح ایک کتاب کی شرح ہونے کے ساتھ ایک مکمل تفسیر بھی ہے۔ یہ روایتی انداز کی تفسیر ہے۔ قرآن مجید کی اچھی تفہیم ہو جاتی ہے۔ اس میں بڑی خوبیاں ہیں۔ زبان عام فہم ہے، اسلوب نگارش تدریسی ہے۔ البتہ اس میں کہیں اسرائیلیات اور عام معروف باتوں کو بھی بغیر حوالہ اور بلا تحقیق نقل کر دیا ہے۔ جیسے حضرت یوسف اور زلیخا کی شادی کی بات۔ ایسا غالباً روایتی انداز کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجموعی طور پر اس شرح سے قرآنی عبارت کی اچھی تفہیم ہو جاتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل اس تفسیر اور شرح میں عربی عبارتوں کی اچھی وضاحت کی گئی ہے۔ مصنف نے اس میں کچھ اضافے بھی کیے ہیں۔ جیسے ''معلوم ذہنی اور موجود خارجی میں مطابقت کے ذریعے علی وجہ البصیرت استفادے'' کی خاطر اس تفسیر میں حسب موقع تاریخی نقشوں کا اور مختلف جدولوں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ شرح شروع کرنے سے پہلے مصنف نے ایک طویل مقدمہ بھی لکھا تھا جو پہلے جلد چہارم میں شائع ہوا اور اب ترتیب درست ہونے کے بعد اس کو جلد اول میں شامل کر دیا ہے۔ اس مقدمہ میں انھوں نے قرآن فہمی، وحی اور اس کی اقسام اور تاریخ تدوین قرآن کے ساتھ اس کتاب یعنی جلالین کے دونوں مصنفین کے احوال زندگی بھی لکھے ہیں۔ کچھ اپنی شرح کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''شارح کے فرائض میں جہاں متکلم کے کلام کی گرہ کشائی اور وضاحت ہوتی ہے وہاں مندرجہ ذیل امور بھی توجہ طلب ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اور محلّی نے ان باتوں کی طرف اکثر اجمال و اشارات سے کام لیا ہے انہیں اشاروں کی توضیح اور اجمال کی تفصیل جلالین کو درس میں داخل کرنے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔
>
> شارح کا مقصد کہیں تو معنی لغوی کی وضاحت ہوتی ہے اور کہیں مقصد تعین معنی ہوتا ہے اور کہیں متضمن معنی بیان کر کے صلہ کی تصحیح مقصد ہوتی ہے۔ اور کہیں اضافہ کا مقصد کسی شبہ کا ازالہ اور اعتراض کا دفعیہ ہوتا ہے اور کہیں بیان مذہب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کہیں ترکیب نحوی کا حل اور کہیں جگہ کے تعین اور تعلیل پیش نظر ہوتی ہے اور کہیں کسی واقعے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور کہیں اختلاف قراءت کو بیان کرنا مدنظر ہوتا ہے تو کہیں شان نزول کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔
>
> پیش نظر شرح میں کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ امور پیش نظر رہیں تا کہ اب تک کی اردو شروحات میں جو کمی محسوس ہو رہی ہے اس کا کسی حد تک

toobaa-elibrary.blogspot.com

تدارک ہو سکے‘‘۔(جمالین، جلد۱ص:۵)

اوپر ذکر ہوا کہ انھوں نے اپنی شرح میں نقشوں اور جدولوں کا بھی استعمال کیا ہے۔ ایک روایتی مدرسہ میں قرآن کی تفہیم کے لیے ایٹلس کا استعمال اجتہادی کام ہے۔اس کا تفصیل سے جائزہ لینا چاہئے لیکن وقت اس کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا ظہور الباری اعظمی

جامع البیان فی تفسیر القرآن:

امام محمد بن جریر طبری کی مشہور تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن بہت معروف تفسیر ہے۔اس کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس تفسیر میں انھوں نے اکثر تفسیری روایات کو سند کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔اہل علم کے درمیان یہ تفسیر ہمیشہ سے ایک مستند مرجع کی حیثیت سے معروف رہی ہے۔مولانا ظہور الباری اعظمی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند ہیں ،ان کا تصنیف کردہ بخاری شریف کا ترجمہ کافی مقبول ہے۔انھوں نے تفسیر طبری کا بھی اردو ترجمہ کیا تھا جو دیوبند کے مکتبہ بیت الحکمت سے قسط وار شائع ہوتا تھا۔اس ترجمہ کے تین پاروں پر مشتمل چھے حصے دارالعلوم کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ پوری کتاب کی اشاعت کے لیے تقریبا ۳۴ یا ۳۵ اجزا کا اندازہ تھا۔لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ مکمل نہیں ہوسکا۔

مولانا ظہور الباری نے یہ ترجمہ عوام کے لیے کیا ہے۔اس لیے اس میں زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ساتھ ہی اصل تفسیر کے بعض فنی مباحث جو عوام کے لیے زیادہ سود مند نہیں ہیں جیسے صرف ونحو کے مسائل پر امام طبری نے جو بحث کی ہے اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔اور تفسیر کے مقدمہ کا ترجمہ بھی نہیں کیا ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس ترجمہ کو ایک ملخص ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے تو وہ بہت معیاری ہے۔زبان وبیان سادہ اور عام فہم ہے۔مصنف کا طریقہ ترجمہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کے لیے مولانا تھانوی کے ترجمے کو شامل کیا ہے اور باقی عبارت کا ترجمہ خود کیا ہے۔

مولانا ظہور احمد کا یہ ترجمہ ایک بڑا کارنامہ ہے، اس کے ذریعے عربی زبان کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک کلاسیکی تفسیر اردو قارئین کے لیے قابل استفادہ ہوگئی۔لیکن یہ بہت بڑا کام تھا شاید پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔اس کے جو اجزا دستیاب ہیں ان کے مطالعے سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔جب یہ ترجمہ شائع ہونا شروع ہوا تو مختلف علمی حلقوں سے اس کی بڑی پذیرائی ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد عابد اعظمی

مولانا اعجاز احمد اعظمی اپنے وقت کے جید عالم تھے۔انھوں نے مدرسہ سراج العلوم مئو قائم کیا۔ان کے کئی ہونہار اور لائق و فائق فرزندوں میں مولانا محمد عابد اعظمی بھی ہیں۔

مولانا عابد اعظمی کی ابتدائی تعلیم والد کے زیر نگرانی ہوئی۔اس کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد حیدرآباد کے مدرسہ فیض القرآن کشتا پور میں مدرس مقرر ہوئے۔پھر اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ سراج العلوم میں ایک مدت تک تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔اس کے بعد انجان شہید ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ شیخ الہند میں استاد مقرر ہوئے اور اب اسی مقام پر اپنی تعلیمی، تصنیفی اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔

مولانا عابد اعظمی کے والد مولانا اعجاز احمد اعظمی نے آخر عمر میں جلالین کی شرح لکھنی شروع کی تھی، لیکن ان کے لیے وہ حسن خاتمہ کا سبب بنا اور اللہ نے خاندان میں خدمت قرآن کے تسلسل کا ذریعہ بھی اس کو بنا دیا۔اب ان کے فرزند گرامی قدر مولانا عابد احمد اعظمی اس کی تکمیل فرما رہے ہیں۔

مولانا عابد اعظمی نے سورہ مائدہ سے اس کی شرح لکھنی شروع کی ہے۔جو اس شرح کی جلد دوم ہے۔اس طرح اس کی پہلی جلد مولانا محمد اعجاز کی تصنیف ہے اور دوسری جلد ان کے بیٹے مولانا محمد عابد اعظمی کی تصنیف ہے۔پہلی جلد میں مصنف نے اپنے طریقہ ترجمہ و طریقہ تشریح پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔انداز وہی ہے جو عام طور پر شروحات کا ہوتا ہے۔دوسری جلد میں بھی شارح نے انھی خطوط کا اتباع کیا ہے جو ان کے والد نے متعین کر دیے تھے۔انھوں نے جلالین کے بارے میں بھی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

مولانا اعجاز احمد اعظمی ایک جید عالم، صوفی اور اچھے مصنف تھے۔انھوں نے مختلف

toobaa-elibrary.blogspot.com

موضوعات پر 3 درجن سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی کے سلسلہ سے ان کا زیادہ تعلق تھا، حضرت کی تصنیفات کو چھ جلدوں میں مرتب کیا گیا ہے۔

مولانا اعجاز احمد کے والد کا نام قاضی محمد شعیب کوثر اعظمی تھا۔ مولانا کی ولادت آبائی وطن اعظم گڑھ میں 28 ربیع الثانی 1370 مطابق 26 نومبر 1951 میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن بھیرہ (ضلع مئو) میں حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں متوسط درجات کی تعلیم حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ لیکن وہاں سے تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ سند فضیلت مدرسہ حسینیہ چلم (امروہہ) سے حاصل کی۔ اس کے بعد ساری زندگی علم دین کی اشاعت کے لیے وقف کر دی۔ 28 ستمبر 2013 میں ان کی وفات ہوگئی۔

(ان کی خدمات اور سوانحی احوال کے لیے ملاحظہ ہو: محمد عرفات اعجاز اعظمی: سراپا اعجاز: مدرسہ سراج العلوم سراج نگر، چھپرہ، 2016)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حافظ محمد عبدالعزیز

مولانا محمد عبدالعزیز گجرات کے رہنے والے تھے۔ان کے والد مولانا حافظ نیک عالم اپنے وقت کے ایک بڑے عالم تھے۔انھوں نے دیوبند سے تعلیم حاصل کی اور مولوی فاضل کے امتحانات بھی دیے۔ یہ دیوسماج کالج لاہور میں استاد تھے۔لاہور کے دوتاجران کتب شیخ اللہ بخش اور محمد جلال الدین نے ان سے بیضاوی کی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ان کی خواہش پرانھوں نے یہ شرح لکھی تھی۔ان کے بارے میں یہ معلومات اس کتاب کی تقریظ میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ کہیں اوران کا تذکرہ نہیں مل سکا۔

التسہیل فی حل انوارالتنزیل

مولانا عبدالعزیز نے التسہیل فی حل انوارالتنزیل کے نام سے بیضاوی کی یہ شرح لکھی۔اس میں 176 صفحات ہیں اوراس میں قاضی بیضاوی کی جلداول جوسورہ آل عمران تک کی تفسیر ہے اس کوآسان زبان میں حل کیا ہے۔دراصل تفسیر بیضاوی کا جزاول پنجاب یونیورسٹی لاہور کے امتحان مولوی فاضل کے نصاب میں داخل ہے۔فاضل مصنف نے امتحانات دینے والے طلبہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ حاشیہ لکھا تھا۔ یہ حاشیہ لاہور سے 1927 میں شائع ہوا۔

مصنف نے ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے۔اس میں تفسیر بیضاوی کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے،اس کے بعد بیضاوی کی عبارت کوعام شروح کی طرح اردو کا قالب پہنایا ہے اور مشکل مقامات پرمختصروضاحت فرمائی ہے۔

کتاب کے آخر میں مولانا عبدالعزیز کے بھائی مولانا عبدالرشید فاضل دیوبند کی تقریظ اورانہی کے لکھے ہوئے قاضی بیضاوی کے مختصر احوال زندگی شامل ہیں۔مولوی سید محمد طلحہ پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور، علامہ اصغرعلی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور،

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولوی علیم الدین سالک پروفیسر دیوسماج کالج لاہور وغیرہ کئی لوگوں کی تقریظات بھی اس کتاب کے آخر میں شامل ہیں۔جن میں اس حاشیہ اور مولانا عبدالعزیز کے بارے میں کلماتِ خیر لکھے گئے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالرحمٰن امروہوی

مولانا عبدالرحمٰن امروہوی کے والد مولانا عنایت اللہ سندیلوی تھے۔وہ سندیلہ میں پیدا ہوئے پھر بمبئ میں جا بسے۔ یہاں وہ ریاست بھوپال کی طرف سے محافظ حجاج تھے۔ یہ ایسی خدمت تھی کہ ان کا گھر علما اور صلحا کا مسکن بن گیا تھا۔مولانا قاسم نانوتوی،مولانا رشید احمد گنگوہی،مولانا عبدالحئ فرنگی محلی اور نواب صدیق حسن خاں جیسے لوگ ان کے گھر ٹھہر چکے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن امروہوی ۱۲۷۷ میں بمبئ میں پیدا ہوئے۔بچپن میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کی۔پہلی محراب بیت اللہ میں سنائی۔۱۲۹۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۲۹۷ تک اسی ادارے میں تعلیم حاصل کی۔مولانا قاسم نانوتوی کے آخری شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ترمذی شریف مولانا نانوتوی سے پڑھی تھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد میں تدریسی خدمات انجام دیں۔پھر بمبئ چلے گئے وہاں پڑھایا۔ڈابھیل میں بھی پڑھایا۔اس کے بعد جامعہ اسلامیہ امروہہ میں شیخ الحدیث والتفسیر مقرر ہو گئے۔درمیان میں دارالعلوم میں بھی پڑھایا۔لیکن مولانا کی اصل شناخت امروہہ سے ہوئی۔انھوں نے امروہہ میں اتنا وقت گزارا کہ وہ امروہوی مشہور ہو گئے۔ساٹھ سال درس و تدریس سے وابستہ رہنے کے بعد ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۷ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ماہنامہ دارالعلوم میں مولانا کی وفات کی خبر اس طرح شائع ہوئی:

ایک عظیم المرتبت عالم دین کی وفات

علمی حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ بتاریخ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۷ مطابق ۲ مئی ۱۹۴۷ روز یکشنبہ بوقت چھ بجے صبح حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اسلامیہ عربیہ امروہہ ایک طویل مدت علیل رہ کر رحلت کر گئے۔آپ کی عمر ۹۰ سال سے کچھ زائد تھی۔آپ دارالعلوم دیوبند کے ان فضلاء میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے تھے جنہوں نے دارالعلوم کے دوراول میں تعلیم حاصل کی ہے۔آپ کوعلاوہ دیگراکابرین کے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔قطب عالم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر صاحب مکی سے اجازت بیعت حاصل تھی۔

آپ نے تقریباساٹھ سال علوم دینیہ کی خدمت کی۔ ہندوستان میں آپ کے فیض یافتگان کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔فن تفسیر میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔آپ کی وفات کی خبرسن کراہل مرادآباد کثیر تعداد میں آگئے تھے۔نیز حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب مع اساتذہ مدرسہ شاہی مرادآباد جنازے کے لیے بروقت امروہہ پہنچے۔ایک بڑے مجمع نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔جامع مسجد امروہہ کے جنوبی حصہ میں آپ کے استاد حضرت مولانا احمد حسن امروہوی کے پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔اللہ تعالی مرحوم کواپنے جوار رحمت میں جگہ دےاور پس پسماندگان کوصبر جمیل عطافرمائے۔(ماہنامہ دارالعلوم، جون جولائی ۱۹۴۷)

مولانا عبدالحئ حسنی نے نزہۃ الخواطر میں بھی ان کا تذکرہ کیاہےاوران کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیاہے۔(نزہۃ الخواطر جلد۸ص:۲۴۳)

ساٹھ سال کے اس طویل عرصے میں انھوں نے ہزاروں طلبہ کی تربیت کی۔مفتی کفایت اللہ جیسی عبقری شخصیت بھی ان کے تلامذہ میں شامل ہے۔مولانا عبدالرحمٰن کو حدیث وتفسیر کا خاص ذوق تھا۔وہ دارالعلوم میں شیخ التفسیر رہےاورامروہہ میں حدیث اور تفسیر دونوں علوم کا درس دیتے رہے۔تفسیر بیضاوی کا مدتوں درس دیاتفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھااوربھی متعدد کتابوں پرحواشی لکھے ہیں لیکن قرآنیات میں تفسیر بیضاوی کےعلاوہ اورکوئی کتاب معلوم نہیں ہوسکی۔بیضاوی کی یہ شرح راقم الحروف کودستیاب نہیں ہوسکی البتہ بعض مراجع میں لکھا ہے کہ یہ شرح یا حاشیہ عربی زبان میں ہے۔(تاریخ دارالعلوم ص: ۵۰،مشاہیر دارالعلوم ص۲۷۱۔۲۷۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی

مفتی عزیز الرحمٰن بن مولانا فضل الرحمٰن دیوبند کے بڑے اساتذہ میں شامل تھے وہ دارالعلوم کے پہلے مفتی بھی تھے۔ان کا شمار مکتب دیوبند کے اکابر علما میں ہوتا ہے۔تصنیف و تالیف کے اعتبار سے ان کی عمر عزیز کا سب سے بڑا سرمایہ وہ فتاوی ہیں جو انھوں نے دارالعلوم کے دارالافتا سے دیے۔اگر چہ ان کا اکثر حصہ محفوظ نہیں رہا کیوں کہ شروع میں فتاوی کی نقل رکھنے کا طریقہ نہیں تھا۔لیکن جو موجود ہے وہ اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ موضوعاتی ترتیب کے ساتھ مکررات کو حذف کر کے ان کی ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ہنوز پایان کار منتظر منزل ہے۔مفتی ظہیر الدین مفتاحی ایک طویل عرصے تک ان کو مرتب کرتے رہے اور کاروان ابھی راہ میں ہی ہے۔فتوی نویسی کے ساتھ ان کا درس و تدریس کا سلسلہ بھی عمر بھر جاری رہا۔

مفتی عزیز الرحمٰن کی ولادت دیوبند میں ۱۲۷۵ میں ہوئی۔دارالعلوم دیوبند میں قرآن مجید حفظ کیا۔پھر درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۲۹۵ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔دورہ حدیث سے فراغت کے بعد مولانا نے ابتدا میں دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی خدمت شروع کی ۔ساتھ ہی مولانا یعقوب نانوتوی کی نگرانی میں فتوی نویسی کی مشق بھی جاری رہی۔

کچھ عرصہ بعد مدرسہ اسلامیہ اندر کورٹ میں میرٹھ چلے گئے ۔وہاں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔۱۳۰۹ میں ان کو دارالعلوم دیوبند میں نائب مہتمم کی حیثیت سے بلا لیا گیا۔ایک سال بعد ان کو دارالعلوم کا پہلا باضابطہ مفتی اور مدرس مقرر کر دیا گیا۔(تاریخ دارالعلوم جلد۲،ص 45)

مفتی عزیز الرحمٰن نے اس حیثیت سے ایک طویل زمانے تک خدمات انجام دیں۔ بعد میں جب حضرت مولانا قاری محمد طیب کو نائب مہتمم بنانے کا قضیہ شروع ہوا تو مولانا انور

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ کشمیری کے ساتھ مفتی عزیز الرحمٰن بھی دارالعلوم سے مستعفی ہوکر ڈابھیل چلے گئے اور بقیہ عمر وہیں بسر کردی۔

آخر عمر میں دیوبند تشریف لا رہے تھے، راستے میں اچانک طبیعت خراب ہوگئی علاج کرایا لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ اسی مرض میں ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ مطابق ۱۹۲۸ میں ان کی وفات ہوگئی۔ (تاریخ دارالعلوم، ص ۴۷)

قرآنی خدمات

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کا سب سے بڑا تصنیفی کارنامہ تو فتاوی ہیں جن کی تیرہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ جو اسلامی علوم ومعارف، قرآن وحدیث کے اسرار وحکم کا مجموعہ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف حوالوں سے ان کی تین کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ منحۃ الجلیل فی بیان مافی معالم التنزیل

امام بغوی کی مشہور تفسیر معالم التنزیل کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ آگرہ سے شائع ہوا تھا لیکن اب تقریباً نایاب ہے۔

۲۔ ترجمہ تفسیر جلالین

تفسیر جلالین کا اردو ترجمہ ہے۔ اس ترجمے پر حضرت شیخ الہند کے تصدیقی کلمات بھی درج ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۳۱۴ میں ریاض ہند پریس آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ لیکن مرورایام سے وہ اشاعت ناپید ہوگئی۔ بعد میں ان کے خلف الرشید مرحوم مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی نے اس کو دوبارہ شائع کرادیا ہے۔ اس اشاعت کی عملی صورت اس طرح بنی کہ مفتی ہلال عثمانی نے ایک تفسیر روح القرآن کے نام سے لکھی ہے جس کا تذکرہ ان کے احوال کے ضمن میں اسی کتاب میں آیا ہے۔ اس تفسیر میں انھوں نے جلالین کا مکمل متن مع اعراب اور مفتی عزیز الرحمٰن کا مکمل ترجمہ بھی شائع کردیا ہے۔ اس کی ترتیب اس طرح رکھی ہے کہ پہلے قرآن مجید مکمل متن پھر اس کے نیچے دو ترجمے ایک ترجمہ تحت اللفظ جو حافظ نذر احمد کا ہے دوسرا با محاورہ ترجمہ جو غالباً خود مصنف کا ہے لیکن اس کی وضاحت نہیں ہے۔ ان تراجم کے بعد جلالین کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں، اس میں قرآن مجید کی آیات کے ساتھ جلالین کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبارت کو بھی اعراب کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے سامنے اس مکمل عبارت کا اردو ترجمہ کرتے ہیں۔

اس ترجمے کی اشاعت اول میں کیا طریقہ اختیار کیا گیا تھا اس کا تو اندازہ نہیں، موجودہ اشاعت میں ترجمہ مسلسل ہے۔قرآن کی آیات اور تفسیر دونوں ترجموں میں فرق نہیں کیا گیا ہے جس طرح جلالین کے دیگر شارحین نے کیا ہے۔لیکن خوبی یہ ہے کہ ترجمہ کی عبارت مکمل مربوط محسوس ہوتی ہے،قرآنی آیات اور تفسیر دونوں کو ملا کر ایسا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ مفہوم کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔اور عبارت میں بھی کوئی اغلاق پیدا نہیں ہو تا۔اس ترجمے کو وضاحتی ترجمہ یا تشریحی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

ترجمہ کی زبان عالمانہ ہے اور ویسے بھی سو سال میں زبان پر کچھ تو قدامت کا اثر آہی جاتا ہے۔لیکن مجموعی طور پر ترجمہ بہت آسان اور رواں ہے۔ یہ نہ صرف قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے مفید ہے بلکہ جلالین کے طلبہ کے لیے بھی اچھا نمونہ ہے۔ یہ صرف ترجمہ ہے۔اس میں کہیں کہیں اپنی طرف سے قوسین میں کسی وضاحتی جملے کا اضافہ ہے۔لیکن واقعی اتنا خوب صورت ترجمہ ہے اور قرآنی آیات کی تفہیم دل نشین اور جامع انداز میں ہوتی ہے کہ قاری کے لیے درمیان میں انقطاع مشکل ہوتا ہے۔

اس ترجمہ کے ساتھ یہ تفسیر روح القرآن کے نام سے شائع ہوئی تھی،اس میں چھے جلدیں ہیں اور اس کو فیصل پبلشر دیوبند نے شائع کیا ہے۔لیکن جیسا کہ مفتی ہلال عثمانی کے احوال میں وضاحت کر دی گئی ہے،اب تفسیر روح القرآن کی اشاعت موقوف کر دی گئی ہے،اس کی جگہ تفسیر نور القرآن شائع کی گئی ہے اور اس میں یہ بیش بہا خزینہ شامل نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید فخر الحسن مرادآبادی

مولانا سید فخر الحسن مرادآبادی کی ولادت ۱۳۲۳ھ کو اپنے آبائی وطن مرادآباد میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ان کے والد ماجد مدرسہ شاہی،مرادآباد میں ناظم کتب خانہ تھے،اس لیے اسی مدرسے میں داخل ہوئے۔ابتدائی عربی درسیات کے بعد پہلے مظاہرعلوم میں تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔۱۳۴۷ میں وہاں سے سندفراغت حاصل کی۔دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ عالیہ فتحپوری میں استادمقرر ہوگئے۔کچھ دن کے بعد پٹنہ کے مدرسہ شمس الہدی میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے۔لیکن ڈیڑھ سال کے بعد واپس فتح پوری تشریف لے آئے۔

۱۳۶۳ میں دارالعلوم کے ذمہ داروں نے ان کو دارالعلوم دیوبند بلالیا۔یہاں مولانا کے ذمے حدیث وتفسیر کا درس ہوا۔آپ کا مسلم شریف اور بیضاوی شریف کا درس بہت مشہور ہے۔۱۳۸۷ میں مولانا دارالعلوم کے صدر مدرس بنائے گئے۔(تاریخ دارالعلوم ص۲۱۹۔۲۲۰)

مولانا اخیر عمر تک دارالعلوم میں صدر مدرس رہے۔۱۴۰۱ھ مطابق 1981 میں ان کی وفات ہوگئی۔(مولانا محمد اللہ قاسمی: دارالعلوم کی جامع ومختصر ترین تاریخ،شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند،طبع دوم ۲۰۱۶ ص:)

التقریرالحاوی فی حل تفسیر البیضاوی

التقریرالحاوی فی حل تفسیر البیضاوی مولانا سید فخر الحسن کی درسی تقریر ہے۔دراصل مولانا کی عمرلوگوں کو بنانے اور رجال کار تیار کرنے میں بسر ہوئی۔تصنیف وتالیف کی طرف توجہ کم رہی۔اس کتاب کے علاوہ ان کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہوسکا۔التقریرالحاوی مولانا کی معرکۃ آرا تصنیف ہے،یہ مولانا کے وہ دروس ہیں جو ان کے تلامذہ مولانا شکیل احمد اور مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جمیل احمد نے مرتب کیے تھے۔ کتاب پر مصنف کی طرف سے کوئی مقدمہ وغیرہ نہیں ہے، اس لیے کتاب کی تصنیف کے ملحوظات کا اندازہ کتاب سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ درس کا طریقہ ہے پہلے فن اور کتاب سے متعلق مفصل تعارف ہوتا ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب کی شرح ہوتی ہے۔ اس کتاب میں بھی پہلے فن تفسیر، اس کی تعریف، تفسیر و تاویل کا فرق اور قاضی بیضاوی کے مختصر احوال بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن سے متعلق کلامی مسائل کا بھی اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ جیسے مسئلہ خلق قرآن وغیرہ۔ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

کتاب کی شرح میں مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ ہر صفحہ کے اوپر کے حصے میں بیضاوی کی تفسیری عبارت قرآنی آیت کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اس کے نیچے خط کھینچ کر پوری عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ترجمہ میں عام طور پر قرآنی آیت کا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ بیضاوی نے اس آیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے، اسی مفہوم کا ترجمہ کرتے ہیں۔ عبارت کے درمیان میں مثال کے طور پر جو آیات آگئی ہیں ان کا بھی ترجمہ نہیں کرتے۔ بلکہ صرف آیت کو نقل کر دیتے ہیں۔ ایسا یا تو غایت احتیاط کی وجہ سے کرتے ہیں یا اس لیے کرتے ہیں کہ دوران درس اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد دوبارہ خط کھینچ کر 'تفسیر' کا عنوان لگاتے ہیں اور پھر بیضاوی کی عبارت کو حل کرتے ہیں۔

التقریر الحاوی درسی کتاب ہے اور درسی کتاب کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، وہ سب اس کتاب کے اندر ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ الفاظ کی لغوی تحقیق، قواعد عربی کے لحاظ سے عبارت کی ترکیب کے احتمالات اور احتمالات کے مختلف وجوہ کے معانی پر اثرات و فروق، عبارت میں مذکور یا ممکنہ اعتراضات اور ان کے جوابات، الفاظ کی حیثیت، الفاظ کے محل استعمالات اور حل عبارت میں بہت سے علوم و معارف آجاتے ہیں۔

زبان و بیان کے اعتبار سے یہ کتاب بہت معیاری ہے۔ اسلوب بیان بہت پختہ ہے۔ عبارت عالمانہ ہے۔ طرز استدلال منطقی ہے اگر منطق کی اچھی تربیت نہ ہو تو اس کی عبارت کو اچھی طرح سمجھنا بھی مشکل ہوگا۔ اس لیے یہ کتاب عام قاری کے لیے نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔البتہ زبان شروع سے آخر تک غیر معمولی طور پر مربوط ہے۔کہیں پیرا گراف یا رموز اوقاف کا استعمال بھی نہیں ہے۔

اس کتاب کی موجودہ اشاعت میں ۷۶ اصفحات ہیں۔لیکن کتابت بہت گھنی ہے اور صفحہ جہازی ہے اگر اس کو متداول انداز میں شائع کیا جائے تو کم از کم ۵۰۰ صفحات کی کتاب ہوگی۔

کتاب کی اس جلد میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے ابتدائی حصے کی تشریح ہے اور اس پر جلد اول لکھا ہوا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد یعقوب بلوچستانی

مولانا محمد یعقوب بلوچستانی 3 جنوری 1876 کو کوئٹہ (بلوچستان) کے مضافات میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولانا سید قمرالدین بڑے عالم اور صاحب حال بزرگ تھے۔ابتدائی تعلیم ان کی نگرانی میں ہوئی۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور 1908 میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے۔حضرت شیخ الہند آپ کے استاد اور مولانا شبیر احمد عثمانی ان کے ساتھی تھے۔

فراغت کے بعد اپنے وطن کے قریب ایک مدرسہ 'مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم' میں استاد مقرر ہو گئے اور عمر عزیز کے کم و بیش پچاس سال اس ادارے میں تدریس کرتے ہوئے گزار دیے۔اس مدرسہ میں دورہ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے۔بہت سے لوگ اس سے فارغ ہو کر مختلف حیثیتوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

12 اگست 1954 میں مولانا کی وفات ہوگئی۔

قرآنیات:

مولانا محمد یعقوب ایک کامیاب استاد تھے۔انھوں نے ہزاروں طالبان علوم نبوت کو قرآن و حدیث کا درس دیا۔تصنیف کا ذوق کم تھا۔پھر بھی ان کی تین کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ایک مطول، دوسرے قاضی مبارک پر ان کے حواشی۔ان کے علاوہ تفسیر بیضاوی پر بھی انھوں نے حواشی لکھے۔(مشاہیر علماء دیوبند، جلد اول، ص 630)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

چوتھا باب: قرآنیات پر تصنیفات

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد اسجد قاسمی

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی ایک نوجوان عالم دین ہیں۔ ۲۷ جون ۱۹۷۸ کو ان کی پیدائش ہوئی۔ ۱۹۹۶ میں دارالعلوم سے سند فضیلت حاصل کی، اس کے بعد ندوۃ العلما سے بھی فضیلت کی سند حاصل کی۔

دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لکھنؤ یونی ورسٹی سے ایم۔اے اور پھر ۲۰۰۳ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

فراغت کے بعد انھوں نے کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، دارالعلوم الاسلامیہ بستی میں بھی استاد رہے، آج کل جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ مولانا اسجد قاسمی کو تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق ہے، ان کی دو درجن کے قریب کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں اسلامیات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ خاص قرآنیات پر ان کی درج ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ سیرت نبوی قرآن مجید کے آئینے میں

۲۔ لمعات من الاعجاز القرآنی البدیع (عربی)

۳۔ علوم القرآن الکریم (عربی ترجمہ)

سیرت نبوی قرآن مجید کے آئینے میں

سیرت نبوی قرآن مجید کے آئینے میں تقریباً 144 صفحات کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا اصل موضوع سیرت طیبہ ہے۔ لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے سیرت طیبہ کے حوالے سے جتنے بھی عنوان قائم کیے ہیں، وہ سب قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں کیے ہیں۔ عنوان سے متعلق واقعے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اس واقعے سے متعلق آیات کو ذکر کیا ہے۔ مصنف کو اس رسالے کے لکھنے کی تحریک جامعۃ الرشاد، اعظم

toobaa-elibrary.blogspot.com

گڑھ کے ایک سیمینار سے ملی۔ اعظم گڑھ میں مولانا مجیب اللہ ندوی نے اس موضوع پر ایک سیمینار کرایا تھا، اس کے لیے انھوں نے یہ مقالہ لکھا تھا۔ بعد میں اسی مقالے کی توسیع یہ کتاب ہے۔ حالانکہ یہ موضوع اب کافی معروف ہے اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور مفصل کتابیں بھی ہیں پھر بھی اس سلسلے میں اس کتاب کی اپنی اہمیت ہے۔ مولانا اسجد کی یہ کتاب کافی مقبول ہے اور اس کے ملک و بیرون ملک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

لمعات من الاعجاز القرآنی البدیع

یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس میں قرآن مجید کے اعجاز بیانی کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اپنے اسلوب تحریر اور زبان و بیان کے اعتبار سے کس طرح معجز اور کوئی اس جیسا کلام کیوں نہیں پیش کر سکتا۔ اس میں قرآن مجید کے اعجاز بیانی کے مختلف پہلوؤں جیسے اعجاز الکلمات والالفاظ، اعجاز اسلوب القران، اعجاز نظم القرآن وغیرہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ (مرکز الدعوۃ والارشاد دار العلوم الاسلامیہ بستی، ۱۴۲۴ھ)

علوم القرآن الکریم

یہ کتاب ان کی طبع زاد تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ مولانا تقی عثمانی کی اردو کتاب کا عربی ترجمہ ہے۔ یہ بہت معروف کتاب ہے اردو حلقوں میں بالعموم اس کا تذکرہ رہتا ہے اس کا یہ عربی ترجمہ بھی کافی مشہور ہے۔ ایران کے مشہور حنفی مدرسہ دار العلوم زاہدان میں یہ عربی نسخہ داخل درس ہے۔ (مرکز الدعوۃ والارشاد دار العلوم الاسلامیہ بستی، ۱۴۲۴ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد اسماعیل سنبھلی

مولانا محمد اسماعیل سنبھلی کی ولادت مشہور مردم خیز قصبہ سنبھل میں تقریبا ۱۸۹۹ میں ہوئی۔ مولانا کے والد منشی کفایت اللہ کا شمار علاقہ کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کے دادا کا نام سرور حسین تھا جو امروہہ میں منڈھا گاؤں کے رہنے والے تھے اور بعد میں سنبھل میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ مولانا ابھی بچے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بڑے بھائی نے سرپرستی کی، وہ اس زمانے میں بھاولپور میں ملازم تھے، اس لیے مولانا اسماعیل بھی ان کے پاس چلے گئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم بھاول پور میں ہوئی۔ وہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے وطن سنبھل تشریف لائے اور مدرسہ سراج العلوم میں داخلہ لیا۔ حالاں کہ مولانا ابھی کم عمر ہی تھے لیکن ان کو جنگ آزادی کی بڑی لگن تھی۔ ابھی اسی مدرسے میں پڑھ رہے تھے کہ جلیاں والا باغ کا حادثہ پیش آیا۔ پورے ملک میں لوگوں نے اس کا غم منایا۔ سنبھل میں بھی ایک اجتماع ہوا۔ اس میں مولانا اسمعیل نے بھی تقریر کی ان کی جوشیلی اور دھواں دھار تقریر سے لوگ بہت متأثر ہوئے اور مولانا ایک خطیب کے طور پر مشہور ہو گئے۔

مولانا اسمعیل چوں کہ طالب علم تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ پہلے وہ اپنی تعلیم مکمل کریں چناں چہ انھوں نے وقتی طور پر یکسو ہو کر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دار العلوم بڑا ادارہ تھا لوگوں کی نگاہیں رہنمائی کی امید سجائے اس کی طرف اٹھتی تھیں اور مایوس بھی نہیں ہوتی تھیں۔ مولانا اسمعیل کے جذبہ حریت کو یہاں مزید جلا ملی اور وہ انجام سے بے پرواہ یہاں اپنے خطیبانہ جوہر دکھانے لگے۔ عنفوان شباب کا دور ہی ایسا ہوتا ہے ملک کی آزادی کے عشق میں پاسبان عقل کو بھول گئے۔ حکومت مخالف تقریر کے جرم میں ۱۹۲۱ میں گرفتار کر لیے گئے اور مراد آباد جیل میں منتقل کر کے انہیں دو سال کی قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ اس وقت اس جیل میں ملک کے اور بہت سے سیاسی قیدی تھے۔ سبھی کے ساتھ حکومت نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہایت ظالمانہ رویہ اختیار کیا ان کو خاموش کرنے کی حد درجہ کوششیں کی گئیں گویا ہر طرح سے انہیں تختہ مشق بنایا گیا۔ اس کے باوجود انھوں نے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ بالآخر جیل کی مدت پوری ہونے کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا اور گھر واپس آنے کے بعد اپنی پوری توجہ تعلیم مکمل کرنے پر مرکوز کر دی اور مدرسۃ الشرع کٹرہ موسیٰ خان (سنبھل) میں داخلہ لیا۔ یہاں سے درسیات کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ ان کے مشہور اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اساتذہ شامل ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ۱۹۲۴ء میں مدرسہ شاہی مرادآباد میں استاد مقرر ہو گئے۔

۱۹۳۰ء میں ملک میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوئی اور کانگریس نے مکمل آزادی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو پورے ملک میں یوم آزادی کا جشن منایا گیا۔ ۱۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو مہاتما گاندھی نے اپنی تحریک نمک ستیہ گرہ کی پامالی کے خلاف ڈانڈی مارچ تحریک شروع کیا اور سول نافرمانی کی تحریک بھی چلائی گئی۔ اس سے ناراض ہو کر انگریز حکومت نے لوگوں پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھانے شروع کر دیے۔ احتجاج کرنے والوں کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ مارا گیا، گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور جیل بھیجا گیا۔ جمعیت علماء ہند نے وقت کی ضرورت کو محسوس کیا اور سول نافرمانی تحریک میں کانگریس کے تعاون کے لیے عزم مصمم کر لیا۔ انگریزوں نے جمعیۃ کے ذمہ داروں کو بھی جیل کی سزا دی چناں چہ مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا مبارک حسین سنبھلی جیسے اکابر قید کر دیے گئے۔ ان اکابرین کے ساتھ مولانا اسمٰعیل بھی قید کر دیے گئے۔ ابتداء میں ان کو دہلی کے Class B جیل میں رکھا گیا لیکن بعد میں ملتان جیل بھیج دیا گیا اور سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد رہا کیا گیا۔

۱۹۳۴ء میں مرکزی کابینہ کے انتخاب کے اعلان کے بعد راجا سلیم پور کی صدارت میں ایک مسلم اتحاد بورڈ بنایا گیا اور اس کو یونائیٹڈ، سینٹرالک، بہار اور مدراس جیسے صوبوں میں الیکشن کرانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ شاہ جہاں پور اور بجنور میں سر یعقوب اور مسٹر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کریم الرضا خان جو بورڈ کے ممبر تھے، کے درمیان زبردست مقابلہ آرائی ہوئی۔ مراد آباد بورڈ کے انچارج مولانا اسمٰعیل سنبھلی تھے۔ انھوں نے پوری دلجمعی کے ساتھ اس میں حصہ لیا اور بورڈ کے امیدوار الیکشن میں کامیاب ہوئے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ کامیابی بلا شبہ جمعیت علماء ہند اور مولانا اسمٰعیل سنبھلی کی کوششوں کا ہی ثمرہ تھی۔ اسی طرح جب صوبائی الیکشن کا وقت آیا تو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ وجود میں لایا گیا۔ جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا احمد سعید کی طرف سے محمد علی جناح کو بورڈ کے ممبران کے انتخاب کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ مسٹر جناح نے ۲۶ میں سے ۲۲ کا انتخاب کیا جن میں سے ۲۰ جمعیت علماء ہند کے اور ۲ احرار کے ممبران تھے۔ مولانا اسمٰعیل سنبھلی کو یوپی بورڈ کا ممبر بنایا گیا۔ نیز وہ تحصیل بلاری اور مراد آباد کے سنبھل علاقہ سے امیدوار بھی منتخب کیے گئے۔ ان کے خلاف سنبھل کی مشہور ومعروف شخصیت نواب عاشق حسین خان کو ٹکٹ دیا گیا۔ سنبھل بورڈ کے ۲۰ سال تک چیرمین ہونے اور تقریبا اسی مدت تک وہاں کے خصوصی مجسٹریٹ ہونے کی حیثیت سے نواب عاشق حسین خاں لوگوں میں کافی مقبول تھے اور حکومت کو سالانہ دس ہزار روپئے ٹیکس بھی دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ الیکشن میں کامیاب نہیں ہوئے اور مولانا اسمٰعیل سنبھلی فتح سے ہمکنار ہوئے۔ بلا شبہ ان کی فتح ایک تاریخی فتح تھی جس سے قوم کو اور زیادہ تقویت ملی۔ دوسرے مقامات پر بھی مسلم لیگ کے لوگ کامیاب ہوئے۔ (مولانا ڈاکٹر نجیب احمد قاسمی: شیخ الحدیث مولانا محمد اسمعیل سنبھلی، مشمولہ ماہنامہ دارالعلوم شمارہ ۱۰ جلد ۱۰۳، صفر ۱۴۴۱ مطابق اکتوبر ۲۰۱۹ ص ۲۹۔۳۴)

لیکن الیکشن کے بعد مسٹر جناح بعض ان ممبران کو بھی جو کانگریس کے خلاف تھے، اس میں شامل کرنے کی کوشش کرنے لگے اور دوسرے ممبران کی مخالفت کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھنؤ کی ایک میٹنگ میں ان کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ مسٹر ظہیر الدین فاروقی اور دیگر لوگوں نے اعتراض کیا۔ لیکن مسٹر جناح نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ یہ لوگ بورڈ میں شامل کر دیے گئے ہیں اور اب جمعیت علماء ہند یا احرار کو اصول کے خلاف جانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ الفاظ سن کر مولانا اسمٰعیل سنبھلی اپنی نشست سے اٹھ گئے اور پوری خود اعتمادی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ کہا کہ ہم نے الیکشن کے مقصد کے پیش نظر آپ کا ساتھ دیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنے نظریات اور اصولوں سے سمجھوتہ کرلیا ہے۔ اپنا حل تلاش کرنے کا خود ہمیں حق ہے۔(ان کی یہ پوری تقریر مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب میں موجود ہے)۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل سنبھلی اور جمعیت علماء ہند کے حامی ان کے ساتھیوں نے کانگریس کو اختیار کرلیا۔(ایضا)

۱۹۳۹ء مئی میں جب برطانیہ اور جرمنی کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور برطانیہ نے لوگوں کی مرضی کے خلاف اپنے تمام مقبوضات کو اس جنگ میں دھکیل دیا، ہندوستانی فوج بھی اس شامل کردی گئی تو کانگریس نے اس اقدام کی سخت مخالفت کی اور اسمبلی کا بائیکاٹ کرکے پورے ملک میں اس کے خلاف تحریک شروع کردی۔ نتیجے میں پورے ملک میں تمام بڑے لیڈر گرفتار کیے گئے۔ ۱۹۴۲ء میں مولانا اسمٰعیل سنبھلی کو مرادآباد میں گرفتار کرکے ۹ ماہ کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔ پھر اگست ۱۹۴۲ء میں کانگریس نے ہندوستان چھوڑو کا نعرہ بلند کیا جس کی وجہ سے مہاتما گاندھی کو گرفتار کرکے سابرمتی جیل بھیجا گیا اور پورے ملک میں گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہوگیا چنانچہ مولانا اسمٰعیل سنبھلی کو ایک بار پھر گرفتار کرکے غیر معینہ مدت کے لیے مرادآباد جیل بھیج دیا گیا اور ایک سال بعد رہا کیے گئے۔

مولانا محمد اسمٰعیل نے ۱۹۵۲ تک سرگرم سیاسی زندگی گزاری MLA بھی رہے، جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ ۱۹۵۲ کے بعد مولانا حسین احمد مدنی کے حکم پر امروہہ کے مدرسہ چلّہ میں شیخ الحدیث کا عہدہ قبول فرمایا۔ پھر ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تقریباً تین سال تک وہاں حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام (آنند، گجرات) کا رخ کیا اور آٹھ سال تک وہاں بحیثیت شیخ الحدیث قیام پذیر رہے۔(ایضا) اس کے بعد جامعہ رحمانیہ مونگیر میں اور پھر جامعہ اسلامیہ بنارس میں شیخ الحدیث رہے (اخبار التنزیل مکتبہ برہان، اردو بازار دہلی ۱۹۷۳ ص ۷) اس طرح مختلف اداروں میں کم وبیش ۱۲ سال تک آپ شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے ۱۹۷۴ء میں ملازمت کا خیال ترک کرکے وہ سنبھل واپس آگئے اور اپنی نامکمل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابوں کی تکمیل میں مشغول ہو گئے۔مولانا اس درمیان میں بھی مختلف مقامات کا سفر کرتے رہے۔خاص طور پر ممبئی کا رمضان کا سفر جاری رہا۔میرٹھ کے قریبی قصبہ موانہ میں بھی کچھ عرصے قیام فرمایا۔اخیر عمر میں مختلف عوارض کا شکار ہو گئے،مراد آباد میں علاج بھی ہوا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔آخر ۲۳ نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار انتقال ہو گیا۔

قرآنی خدمات

مولانا محمد اسمعیل ساری عمر قرآن وحدیث کا درس دیتے رہے۔اس کے ساتھ ان کا درس قرآن کا عمومی مذاق تھا وہ جہاں رہے درس قرآن کا شغف رہا۔رمضان المبارک میں ممبئی میں پابندی سے درس قرآن دیتے تھے جو ان کی وفات تک جاری رہا۔اخیر عمر میں موانہ ضلع میرٹھ میں بھی درس قرآن دیا کرتے تھے۔(ماہنامہ دار العلوم)

درس قرآن کے علاوہ ان کی ایک مستقل کتاب بھی قرآنیات پر ہے اس کتاب کا نام ہے:

اخبار التنزیل

اخبار التنزیل قرآن وحدیث میں مذکور پیش گوئیوں سے متعلق ہے۔یہ کتاب ان کی زندگی بھر کی محنت ومطالعہ کی کاوش ہے۔دراصل ۱۹۴۳ میں جن دنوں وہ مراد آباد جیل میں تھے، انہی دنوں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی بھی اسی جیل میں تھے اور وہ قصص القرآن کی تالیف فرما رہے تھے۔کسی دن دوران گفتگو میں یہ بات آئی کہ قرآن وحدیث کی پیشین گوئیاں بھی قرآن کے کلام الہی ہونے اور انبیاء کی صداقت کی روشن دلیل ہیں،اس لیے ان پر کام ہونا چاہیے۔اس کے بعد مولانا برابر اس کام میں لگے رہے،۱۹۳۱ میں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے جامعہ عربیہ آنند گجرات سے مستعفی ہو کر مستقل قیام کے ارادے سے سنبھل آ گئے اور یہاں یک سوئی سے اس کتاب کی تالیف میں مشغول ہو گئے۔مولانا نے یہ ساری باتیں بہت تفصیل سے اپنی کتاب کے مقدمے میں ص ۸ سے ۱۱ تک لکھی ہیں۔ (اخبار التنزیل ص ۸ تا ۱۱)

اخبار التنزیل اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔اس میں انھوں نے وہ تمام پیشین گوئیاں جمع کر دی ہیں جو قرآن مجید میں خود قرآن سے متعلق ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلم سے متعلق پہلی کتابوں میں دی گئی تھیں اور خود قرآن مجید میں بھی بعض پیشین گوئیاں ذکر کی گئی ہیں، ان سب کا تذکرہ ہے۔ان کے علاوہ صحابہ کرام، عہد نبوی کے غزوات، غلبہ روم، یہود کے بارے میں اور مشرکین کے بارے میں پیشین گوئیوں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

مصنف کا طریقہ تصنیف یہ ہے کہ پہلے ایک عنوان قائم کرتے ہیں ،اس کے بعد قرآن مجید کی آیت مع حوالہ درج کرتے ہیں۔اور پھر اس کے اثرات یا فوائد بیان کرتے ہیں۔کتاب بڑی مفید اور کارآمد ہے اس کی جیسی افادیت اپنے زمانے میں تھی آج بھی اس کی افادیت کم نہیں ہے۔

شروع میں انھوں نے دیگر مذہبی کتابوں کا بھی مختصر تذکرہ کیا ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشین گوئی آئی ہے۔

اس کتاب کا دوسرا پہلو حدیث مبارکہ میں موجود پیشگوئیاں ہیں ان میں ابواب الفتن اور علامات قیامت وغیرہ کے ضمن میں جن احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ان کو جمع کر دیا ہے۔

مولانا محمد اسمعیل سنبھلی تاریخ ساز شخصیت تھے،ان کی خدمات غیر معمولی ہیں۔جنگ آزادی میں،میدان سیاست میں اور پھر تدریس کے حوالے سے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔وہ صف اول کے قائد تھے لیکن ان کا وہ ذکر ہمارے درمیان میں نہیں ہے جو ان کے معاصرین کی نظر میں تھا۔مثال کے طور پر میں صرف مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی تقریظ کے چند الفاظ نقل کروں گا جو انھوں نے مولانا کی اس کتاب پر لکھے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''محبّ قدیم مولانا محمد اسماعیل سنبھلی جن کو قدرت نے مختلف کمالات سے نوازا ہے جماعت دیوبند کے راسخ العقیدہ رکن ہیں اور تقریباً نصف صدی سے قومی وملی خدمات اور تبلیغ دین متین میں لگے ہوئے ہیں۔ مدتوں میدان سیاست کے شہسوار رہے اور اپنی نغمہ سنجیوں اور زور خطابت سے قوم کو بیدار کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔اعلاء حق کی خاطر قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور اب تھک تھکا کر درس وتدریس اور خدمت حدیث کے صف میں کھڑے ہیں۔ بلکہ ان صفوں کے ایک حصے کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقتدیوں کی امامت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ جامعہ عربیہ آنند (گجرات) اور جامعہ رحمانیہ مونگیر کے بعد ان دنوں جامعہ اسلامیہ (بنارس) کے شیخ الحدیث ہیں اور پیرانہ سالی کے باوجود ذوق وشوق سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

موصوف کی قابلیت اور کمال کا اصل میدان اگرچہ تقریر وخطابت ہے اور ہمارے طبقے کے ممتاز خطیب سمجھے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہمت کر کے آپ نے تصنیف وتالیف کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے اور 'مقامات تصوف' کے بعد یہ آپ کی دوسری قابل قدر تالیف ہے اور مجھے یہ ظاہر کرنے میں مسرت ہو رہی ہے کہ فاضل مؤلف کا یہ قدم ایک مفید علمی اور دینی خدمت کی جانب احتیاط وبصیرت کے ساتھ اٹھا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کا یہ باب زیر نظر تالیف سے پوری طرح روشن ہو گیا ہے۔ اس مجموعہ میں قرآن پاک اور فرمودات نبوی کی پیش گوئیوں کو سادہ اور پر اثر انداز میں یک جا کر دیا گیا ہے۔''
(ایضاص:۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا افضال الحق جوہر قاسمی

مولانا افضال الحق جوہر قاسمی، موضع رکھولی، ضلع مئو کے رہنے والے تھے۔ان کی ولادت 1923 میں ہوئی۔ان کے والد کا نام امین الحق تھا۔مولانا افضال الحق کی ابتدائی تعلیم ان کے دادا شاہ عبدالرحیم فضلی کی زیرنگرانی ہوئی۔اس کے بعد دارالعلوم مئو میں تعلیم حاصل کی۔پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور 1941 میں دورہ حدیث کی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

اس دور میں دورہ حدیث کے بعد باذوق اصحاب دورۂ تفسیر کے لیے لاہور جایا کرتے تھے۔چنانچہ مولانا بھی لاہور گئے اوراحمد علی لاہوری سے دورہ تفسیر مکمل کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعدانھوں نے تدریس کا آغاز کیا۔مولانا مدت العمر مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔بہرائچ، گونڈہ، دارالعلوم مئو، امداد العلوم میرٹھ، مدرسہ حسینیہ چلہ، دارالعلوم رحمانیہ، ریاض العلوم گورینی اور دارالعلوم گورکھپور میں انھوں نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

دارالعلوم دیوبند میں جب 1982 میں کیمپ قائم ہوا تھا، اس وقت کچھ دن کے لیے آپ دارالعلوم میں ناظم تعلیمات بھی رہے۔

مولانا افضال الحق عملی طور پر جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ تھے۔بعد میں کچھ اختلافات کی بناپر آپ جمعیۃ سے الگ ہوگئے اورمرکزی جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ ہوگئے۔

مولانا افضال الحق بہت وسیع المطالعہ شخصیت کے مالک تھے۔حالات حاضرہ پران کی گہری نظرتھی۔صحافت سے بھی زندگی بھر وابستہ رہے۔کئی رسالوں کے ایڈیٹر رہے۔8 کتابیں طبع زادلکھیں اوردوکتابیں مرتب کیں۔

۳۰نومبر۲۰۱۲میں مولانا کی وفات ہوگئی۔مولانا نے ماشاءاللہ تقریبا۹۰سال کی عمر پائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنیات:

قرآنیات پر ان کی مستقل کتاب تو نہیں ہے لیکن وہ گورکھپور سے 'دانشور' کے نام سے ایک رسالہ نکالتے تھے۔ یہ رسالہ 1993 سے 2003 تک شائع ہوتا رہا۔ اس میں وہ ایک مستقل کالم درس قرآن کے نام سے لکھتے تھے۔ اس طرح کم وبیش دس سال تک انھوں نے قرآنی علوم ومعارف کو اس کالم کی شکل میں بیان کیا۔

مولانا کے یہ دروس قرآن روایتی انداز کے دروس نہیں تھے بلکہ قرآن کے پیغام کی عصری منظرنامے میں تشریح اور قرآن مجید کی تعلیمات کے انطباق کی کوشش تھی۔ اس کے لیے وہ عام طور پر عمومی عنوان قائم کرتے اور اس کے بعد اس عنوان سے متعلق آیت یا بعض اوقات کئی آیات کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ ان مضامین کا اصلی عنوان کبھی درس قرآن ہوتا تھا اور کبھی مطالعہ قرآن ہوتا تھا۔ کبھی کبھی ایک موضوع پر مسلسل کئی درس ہوتے تو عنوان درس قرآن مسلسل کردیتے۔ اس طرح مولانا نے دس سال قرآن کے دروس لکھے۔

مولانا افضال الحق جوہر قاسمی اصلاً قلم کے انسان تھے۔ ان کے اندر انتظامی قابلیت بھی بہت زیادہ تھی، لیکن تقریر کا ملکہ زیادہ نہیں تھا۔ مطالعہ وسیع تھا اس لیے جو کچھ لکھتے تھے وہ علی وجہ البصیرت لکھتے تھے۔ اس لیے مولانا کے ان دروس کی اہمیت ہے۔

(مجلّہ سراج الاسلام (خصوصی اشاعت بیاد مولانا افضال الحق جوہر) مدرسہ سراج العلوم، سراج نگر، چھپرہ، ضلع مئو، مدیر: محمد عرفات اعجاز اعظمی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سید محمد امین الحق

مولانا سید محمد امین الحق قصبہ طور ضلع مردان میں 1907 میں پیدا ہوئے۔ چچا بھی عالم دین تھے۔ان کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا۔اس کے بعد اسی علاقے میں ہی درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا۔علاقے کے دو عالم مولانا محمد اسمٰعیل اور مولانا عبدالجلیل سے تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد 1336ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔چار سال دارالعلوم کی علمی فضاؤں میں گزارے۔مولانا انور شاہ کشمیری سے خصوصی طور پر استفادہ کیا۔زیادہ وقت ان کی صحبت میں ہی رہتے تھے۔1340ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔اس کے بعد چار سال تک سعد آباد ضلع متھرا میں استاد رہے اور علاقے میں تبلیغی مساعی انجام دیتے رہے۔اس کے بعد قلعہ شیخوپور میں بطور خطیب ان کا تقرر ہو گیا۔1947 میں جب پاکستان بنا تو آپ اپنے گاؤں واپس تشریف لائے لیکن شیخوپور کے لوگوں کو ان سے بڑا لگاؤ ہو گیا تھا۔حالات جب ذرا درست ہوئے تو 1951 میں ان کو دوبارہ قلعہ شیخوپور میں خطیب مقرر کرا دیا گیا۔مولانا امین الحق نے اسی علاقے میں لوگوں کی اصلاح اور دعوت و تبلیغ میں عمر بسر کر دی۔اس کے ساتھ وہ دعوتی اور مناظراتی کتابیں بھی لکھتے رہے۔خاص طور پر مسلم فرقوں کے رد میں انھوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ان کی تصنیفات تقریباً دس ہیں۔

قرآنیات: قرآن پر ان کی صرف ایک کتاب ہے وہ بھی دراصل عیسائیت کے رد میں ہے۔ایک عیسائی مبلغ ایس ایم پال نے ایک کتاب لکھی تھی 'ہمارا قرآن'۔انھوں نے اس کا جواب لکھا: بائبل اور قرآن۔(محمد امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ صوبہ سرحد، عظیم پبلشنگ ہاؤس، پشاور، طبع اول 1972 جلد دوم، ص 263-262)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد ایوب الہاشمی

مولانا محمد ایوب الہاشمی کے والد کا نام مولانا عبدالغنی تھا۔ دھمتوڑ کے مقام پر یکم فروری 1922 میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب اور چچا مولانا عبداللہ سے حاصل کی۔ ساتھ ہی دھمتوڑ کے سرکاری اسکول میں بھی پڑھتے رہے اور وہاں سے پانچ جماعت پاس کر لی۔ اس کے بعد والد نے ان کو اسکول سے اٹھا کر ماموں زاد مولانا خلیل الرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ وہ ان کو اپنے ساتھ دارالعلوم رحمانیہ (ہری پور) لے گئے۔ وہاں پانچ سال رہ کر درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دو سال دیوبند میں رہ کر 1944 میں سند فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم میں ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی اور مولانا ابراہیم بلیاوی جیسے اساتذہ تھے۔ ان کی خدمت میں رہ کر مس خام کندن بن جاتا ہے۔ مولانا ایوب الہاشمی کی شخصیت بھی ان حضرات کی نگرانی میں نکھر گئی اور اس کے بعد تفسیر قرآن میں مزید درک حاصل کرنے کے لیے مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں رہے۔ ساتھ ہی کچھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رہا۔

تین ماہ کے بعد مولانا احمد علی لاہوری نے ان کو پٹیالہ کی مسجد توکلی میں امام و خطیب بنا کر بھیجا۔ ابھی یہاں تازہ دم نہیں ہو پائے تھے کہ ملک میں تقسیم کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ اس لیے وطن واپس چلے گئے۔

یہاں ایبٹ آباد کے سرکاری اسکول میں آپ عربی کے مدرس مقرر ہو گئے۔ دو سال کے بعد 1950 میں آپ کے وطن میں سراج العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس کی بھی سرپرستی فرماتے رہے۔ وہ مدرسہ بھی ترقی کرتا رہا۔ البتہ اس میں درجہ حفظ و تجوید کی تعلیم پر زیادہ توجہ رہی، اس لیے درس نظامی کا نصاب وہاں شروع تو ہوا لیکن چل نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سکا۔1979 میں مولانا سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گئے اور پوری توجہ مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں لگادی اور پھر باضابطہ اس مدرسہ میں درس و تدریس کا مشغلہ شروع کیا۔ بخاری اور ترمذی کا درس آپ دیتے تھے، وہ اتنا مقبول تھا کہ بعض طلبہ فارغ ہونے کے بعد آپ سے دوبارہ درس لیتے تھے۔

مولانا ایوب الہاشمی سرکاری ملازمت اور مدرسہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ دیگر سماجی کاموں سے بھی پوری طرح وابستہ رہے۔ اپنے عہد کی تمام تحریکات میں سرگرم رہے۔ مقامی سیاست میں بھی آپ کا عمل دخل رہا۔

سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق بھی رہا۔ مختلف رسائل و جرائد میں آپ کے مقالات و مضامین شائع ہوتے رہے۔ آپ نے تقریباً 11 کتابیں تصنیف کیں جو مختلف دینی اور تاریخی موضوعات پر ہیں۔

قرآنیات:

قرآن کے حوالے سے مولانا کا ایک بڑا کارنامہ تو یہ ہے کہ وہ زندگی بھر درس قرآن دیتے رہے، بلکہ ان کی تفسیر اور درس قرآن کی مقبولیت بڑھتی گئی تو تفسیر کے حلقے بھی بڑھتے گئے۔ وہ مائک پر تفسیر بیان کرتے تھے، اس لیے ان کی تفسیر سے مردوں کے ساتھ خواتین بھی خوب مستفید ہوتی تھیں۔ اور ان کی تفسیر کے کئی حلقے قائم ہو گئے تھے۔

تصنیفی اعتبار سے قرآنیات پر آپ کی ایک مستقل کتاب 'احکام القرآن' ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ دارالعلوم عربیہ سراج العلوم مدنی مسجد دھمتوڑ (ایبٹ آباد) سے شائع ہوئی۔ سنہ اشاعت 2000 اور تعداد صفحات 186 ہے۔ اس کتاب پر مولانا سلیم اللہ خاں کی تقریظ بھی شامل ہے۔

(پروفیسر بشیر حسین حامد: تذکرہ علماء ایبٹ آباد، دارالکتاب، اردو بازار، لاہور، 2018، ص 553-558)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جنگ آزادی کے بڑے رہنما تھے۔ آزادی کے بعد ملک کی تعمیر وتشکیل میں بھی ان کا بڑا اہم کردار ہے۔ وہ آزاد ہندستان کی پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے اور جمعیۃ علما ہند سے وابستہ رہ کر انھوں نے آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی ملک وملت کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اپنے آبائی وطن سیوہارا میں 1901 میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شمس الدین پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے اور بھوپال اور بیکانیر کی ریاستوں میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ مولانا حفظ الرحمٰن کی تعلیم وتربیت اپنے آبائی وطن میں شروع ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ مرادآباد کے مدرسہ شاہی میں داخل ہوئے، وہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔

دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد مدراس کے پریامیٹ میں ایک سال تدریس کی خدمت سے وابستہ رہے۔ تدریس کے ساتھ ہی تصنیفی سرگرمیاں بھی شروع ہوگئیں۔ اس زمانے میں آپ کو حجاز مقدس جانے کا موقع ملا۔ حجاز سے واپس آنے کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند میں استاذ مقرر ہوگئے، 1927ء میں جب مولانا انورشاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند سے الگ ہوکر ڈابھیل چلے گئے تو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی بھی ان کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے۔ وہاں تقریباً پانچ سال رہے۔

1933 میں انجمن تبلیغ اسلام کلکتہ کی دعوت پر کلکتہ چلے گئے۔ پانچ سال وہاں قیام کیا۔ 1938 میں ندوۃ المصنفین قائم ہوا تو اس سے وابستہ ہوگئے۔ اس ادارے میں تقریباً پانچ سال یک سوئی سے تصنیف وتالیف اور مطالعہ میں مصروف رہے۔ آپ نے اپنی اکثر معروف کتابیں اسی دوران لکھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

1942 میں آپ کو جمعیۃ علما ہند کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔اب تک مولانا حفظ الرحمٰن ایک عالم اور محقق تھے،اس موقع پر گویا مجاہد ملت کا جنم ہوا، پھر بقیہ زندگی قومی خدمت میں بسر کی۔ جنگ آزادی کے صف اول کے رہنما رہے۔ متعدد مرتبہ جیلوں کی صعوبت برداشت کی۔

1947 میں آزادی کی شب گزیدہ سحر داغ داغ اجالا لے کر طلوع ہوئی، پورے ملک میں جیسے جنون سا چھا گیا تھا، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوگیا، سیکڑوں سال سے بسے ہوئے لوگ اجڑ گئے، ان کے گھر بار ختم ہوگئے، زیادہ تر حفاظتی کیمپوں میں رہ پڑے۔ پنجاب اور دہلی اس خونی ہنگامے کے مرکز تھے، دہلی میں لوگوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بڑی بے سروسامانی میں بھاگنے لگے۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے اس موقع پر غیر معمولی ہمت، حوصلہ اور بے مثال انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے سروسامان لوگوں کی مدد کی، خوف ودہشت کے شکار لوگوں کو حوصلہ دلایا، اجڑے ہوئے لوگوں کی باز آبادکاری میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک میں امن وسلامتی کے قیام کے لیے غیر معمولی جدوجہد کی۔ بلاشبہ وہ داستان عزیمت ہے اس کا ذکر تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا ادراک بہت مشکل ہے۔ مولانا اس میں اکیلے نہیں تھے، ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے، اس کے باوجود یہ مولانا اور ان کے رفقا کا ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کا صحیح بدلہ صرف اللہ رب العالمین کے دربار سے ہی مل سکتا ہے۔

آزادی کے بعد مولانا انہی کاموں میں مصروف تھے کہ ان کو کینسر کا مرض لاحق ہوگیا اور اس مرض میں 2/اگست 1962 میں مولانا کی وفات ہوگئی۔

مولانا نے سیاسی زندگی شروع کرنے سے پہلے زیادہ علمی وتدریسی کام کیے، ان کے علمی کاموں میں ان کی حسب ذیل کتابوں کو دائمی شہرت حاصل ہوئی:

ا۔ قصص القرآن

ا۔ اسلام کا اقتصادی نظام

۳۔ اخلاق اور فلسفہ اخلاق

قصص القرآن

قصص القرآن مولانا کا نہایت اہم کارنامہ ہے اردو میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، قرآن مجید میں بہت سے انبیا سابقین اور سابقہ امتوں کے قصے بیان کیے گئے ہیں اور قرآن مجید میں ان کو احسن القصص کہا گیا ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں ان قصوں کی تفصیلات موجود ہیں، لیکن یک جا ایک کتاب میں یہ قصے مذکور نہیں تھے۔ مولانا نے ان تمام قصوں کو چار جلدوں میں یک جا کر دیا ہے۔

واقعات کے بیان اور ترتیب و تنقیح میں بنیادی اہمیت قرآن مجید کے بیانیے کی ہے، اگر اس کی کسی قدر تفصیل احادیث میں ملتی ہے تو مولانا اس کو بھی بیان فرماتے ہیں اور چوں کہ قرآن مجید میں مذکور بیشتر انبیا کا تذکرہ اسرائیلی روایات اور اہل کتاب کی مقدس کتابوں میں موجود ہے، اس لیے مولانا نے خاص طور پر بائبل سے بھرپور استفادہ کیا ہے، البتہ اسرائیلی روایات پر جو جدید تحقیقات ہوئی ہیں، خاص طور پر انگریزی میں ان شخصیات اور مقامات سے متعلق جو معلومات مہیا کی گئی ہیں، ان سے استفادہ شاید نہیں کر پائے بعض لوگ ان جدید تحقیقات کو مبالغہ آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت کا انکار نہیں لیکن وہ اپنی کمیت کے اعتبار سے بہت زیادہ بھی نہیں ہے، ان میں بالعموم پرانے واقعات کے لیے ایک نئی قرائنی یا آثاری شہادت کا اضافہ ہے، نفس واقعات میں کوئی زیادہ اضافہ نہیں ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن نے اس کتاب کے مقدمہ میں اپنے اسلوب تصنیف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اپنی سادہ طرز نگارش کے باوجود اس مجموعہ میں چند خصوصیات کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔

1 کتاب میں تمام واقعات کی اساس و بنیاد قرآن عزیز کو بنایا گیا ہے اور احادیث صحیحہ اور واقعات تاریخی سے ان کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔

2 تاریخ اور کتب عہد قدیم کے درمیان اور قرآن عزیز کے یقین محکم کے درمیان اگر کہیں تعارض آپڑا ہے تو اس کو روشن دلائل و براہین کے ذریعہ یا تطبیق دی گئی ہے اور یا پھر صداقت قرآنی کو وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے۔

3 اسرائیلی خرافات اور معاندین کے اعتراضات کو حقائق کی روشنی میں ظاہر کیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

4 خاص خاص مقامات پر تفسیری، حدیثی اور تاریخی اشکالات پر بحث و تمحیص کے بعد سلف صالحین کے مسلک کے مطابق ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔

5 ہر پیغمبر کے حالات قرآن عزیز کی کن کن سورتوں میں بیان ہوئے، ان کو نقشہ کی شکل میں ایک جگہ دکھایا گیا ہے۔

6 ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ نتائج وعبر و بصائر کے عنوان سے اصل مقصد اور حقیقی غرض وغایت یعنی عبرت و بصیرت کے پہلو کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ (ص 9)

قصص القرآن اپنے موضوع کی افادیت اور انفرادیت کی بنا پر بہت مقبول ہوئی، پہلے یہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہوئی تھی اس میں تقریباً سترہ سو صفحات ہیں بعد میں دوسرے اداروں نے بھی اس کو شائع کرنا شروع کر دیا، خاص طور پر پاکستان میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی

مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، 1910 میں میرٹھ میں پیدا ہوئے، ان کے بزرگ میرٹھ میں قاضی تھے، اس لیے یہ بھی اپنے نام کے ساتھ قاضی لکھتے تھے، ابتدائی تعلیم دارالعلوم میرٹھ اور مدرسہ امداد الاسلام میں حاصل کی، درسیات کی تکمیل دیوبند سے کی، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا حسین احمد مدنی سے حدیث کی تعلیم پائی، اس کے ساتھ انھوں نے الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل ادب عربی کا امتحان پاس کیا اور ہائی اسکول تک انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔

قاضی صاحب کو عربی زبان کا اچھا ذوق تھا، شروع سے ہی ترجمہ کرنے لگے تھے اور ان کے تراجم اور ان کی طبع زاد تحریریں ملک کے مؤقر جرائد و رسائل میں شائع ہونے لگی تھیں۔ ان کی تحریروں کو دیکھ کر مولانا تاجور نجیب آبادی نے ان کو لاہور بلا کر اپنے رسالے ''ادبی دنیا'' میں جوائنٹ ایڈیٹر مقرر کرلیا۔ جب دہلی میں ندوۃ المصنفین قائم ہوا تو وہ 1938 میں دہلی آکر اس ادارے سے منسلک ہوگئے۔ ندوۃ المصنفین میں انھوں نے کئی اہم علمی کارنامے انجام دیے۔

قاضی صاحب نے میرٹھ سے الحرم کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا تھا۔ 1957 میں وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تاریخ اور اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔

قاضی زین العابدین کی مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ تاریخ ملت ۲۔ موج نیل (عربی افسانے اور افسانوی مضامین)

قرآنیات کے حوالے سے ان کی دو کتابیں اہم ہیں۔ ایک قصص الانبیا یعنی مختصر قصص القرآن اور دوسری قاموس القرآن۔

قاموس القرآن اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اردو زبان میں اس طرح کی کتابوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی روایت نہیں تھی۔اس میں انھوں نے قرآنی الفاظ کی لغوی تحقیق کر کے مختلف محل استعمال میں ان کے معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور تمام مشکل الفاظ پر تفصیلی نوٹ لکھے ہیں۔

قاموس القرآن میں انھوں نے تمام الفاظ قرآنی کی لغت تیار کی ہے چوں کہ عربی میں اس طرح کی مستقل لغات موجود ہیں اور عربی کی تفسیروں میں بھی بالعموم لغوی بحثیں کی گئی ہیں، اس لیے مصنف کا کام تو آسان تھا لیکن اردو میں اولیت کا مستحق بھی اور مصنف نے پوری احتیاط کے ساتھ قدیم مفسرین کے اقوال کو ہی جمع کیا ہے۔فاضل مؤلف نے اس کتاب میں قرآن مجید کے تمام الفاظ کے معنی، قرآن میں محل استعمال کے لحاظ سے اس کے معنی، اس لفظ کے سلسلے میں سلف صالحین کی آرا، الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیق اور تشریح طلب الفاظ کی مفصل تشریح کی ہے۔قرآن کی تفہیم کے لیے یہ کتاب بڑی بنیادی اہمیت کی حامل ہے خاص طور پر عربی زبان جاننے والے اس کتاب سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اگر چہ اس وقت لغت قرآن کی بہت سی کتابیں شائع ہوگئی ہیں تاہم اس کے مضامین اب بھی اہمیت کے حامل ہیں اور تقدم زمانی تو ایسی فضیلت ہے کہ الفضل للمتقدم بعد والے سب ان سے مستفید ہوتے نظر آتے ہیں۔

مصنف نے خود اپنی اس کتاب کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

۱۔ تمام الفاظ قرآن کا استیعاب کیا گیا ہے اور انھیں اپنی اصلی صورت میں لغت قرار دے کر بترتیب حروف تہجی درج کیا گیا ہے۔

۲۔ پہلے سادہ اور سہل اردو میں لفظ کے وہ معنی لکھ دیے گئے ہیں جو قرآن میں مراد لیے گئے ہیں پھر لفظ کی صرفی ونحوی تشریح درج کی گئی ہے۔اس ضمن میں ہر مشتق کا مصدر لکھ دیا گیا ہے صیغہ کی بھی تفصیل درج کر دی گئی ہے اور صلہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔اسم ہونے کی صورت میں اس کی جمع اور واحد بھی بتایا گیا ہے۔

۳۔ اس کے بعد جملہ اہم الفاظ پر ان کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سادہ وشیریں زبان میں جامع و مدلل تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔یہ نوٹ پانچ سو سے زائد ہیں اگر چہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطالب کو پیش کر دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جائے اور حشو و زوائد و مرادفات و مکررات سے کتاب کے حجم کو زیادہ نہ کیا جائے تاہم بعض مقامات پر یہ نوٹ کئی کئی صفحات تک چلے گئے ہیں۔

۴۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اپنی کوشش کے مطابق سلف صالحین کے مسلک قویم کو مدنظر رکھتے ہوئے مستند مفسرین کرام کے افادات کی روشنی میں پوری احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے ان بزرگوں کی اصل عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے اور مآخذ کے حوالے بقید صفحہ و جلد دیدیے گئے ہیں۔

۵۔ آغاز کار میں ایک بہت مختصر لغاتِ قرآن کی ترتیب پیش نظر تھی جس میں نوٹوں کی تعداد اور مقدار تھوڑی رکھی گئی تھی مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی اور مباحث و مطالب کے گلہائے رنگارنگ کو سمیٹنے کے لیے دامانِ طلب کو کسی قدر دراز کر دیا گیا ہے۔ (قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۱۱ص ۲۱)

مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں حسب ذیل مراجع سے زیادہ استفادہ کیا ہے:

الفاظ قرآن کی لغوی تحقیق کے سلسلے میں متداول کتب لغت القاموس المحیط للفیروز آبادی، صحاح العربیہ للجوہری، النہایہ لابن اثیر، امام الزمخشری کی الکشاف، ابن کثیر کی تفسیر، قاضی بیضاوی کی تفسیر انوارالتنزیل، علامہ نسفی کی تفسیر مدارک التنزیل، شیخ عبدالحق کا حاشیہ الاکلیل، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر التفسیر المظہری، شیخ اسماعیل حقی کی روح البیان، امام فخرالدین رازی کی تفسیر الکبیر، ابن قیم کی تفسیر اور رشید رضا مصری کی المنار، ان کے علاوہ اکابر کی کتابوں میں ذیل کے اکابر کی تحقیقات سے زیادہ استفادہ کیا ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمودالحسن دیوبندی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی۔ (ایضاص ۱۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سعود عالم قاسمی

مولانا ڈاکٹر سعود عالم قاسمی دارالعلوم دیوبند کے معروف فضلا میں سے ہیں۔ ان کی ولادت پر ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد علی گڑھ کے ادارہ تحقیق وتصنیف میں مشق تحقیق کی۔ اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ایم ٹی ایچ کیا اور پھر اسی شعبہ سے پی ایچ ڈی کی۔ اس کے بعد مسلم یونی ورسٹی کے اسی شعبے میں استاد مقرر ہو گئے۔

اپنے طویل تدریسی اور تعلیمی سفر میں انھوں نے بہت سے تحقیقی کام کیے اور قوم و ملت کی رہنمائی خاص طور پر مذہبی امور اور ملت کے اپنے اندرونی مسائل پر قوم وملت کے لیے ہمیشہ کچھ نہ کچھ رہنما خطوط کی وضع وتشکیل میں بھی مصروف رہے اور تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ ان کی تین درجن کے قریب کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں بعض کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، اسی طرح ان کے مقالات کی تعداد بھی تین سو کے قریب ہے۔ اسلامیات پر بہت وسیع مطالعہ ہے۔ مختلف پہلوؤں پر انھوں نے مقالات لکھے ہیں اور یونیورسٹی کی بہت سی اہم ذمہ داریوں پر بھی فائز رہے ہیں، ایک طویل عرصے تک یونی ورسٹی کے ناظم دینیات رہے اور دنیا کے مختلف ممالک کا سفر بھی کیا۔

مولانا سعود عالم قاسمی نے اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر لکھا ہے۔ قرآنیات پر ان کی کئی کتابیں ہیں۔ ان کے مطالعہ قرآنیات کی خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا جس طرح اہل اردو کے لیے تعارف کرایا وہ بڑا منفرد کارنامہ ہے۔ شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر پر ان کی کئی کتابیں ہیں۔

ذیل میں ان کی قرآنیات سے متعلق کتابوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ

یہ پروفیسر سعود عالم قاسمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ اس میں انھوں نے چھ ابواب

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں شاہ حضرت شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات کا تعارف کرایا ہے۔ایک باب میں شاہ ولی اللہ سے پہلے کے فارسی زبان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا اجمالی جائزہ لیا ہے۔اردوزبان میں یہ حصہ بہت اہم اضافہ ہے۔دوسرے باب میں حضرت شاہ ولی اللہ کے احوال زندگی، تیسرے باب میں حضرت شاہ صاحب کی علمی خدمات، چوتھے باب میں قرآنی علوم پر حضرت شاہ صاحب کی تصانیف، پانچویں باب میں حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن یعنی فتح الرحمٰن کا تنقیدی مطالعہ اور چھٹے باب میں حضرت شاہ صاحب کے تفسیری حواشی کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔

کتاب بڑی محققانہ ہے۔اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات کا مکمل تعارف ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ اپنے عہد کے عظیم دانش ور اور مجدد تھے۔قرآن مجید کے حوالے سے تو ان کی شخصیت بڑی منفرد ہے۔اس لیے کہ انھوں نے ہی سب سے پہلے اصول تفسیر مرتب کیے، انھوں نے ہی سب سے پہلے ترجمہ قرآن کے اصول مرتب کیے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ عام لوگوں میں قرآن مجید کا فہم پیدا کیا جائے۔اس لیے انھوں نے آسان ترین زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تاکہ معمولی تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کو پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔اس لحاظ سے شاہ ولی اللہ دور جدید کی قرآنی فکر کے بانی ہیں۔پروفیسر سعود عالم قاسمی کی کتاب اس منظرنامے کا بہترین تعارف ہے۔اس کتاب میں عام قاری کے لیے بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوتے اور علماء اور فضلاء کے لیے بھی یہ کتاب غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

منہاج ترجمہ وتفسیر

پروفیسر مولانا سعود عالم قاسمی نے اپنی اس کتاب منہاج ترجمہ وتفسیر میں شاہ ولی اللہ، ابن تیمیہ، سرسید، امام فراہی، ابوالکلام آزاد اور دیگر مفسرین کے ترجمہ وتفسیر کے مناہج کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔اس کتاب میں حسب ذیل پانچ ابواب ہیں:

ترجمہ قرآن کے اسالیب اور شاہ ولی اللہ

ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے تفسیری مناہج کا مطالعہ

شاہ ولی اللہ اور سرسید کے تفسیری مناہج کا مطالعہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنی معجزات شاہ ولی اللہ اور مولانا فراہی کی توجیہات
شاہ ولی اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیروں کا تقابلی مطالعہ

ان ابواب میں انھوں نے مختلف اہم مفسرین کے منہاج ترجمہ وتفسیر کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔خاص طور پر مختلف مفسرین کے طریقہ تفسیر کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کی کلیدی اہمیت ہے۔

قرآن کی دعوت

قرآن کی دعوت فکر مولانا سعود عالم قاسمی کے مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔یہ مقالات انھوں نے مختلف مقامات پر پڑھے اور ان میں خاص طور پر اس بات کو موضوع بنایا گیا ہے کہ قرآن میں عقل کے استعمال پر کتنا زور دیا ہے اور فکرو تدبر اور غور وفکر کی کتنی تلقین کی گئی ہے۔قرآن مجید واحد مذہبی کتاب ہے جس میں انسانی عقل کو ہدایت کے لیے معیار بنایا ہے اور اہل جہنم کے جہنم میں جانے کی اصل وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ عقل استعمال نہیں کرتے تھے،اس لیے جہنم میں گئے(لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ) ۔پروفیسر سعود عالم قاسمی نے قرآن کے اسی پہلو کو مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کیا ہے۔یہ کتاب ان کے لیے تازیانہ عبرت ہے جنھوں نے قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کو بغیر سمجھے ہوئے پڑھنے کی کتاب بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔یہ کتاب اسلامک بک فاؤنڈیشن سے ۱۹۹۲ میں شائع ہوئی۔

علامہ شبلی نعمانی کی قرآن فہمی

علامہ شبلی نعمانی کی قرآن فہمی ڈاکٹر سعود عالم قاسمی کی اہم تصنیف ہے۔یہ کتاب فاران اکیڈمی، اقرا کالونی، علی گڑھ سے ۲۰۰۵ میں شائع ہوئی۔اس میں شبلی نعمانی کی زندگی کے ایک خاص پہلو یعنی ان کی قرآن فہمی کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔یہ کتاب اپنی ابتدائی شکل میں شبلی نعمانی سیمینار کے لیے بطور مقالہ لکھی گئی۔بعد میں اس پر نظر ثانی اور اضافہ کرکے اس کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔اس کتاب میں چار ابواب ہیں پہلا باب شبلی نعمانی کی تدریس قرآن پر ہے۔اس میں علی گڑھ کے دوران قیام ان کے درس قرآن کی تفصیلات

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان کی گئی ہیں۔دوسرے باب میں علوم قرآن پر ان کی نگارشات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں شان نزول اورزمانہ نزول کے متعلق ان کی تحقیقات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور چوتھے باب میں قرآنی آیات سے ان کے طرز استدلال اور استشہاد کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔اس کتاب سے شبلی نعمانی کی زندگی کے ایک اہم گوشے یعنی ان کی قرآن فہمی کے بارے میں بڑی مفید معلومات فراہم ہوجاتی ہیں۔

مجلّہ دراسات دینیہ (قرآن کریم نمبر)

مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی آف تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ۱۹۹۰۔ ۱۹۹۱ کا شمارہ ''قرآن کریم نمبر: حرف وصوت'' کے نام سے شائع ہوا۔اس کے مدیر مولانا سعود عالم قاسمی تھے،اس کے صفحات کی تعداد ۲۶۴ ہے۔

اس رسالے کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

اداریہ،قرآن کریم کے حروف صوت کی حفاظت، پروفیسر فضل الرحمٰن گنوری۔قرآن ایک زندہ معجزہ، پروفیسر رؤفہ اقبال۔تلاوت قرآن کے آداب، ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری۔قرآن کریم کا صوتی اعجاز از مولانا محمد فاروق خاں۔انزل القرآن علی سبعۃ احرف، ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی۔فن قرأت کا ارتقاء، محمد سعود عالم قاسمی۔جدید صوتیات علم تجوید، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ۔فن تجوید ایک بحث، محمد نسیم فردوسی۔بعض قرآنی الفاظ کے اسرار ورموز، پروفیسر سید محمد کاظم نقوی۔قرآن کا املا اور رسم الخط، قاری ابوالحسن اعظمی۔حفاظت قرآن منزل بمنزل، اشہد رفیق ندوی۔اور امام دانی اور علم قرأت، عبدالعلیم خاں، امام شاطبی اور علم قرأت مولانا محمد اسد اللہ۔امام جزری اور علم قرأت، مولانا محمد ارشد۔عہد سلطنت میں علم قرأت، ڈاکٹر محمد ظفر الاسلام۔ہندوستان قرّا اور علم قرأت، قاری محمد صدیق فلاحی۔ہندستان میں علم قرأت مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی۔قرأت قرآن کانفرنس، مولانا عبدالحمید۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

مولانا سعید احمد اکبر آبادی چمنستان دیو بند کے ایسے خوشہ چینوں میں ہیں جن پر کبھی کبھی خود چمن بھی فخر کرتا ہوگا وہ بہترین مؤرخ، ادیب اور تنقید نگار تھے اور اچھے صحافی تھے۔عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانوں پر یکساں قدرت تھی۔سینٹ اسٹیفن کالج میں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں استاد رہے، اس دوران نہایت اہم کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۱۹۰۸ میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ڈاکٹر محمد ابرار حسین آگرہ کے معروف ڈاکٹر تھے۔گھر میں دولت وثروت کی فراوانی تھی۔والد نے دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم کا انتظام گھر پر ہی کر دیا تھا۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لیا۔پھر دارالعلوم دیو بند چلے گئے اور وہاں سے ۱۹۲۵ میں نہایت کم عمری میں ہی فارغ التحصیل ہوگئے۔لیکن یہاں رہ کر علم کی پیاس تیز تر ہوگئی اس لیے دیو بند میں مزید قیام کیا۔خاص طور پر مولانا انورشاہ کشمیری سے بہت متاثر تھے۔ان کے ساتھ ڈابھیل بھی چلے گئے وہاں تین سال بحیثیت استاد بھی کام کیا۔

اس کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پوری میں السنہ شرقیہ کے استاد مقرر ہو گئے اس دوران انھوں نے سینٹ اسٹیفن کالج سے بی اے اور ایم اے کیا اور کچھ دیگر امتحانات بھی دیے۔پھر سینٹ اسٹیفن کالج میں عربی کے استاد مقرر ہو گئے۔۱۹۴۷ تک آپ اسی کالج سے وابستہ رہے۔پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے مولانا سے اسی کالج میں پڑھا۔ تقسیم ملک کے سانحے کے بعد وہ کچھ دن ادھر ادھر رہنے کے بعد مولانا آزاد کے مشورہ سے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں پرنسپل ہو گئے۔۱۹۵۹ میں کرنل بشیر حسین زیدی نے آپ کو بحیثیت ریڈر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بلا لیا۔یہاں شعبہ دینیات میں صدر شعبہ بھی رہے۔۱۹۷۲ میں یہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد ہمدرد یونیورسٹی میں رہے اور آخر میں شیخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے ڈائریکٹر ہوگئے۔۲۴ دسمبر ۱۹۸۲ میں ان کی وفات ہوگئی۔وفات سے قبل مختلف عوارض کا شکار ہوگئے تھے جگر میں سرطان ہوگیا تھا آخر میں پاکستان چلے گئے وہیں ان کا انتقال ہوا۔

ملازمت کے درمیان میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی میک گل یونیورسٹی کینیڈا اور بعد میں کالی کٹ یونی ورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر بھی رہے۔

مولانا نے بھرپور علمی وتصنیفی زندگی گزاری وہ ۱۹۳۸ سے تادمِ واپسیں مجلّہ برہان جیسے علمی رسالہ کے بانی مدیر رہے۔مختلف موضوعات پر تقریبا ۱۸ کتابیں تصنیف کیں۔سیکڑوں کتابوں پر تبصرے کیے اور پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک برہان کے اداریے لکھے جو کئی مجلدات کی کتاب بن سکتے تھے۔

مولانا سعید احمد کی معروف کتابوں میں حسب ذیل کتابیں ہیں:

فہم قرآن

وحی الٰہی

الرق فی الاسلام (یعنی اسلام میں غلامی کی حقیقت)

غلامان اسلام: یہ کتاب الرق فی الاسلام ہی کا تتمہ وتکملہ ہے

صدیق اکبرؓ

عثمان ذی النورین

مسلمانوں کا عروج وزوال

مولانا عبیداللہ سندھی اوران کے ناقد

مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے خاص قرآنیات پر دو کتابیں لکھیں، ان کے علاوہ قرآنی موضوعات پر متعدد تحقیقی مقالے تحریر کیے، خاص طور پر صابی قوم پر آپ کا مقالہ تحقیق کا معیاری نمونہ ہے۔قرآنیات پر ان کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

فہم قرآن

یہ کتاب مولانا کی ابتدائی تصنیفات میں سے ہے۔اس کا اصل موضوع تو اہل قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا رد ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لیے قرآن کافی اور حدیث کا سفینہ سوختنی ہے۔ مولانا نے اس میں نہایت مدلل طریقے پر قرآن وحدیث کی روشنی میں قرآن مجید پر عمل کرنے کے لیے حدیث کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ حدیث کے بغیر قرآن کو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے، نہ شریعت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں احادیث کی جمع وتدوین پر ہونے والے اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔ فتنہ وضع حدیث کے اسباب وعلل اور موضوع روایات کی شناخت کے ساتھ ساتھ اجلہ علماء محدثین کی خدمات کا تعارف کرایا ہے۔ یہ کتاب دوسوصفحات پر مشتمل ہے اور سب سے پہلے ۱۹۴۱ میں مکتبہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کی متعدد اشاعتیں مختلف اداروں سے ہوئی۔

وحی الٰہی

اردو میں اپنے موضوع کی اولین کتاب ہے۔ اس میں مسئلہ وحی، وحی کی لغوی وشرعی حقیقت، وحی کی اقسام، وحی کی حقیقت، وحی کی حقیقت جدید فلاسفہ کی نظر میں، صفت کلام، ملکہ نبوت، استعداد وحی، کیفیت وحی، اعجاز قرآنی، قرآن کے وحی ہونے کے دلائل، جیسے موضوعات پر تفصیلی گفتگو ہے۔ کتاب میں جدید ذہن کو سامنے رکھ کر گفتگو کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کی عصری معنویت بھی ہے۔ یہ کتاب تقریبا دوسوصفحات کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۱ میں ندوۃ المصنفین سے شائع ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سکندر علی

مولانا سکندر علی کی ولادت موضع کوکل، علاقہ تانول، ضلع ہزارہ میں ہوئی۔لیکن ان کی ولادت کے بعدان کے والد نے یہاں کی سکونت ترک کر کے موضع شاہ محمد بری پور ہزارہ میں سکونت اختیار کر لی۔ان کے والد کا نام مولانا محمد علی کوکلی تھا۔وہ اپنے علاقے اور اپنے وقت کے جید عالم تھے۔انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔اس کے بعد شمالی ہند کے مختلف شہروں میں وہاں کے نامور علماء سے فیض اٹھایا۔سہارنپور میں مولانا فضل حق سہارنپوری، رام پور میں مولانا عبدالحق اور مولانا افضال الحق اور دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے درسیات کی تکمیل کی۔سند فراغت دیوبند سے حاصل کی۔اس کے بعد دیوبند میں ہی استاد مقرر ہو گئے۔ایک سال دارالعلوم میں تدریس کی اس کے بعد مدرسہ رحمانیہ، باڑہ ہندوراؤ، دہلی میں آٹھ سال حدیث کا درس دیا۔مدرسہ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں بھی شیخ الحدیث رہے اور بھی کئی مدارس میں درس حدیث دیا اور آخر میں دارالعلوم رحمانیہ ہری پور میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے۔

مولانا سکندر علی مدت العمر حدیث شریف کا درس دیتے رہے۔اس کے ساتھ ہی مولانا کو مناظرہ اور بحث و مباحثہ میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔مولانا نے مختلف لوگوں کے ساتھ مناظرے کیے۔مولانا عبدالجبار ساکن بگڑا تحصیل ہری پور کے ساتھ ان کا مناظرہ بہت معروف ہے۔

10 رجب 1363ھ مطابق 1943 میں ان کی وفات ہو گئی۔

قرآنیات:

ہری پور کے ایک معروف عالم مولانا فضل الرحمٰن نے ایک تفسیر لکھی تھی۔ان کے نام پر یہ تفسیر فضل الرحمٰن کے نام سے معروف ہے۔یہ تفسیر تین جلدوں میں لاہور سے شائع ہو

toobaa-elibrary.blogspot.com

چکی ہے۔(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ۴۴۶) مولانا سکندر علی نے اس تفسیر کا جواب لکھا تھا۔

(تفسیر محمد امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، عظیم پبلشنگ ہاؤس، خیبر بازار، پشاور، 1972، ص 2 و 4- 296، سید آل احمد رضوی: عظمت رفتہ (ہزارہ کے مشائخ، علماء و اکابرین کا تذکرہ) طبع لاہور، 1994، ص115-114)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا شمس الحق افغانی

مولانا شمس الحق افغانی ضلع پشاور کے قصبہ ترنگ زئی کے ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے والد مولانا غلام حیدر بھی بڑے عالم اور علاقے کی معروف شخصیت تھے۔مولانا کی ولادت ۱۳۱۸ (۱۹۰۰) میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔اس کے بعد صوبہ سرحد اور افغانستان کے مختلف علماء سے علم حاصل کیا۔اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۹ میں یہاں سے فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم میں ان کے مشہور اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، سید اصغر حسین اور مولانا رسول خان ہزاروی وغیرہ شامل ہیں۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد مولانا حج کرنے چلے گئے۔حج سے واپسی میں دیوبند تشریف لائے اور دارالعلوم کے ذمہ داروں نے ان کو آگرہ اور اطراف کے ارتداد زدہ علاقوں میں مقرر کیا کہ وہ ان مسلمانوں کو جو شدھی تحریک سے متأثر ہو کر دین سے رشتہ توڑ چکے ہیں، دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل کریں۔مولانا نے آگرہ کے محلّہ ڈھولی کھار کو اپنا مستقر بنایا اور دعوت وارشاد اور جہاں ضرورت ہوئی وہاں مناظرہ بھی کیا اور بحمداللہ اس پورے مرحلے کو کامیابی سے سرکر کے دیوبند تشریف لائے۔(مشاہیر علمائے دیوبند ص ۲۴۷)

ان مراحل کے بعد پنجاب اور سندھ کے مختلف مدارس میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔۱۳۵۴ میں ان کو دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا اور ترجمہ قرآن اور تفسیر وحدیث کی تدریس ان کے ذمے کی گئی۔(تاریخ دارالعلوم ص:۱۲۲) ۱۳۵۸ میں ریاست قلات کے وزیر تعلیم مقرر ہو گئے۔کچھ عرصہ بعد وزارت سے استعفی دے کر ڈابھیل چلے گئے، وہاں صدر مدرس مقرر ہوئے۔تقسیم ملک کے سانحہ میں پاکستان چلے گئے اور جامعہ اسلامیہ بھاولپور میں شعبہ تفسیر کے صدر مقرر ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۶ اگست ۱۹۸۳ میں ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا شمس الحق افغانی کو اردو اور عربی دونوں زبانوں پر یکساں قدرت تھی۔ انھوں نے دونوں زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں، ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

علوم القرآن

عالمی مشکلات اور ان کا قرآنی حل

سوشلزم اور اسلام

معین القضاۃ والمفتیین (عربی)

شرح ضابطہ دیوانی

تصوف اور تعمیر کردار

اسلامی جہاد

کمیونزم اور اسلام

خاص قرآنیات سے متعلق ان کی حسب ذیل کتابیں ہیں:

علوم القرآن

احکام القرآن

مفردات القرآن

اور مشکلات القرآن

علوم القرآن

علوم القرآن ان کی نہایت اہم کتاب ہے۔ دراصل قرآن مجید ان کی فکر کا محور رہا ساری عمر قرآن مجید پر غور و فکر اور اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں گزاری۔ ساری زندگی درس قرآن بھی دیتے رہے۔ ان کے درس سے لوگوں کو بڑا فائدہ ہوا اور لوگوں نے بہت کوشش کی کہ مولانا کوئی تفسیر لکھ دیں۔ لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر انھوں نے تفسیر تو نہیں لکھی، البتہ قرآنی علوم و معارف کی تفہیم اور ان کو عام لوگوں کے لیے آسان بنانے کی غرض سے انھوں نے علوم قرآن پر کئی کتابیں لکھیں۔ اپنی کتاب علوم القرآن میں اپنے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

طریقے کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

''احقر چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے قرآن حکیم کی خدمت میں مصروف رہا ہے اور قرآنی علوم سے متعلق تفاسیر اور دیگر مصنفات جن سے قرآن فہمی میں مدد لی جاسکتی تھی، خواہ قدیم ہوں یا جدید ان کا بقدر استطاعت مطالعہ کیا اور جو معارف قلب پر منجانب اللہ وارد ہوئے، ان سب کو وقتاً فوقتاً درس قرآن کی شکل میں پیش کرتا رہا۔

احقر کے ان دروس سے قدیم وجدید دونوں طبقوں کو بحمد اللہ امید سے زائد نفع ہوا۔ احباب کا اصرار تھا کہ میں تفسیر لکھوں لیکن میں نے بجائے تفسیر لکھنے کے یہ مناسب سمجھا کہ قرآنی علوم کے مختلف شعبوں پر مختلف کتابیں لکھ دوں تا کہ مختصر وقت میں ناظرین ان کو پڑھ سکیں اور ضخامت کی کمی کی وجہ سے کم مالی استطاعت رکھنے والے حضرات بھی ان سے مستفید ہوسکیں۔ لیکن تالیف میں اس امر کا خیال رکھا گیا کہ:

۱۔ مطالب قرآن کے تعین میں جادہ سلف سے انحراف نہ ہو اور جو کچھ معارف وحقائق بیان ہوں، وہ اپنے اندر مسلک سلف کی تائیدی شان رکھتے ہوں، نہ کہ تحریفی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ دور حاضر چوں کہ دور عقلیت وتفلسف ہے، لہٰذا مقاصد شرعیہ نقلیہ کو عقل اور فلسفہ کے رنگ میں بیان کیا جائے تا کہ مغرب زدہ طبقہ کے لیے سامان ہدایت ہو۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ تعبیرات مقاصد میں اصطلاحی تعبیرات سے کم کام لیا جائے اور زیادہ تر وہی تعبیر اختیار کی جائے جو مذاق جدید کے مطابق ہو۔ احقر چوں کہ بے حد مصروف ہے لہذا غیر ضروری بسط وتفصیل سے اجتناب کیا گیا اور مطلب خیز اختصار پر اکتفا کیا گیا، ورنہ عام مصنفین دور حاضر کے انداز پر اگر تالیف ہوتی تو اس سے کئی گناہ زیادہ ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی تھی۔

کتاب کی ترتیب حسب ذیل ہے:

۱۔ ضرورۃ القرآن

یعنی نوع انسانی کے لیے وحی الٰہی اور قرآن کی ضرورت پر عقلی وفلسفیانہ دلائل۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔صداقت القرآن

یعنی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور معجزہ ہونے کے عقلی دلائل اور مستشرقین یورپ کی تردید۔

۳۔تنزیل القرآن وتدوینہ

نزول قرآن وجمع قرآن کی تحقیق

۴۔محفوظیۃ قرآن

قرآن کی محفوظیت کے دلائل اور مستشرقین کے شبہات کی تردید۔

۵۔مہمات القرآن

یعنی قرآن کے اہم مقامات کا حل اور ان کے حکم واسرار اور ازالہ شبہات۔

۶۔احکام القرآن

قرآن کے فقہی احکام اور ان کی حکمت اور دور حاضر کے شبہات کے جوابات۔

۷۔تعبیرات القرآن

قرآنی تعبیرات کا حقیقی حل تا کہ صحیح مطالب قرآنی معلوم ہوسکیں اور جدید الخیال اہل قلم کی خامیاں واضح ہوجائیں۔

پہلے ۵ باب کو ایک کتابی شکل میں شائع کر رہا ہوں، جس کا نام علوم القرآن ہوگا۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔(علوم القرآن، المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور ص:۱، ۲)

مولانا کی یہ کتاب بہت معروف ہے۔اس کے متعدد زبانوں میں ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔بہت سے لوگوں نے اس پر تبصرے بھی کیے ہیں۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت مولانا شمس الحق افغانی اس وقت علمی اعتبار سے ملک کی گنی چنی ہستیوں میں ہیں۔انھوں نے عمر کا ایک بڑا حصہ قرآنی علوم ومعارف کے مطالعے میں صرف فرمایا ہے۔ موصوف نے اپنے اس مطالعے کا حاصل مسلسل تفسیر میں پیش کرنے کے بجائے یہ زیادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مناسب سمجھا کہ وہ قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں پر مقالات تحریر فرمائیں اور بلاشبہ یہ طریقہ عوام وخواص سب کے لیے زیادہ مفید ہوگا۔ زیر تبصرہ کتاب اسی سلسلے کی پہلی کڑی ہے اس کتاب میں ضرورت وحی، صداقت واعجاز القرآن، حقیقت وحی، جمع و تدوین قرآن، وجود باری، توحید خداوندی، رسالت، معجزات، ختم نبوت، عقیدہ آخرت، عقیدہ حیات مسیح، ذوالقرنین، اور کفار کے دائمی عذاب سے متعلق مفصل مقالے ہیں۔ ہر مقالہ مصنف کی بصیرت قرآنی اور علم کی گہرائی وگیرائی کا شاہد ہے۔ فاضل مصنف نے مذکورہ مقالات میں مستشرقین، متجددین، منکرین ختم نبوت اور عیسائیوں کے اعتراضات اور ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا مسکت اور اطمینان بخش جواب بھی دیا ہے۔ انداز بیان عالمانہ مگر دل نشیں ہے۔ بعض موضوعات پر بالکل اچھوتے انداز سے بحث کی گئی ہے۔ (مولانا مفتی محمد تقی عثمانی: تبصرے، ترتیب مولانا محمد حنیف خالد،، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۲۰۰۵ ص ۳۴۲۔۳۴۳)

اس کتاب کے علاوہ ان کی ایک اور اہم کتاب مفردات القرآن بھی مطبوعہ ہے لیکن وہ راقم الحروف کو دستیاب نہ ہوسکی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی کا وطن جے پور (راجستھان) ہے۔ان کے والد مولانا عبدالرحیم اردو کے بہت اچھے خطاط تھے،شاعر بھی تھے خاطر تخلص تھا اور طباعت کا کام کرتے تھے۔ان کے مطبع کا نام 'مطبع رحیمی' تھا۔مولانا حیدر حسن خان ٹونکی کی مشہور کتاب معجم المؤلفین کی اشاعت کے لیے انھوں نے بھی جدوجہد کی اور اس سلسلے میں حیدر آباد دکن میں مقیم رہے۔مولانا عبدالحلیم کے بڑے بھائی مشہور عالم دین مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ہیں جن کی لغت القرآن غالباً اردو میں قرآنی لغت کی سب سے معتبر کتاب مانی جاتی ہے۔ان کے ایک اور بھائی ڈاکٹر مولانا عبد الحلیم ندوی تھے وہ بھی اپنے وقت کے جید عالم تھے۔حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کا خاندان جے پور کے اعلیٰ تعلیم یافتہ خانوادوں میں سے ہے۔مرد اور خواتین سبھی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بلند مناصب پر فائز رہے۔مذہبی تعلیم کا بھی رجحان رہا اور سیکولر تعلیم میں بھی اعلیٰ درجات تک کی تعلیم حاصل کی۔

مولانا عبدالحلیم چشتی نے اپنے دادا کا تذکرہ ''تذکرہ رحیمی'' کے نام سے لکھا ہے۔اس میں انھوں نے اپنے تایا اور والد کے حالات اور ان کے اخلاف کے احوال وکوائف بھی درج کیے ہیں۔ان کا خاندان اصلاً میوات کا رہنے والا تھا۔میوات میں ایک مشہور خاندان ہے جس کو ڈھنگل کہا جاتا ہے۔یہ خاندان قدیم ہندستانی اساطیری روایات کے مطابق کشواہہ نسل سورج بنسی کہلاتا ہے۔مولانا کا تعلق اسی خاندان سے تھے۔یہ خاندان میوات میں تجارہ کے قرب و جوار میں آباد ہے۔اس لیے زیادہ امکان ہے کہ اسی خطہ سے یہ لوگ نقل مکانی کر کے جے پور گئے اور وہاں جواہرات کا کاروبار شروع کیا۔مولانا عبدالحلیم کے بھائی مولانا عبدالعلیم ندوی نے اپنا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے: عبدالعلیم بن عبدالرحیم بن محمد بخش بن بلاقی، بن چراغ محمد بن ہمت۔انھوں نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ ہمت اور چراغ محمد جواہرات کا کاروبار

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے تھے۔انھوں نے اپنی خاندانی نسبت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ہم اصلا میواتی ہیں۔ ہماری گوت پھواہا ہے۔ ریاست جے پور وکشمیر اور جام نگرمہاراجوں کی بھی یہی گوت ہے۔ ہمارے اجداد میوات سے منتقل ہوکر جے پور میں آباد ہو گئے اور تجارت کرنے لگے۔'' (التعامل (از مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی) اردو ترجمہ از مولانا عبدالعلیم ندوی، جامعہ مدینۃ العلوم، بھینڈ اشریف، حیدرآباد ۱۴۱۴ھ)

ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کی ولادت ۱۶ اپریل ۱۹۲۹ میں جے پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جے پور کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ہوئی۔شروع میں ان کو پڑھنے پڑھانے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔اس لیے والد نے ایک جنرل سٹور پر بٹھا دیا تھا۔لیکن طبیعت اس سے بھی مانوس نہیں ہوئی۔اس زمانے میں ان کے والداور بڑے بھائی مولانا عبدالرشید نعمانی حیدر آباد میں تھے۔گھر پر نگرانی اور تربیت کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔اس لیے والد صاحب ان کو اپنے ساتھ حیدرآباد لے گئے۔ یہاں والد اور بڑے بھائی کی نگرانی اور دیگر اہل علم کی صحبت کے زیر اثر رفتہ رفتہ ان کے اندر تعلیم کا ذوق پیدا ہوا۔درس نظامی کی ابتدائی کتابیں حیدرآباد میں پڑھیں۔اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دیوبند میں داخلہ لیا۔ پانچ سال یہاں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۸ کے پرآشوب دور میں سند فضیلت حاصل کی۔ تقسیم ملک کے ہنگاموں میں ان کا خاندان پاکستان چلا گیا تھا۔وہاں مولانا عبدالحلیم نے پہلے ریڈیو پاکستان میں ملازمت کی۔اس زمانے میں مولانا احتشام الحق کاندھلوی ریڈیو پر تفسیر بیان کرتے تھے۔ یہ دو سال تک ان کے معاون رہے۔دو سال بعد یہ ملازمت چھوڑ دی اور دوسری ملازمتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔کئی جگہ مختلف ملازمتیں کیں آخر جلد ہی سرکاری لائبریری کی ملازمت پر یہ سلسلہ منتج ہوا اور یہی سلسلہ انکا حین حیات کا بنیادی مشغلہ بنا۔

ملازمت کی مشغولی کے باوجود حیدرآباد میں ان کے اندر جو علمی ذوق پیدا ہوا وہ برقرار رہا اور حیات فانی کی تقریبا ۵۲ بہاروں کو انھوں نے ذوق طالب علمی سے معمور رکھا۔ ۱۹۶۰ میں اسلامیات میں ایم اے کیا۔اس کے بعد ۱۹۷۲ میں لائبریری سائنس میں ایم

toobaa-elibrary.blogspot.com

اے کیا اور ۱۹۸۱ میں لائبریری سائنس میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کی تحقیق کا عنوان 'اسلامی کتب خانے' تھا۔ یہ کتاب شائع ہوگئی ہے۔ اپنے محتویات کے اعتبار سے یہ کتاب بے مثال ہے اور اپنے موضوع پر دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کی زندگی اس اعتبار بڑی مثالی ہے کہ انھوں نے اپنے ذوق طالب علمی اور مسائل آذوقہ حیات دونوں کو ہم آمیز کیا اور عمر عزیز کا بڑا حصہ طالب علمی میں بسر کیا۔ وہ اپنی ملازمت کے دوران مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ درمیان میں رخصت لے کر کچھ دن نائیجیریا میں بھی رہے۔

مولانا بڑے متدین، متشرع اور دینی وتہذیبی روایتوں کے حامل رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں ان کو دینی تعلیم کا جو فیضان ملا تھا اس کا اثر ہمیشہ ان کی شخصیت اور رویوں پر رہا۔ کراچی یونیورسٹی میں ملازمت کے دوران وہاں کی جامع مسجد میں خطیب رہے۔ ساتھ ہی مدرسہ بنوری ٹاؤن میں شعبہ تحقیق کے نگران اعلی رہے اور جامعۃ الرشید میں حدیث کے استاد بھی رہے۔

سرکاری ملازمت اور تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق وتحریر کا سلسلہ بھی ہمیشہ قائم رہا۔ ان کی ۲۰ کتابیں مطبوعہ ہیں اور کافی تعداد میں مقالات وتبصرے مختلف مقامات پر اشاعت پذیر ہوئے۔ (مولانا سید محمد زین العابدین: علمائے جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، المنہل پبلشرز، کراچی)

قرآنیات

مولانا عبدالحلیم چشتی اپنے پیشے اور تربیت کے لحاظ سے لائبریری سائنس کے آدمی ہیں اور تدریس کے اعتبار سے حدیث کے استاد۔ تاہم قرآنیات سے بھی ان کو خاص مناسبت رہی ہے۔ انھوں نے قرآن کریم کے موضوع پر ایک منفرد کام مقدمہ بیان القرآن کی شکل میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی مختلف تحریروں میں قرآنیات پر ان کی تحقیقات شامل ہیں۔ تاہم خاص موضوع پر ان کے درج ذیل کام نمایاں اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ مقدمہ بیان القرآن ۲۔ تذکرہ امام جزری ۳۔ تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدمہ بیان القرآن

بیان القرآن کا ایک نسخہ میر محمد، کتب خانہ آرام باغ، کراچی نے شائع کیا تھا۔اس نسخے پر بڑے سائز کے ۱۵۰ صفحات کا ایک مفصل مقدمہ ہے یہ مقدمہ مولانا عبدالحلیم چشتی کا اضافہ ہے۔ یہ مقدمہ معیاری تحقیق کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔اور قرآن سے متعلق ایسی نادر اور اچھوتی تحقیقات پر مشتمل ہے جو اردو میں شاید ہی کہیں یکجا مل سکیں۔

اس مقدمے میں ۱۱۸ انواع اور ۱۲ فصول ہیں۔اس میں شامل انواع کے موضوعات کی تفصیل اس طرح ہے:

نوع اول: مکی و مدنی کی شناخت: علوم قرآن میں سب سے اشرف علم نزول قرآن، اس کی جہات، مکہ اور مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی ترتیب کا علم، مکی اور مدنی کی شناخت کا بیان۔

دوسری نوع: حضری اور سفری آیات اور سورتوں کی شناخت میں: حضری وہ آیتیں کہلاتی ہیں جو قیام مکہ یا مدینہ کی حالت میں نازل ہوئیں۔لیکن سفری یعنی وہ آیات جن کا نزول مکہ اور مدینہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر میں ہوا ہے۔

تیسری نوع: نہاری اور لیلی کی شناخت میں: نہاری یعنی قرآن کا وہ حصہ جو دن میں نازل ہوا اور لیلی یعنی قرآن کا وہ حصہ جس کا نزول رات میں ہوا۔

چوتھی نوع: قرآن مجید کے صیفی اور شتائی حصوں کا بیان: یعنی ان آیتوں اور سورتوں کا بیان جن کا نزول سال کے دو موسموں یعنی سردی اور گرمی میں سے کسی ایک موسم میں ہوا ہے۔

پانچویں نوع: فراشی اور نومی کا بیان: فراشی سے قرآن مجید کا وہ حصہ مراد ہے جس کا نزول اس وقت ہوا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے حجرے میں بستر پر بیدار تھے اور نومی میں سے وہ آیات مراد ہیں جن کا نزول حالت خواب میں ہوا۔

چھٹی نوع: ارضی وسماوی کا بیان: قرآن مجید میں مختلف حصے مختلف مقامات پر نازل ہوئے ہیں۔کچھ حصے آسمان پر نازل ہوئے بعض ٹکڑے زمین پر اترے، کوئی حصہ آسمان وزمین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مابین اور کچھ حصہ زیر زمین غار کے اندر نازل ہوا ہے۔اس میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ساتویں نوع: سب سے پہلے قرآن مجید میں سے کون سی آیت نازل ہوئی۔قرآن مجید میں سب سے پہلے نازل ہونے والے حصہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔اس نوع میں ان کا بیان ہے۔

آٹھویں نوع: سب سے آخر میں نازل ہونے والا حصہ قرآن مجید:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید کا کون سا حصہ سب سے آخر میں نازل ہوا۔

نویں نوع: سبب نزول: علماء کی ایک جماعت نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں اولیت کا شرف امام بخاری کے شیخ علی ابن مدینی کو حاصل ہے۔

دسویں نوع: قرآن مجید کے ان حصوں کا بیان جو بعض صحابہ کی زبان پر جاری شدہ الفاظ کے مطابق نازل ہوئے۔

گیارہویں نوع: تکرار نزول: متقدمین اور متاخرین دونوں میں سے ایک گروہ نے بصراحت اس بات کو بیان کیا ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں اور سورتیں مکرر نازل ہوئی ہیں۔

بارہویں نوع: قرآن مجید کی وہ آیات جن کا حکم ان کے نزول سے یا جن کا نزول ان کے حکم سے موخر ہوا ہے۔

تیرھویں نوع: قرآن مجید کے وہ حصے جن کا نزول جستہ جستہ اور اکٹھا ہوا ہے۔

چودہویں نوع: قرآن مجید کی وہ سورتیں اور آیتیں جن کے ساتھ فرشتوں کا بھی نزول ہوا یا جو یوں ہی صرف حامل وحی کی معرفت اتریں۔

پندرہویں نوع: قرآن مجید کے وہ حصے جن کا نزول انبیاء سابقین پر بھی ہو چکا ہے اور وہ جن کا نزول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا۔

سولہویں نوع: قرآن کے اتارے جانے کی کیفیت۔اس نوع میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن کریم کیوں کر اور کن کن حالتوں میں نازل کیا گیا اور اس نوع میں چند مسائل ہیں۔

سترہویں نوع: قرآن مجید اور اس کی سورتوں کے نام:

پروردگار عالم نے اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں،اس نوع میں ان کی تفصیل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اٹھارہویں نوع: قرآن کی جمع اور ترتیب (بیان القرآن ص الف و ب)

بیان القرآن کے اس مفصل مقدمے میں انھوں نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے ان میں سے بیشتر اردو دنیا کے لیے اچھوتے ہیں۔ان سے یہ بھی اندازہ ہوتا کہ علمائے اسلام نے قرآن مجید کے کن کن پہلوؤں پر کام کیا ہے۔اس مقدمے کا انداز تصنیف اگر چہ معیاری تحقیقی ہے لیکن اسلوب قدیم ہے۔کتابوں کے حوالے قدیم مصنفین کے طرز پر دیے ہیں۔یعنی عام طور پر کتاب کا نام تحریر کر دیا ہے یا مصنف کا نام تحریر کر دیا ہے۔اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کا محقق ایڈیشن شائع ہونا چاہیے۔مصنف الحمدللہ حیات ہیں ان کی نگرانی میں یہ کام ہو جائے تو بڑی علمی خدمت ہوگی۔

تذکرہ امام جزری

امام جزری قرات کے جلیل القدر امام ہیں۔اس کتاب میں مولانا عبدالحلیم نے امام جزری کے سوانح حیات اور ان کی خدمات پر تفصیل سے رشنی ڈالی ہے۔

تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی

تذکرہ علامہ جلال الدین سیطی کے نام سے تقریبا چار سو صفحات کی اس کتاب میں انھوں نے علامہ جلال الدین سیوطی کے عہد اور خاص طور پر ان کی تصنیفات اور ان کی تفسیری خدمات سمیت ان کے علوم پر روشنی ڈالی ہے۔

(مولانا عبدالحلیم چشتی تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی، الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۲۱ھ)

ایک بات بطور پس نوشت یہ ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب 'تدوین قرآن' پر بھی انھوں نے مقدمہ لکھا ہے۔یہ مقدمہ ۷ اصفحات پر مشتمل ہے اور اس میں انھوں نے بعض اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے۔بلکہ یوں کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ انھوں نے مولانا گیلانی کی نادر تحقیقات اور منفرد کاوشوں کو نمایاں کیا ہے تاکہ ان کی کتاب کی افادیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

(مولانا مناظر احسن گیلانی: تدوین القرآن، مکتبہ بخاری، کراچی، ۲۰۰۵ مقدمہ مولانا عبدالحلیم چشتی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالرحمٰن قصوری

عام طور پر لوگ بچپن اور عنفوان شباب کا دور طالب علمی میں بسر کرتے ہیں اور بقیہ عمر مدارس کے اندر اندوختہ علم کو پھیلانے یا اس کو اپنی زندگی میں روبعمل لانے میں صرف کرتے ہیں لیکن مولانا عبدالرحمٰن کی شخصیت ایسی ہے کہ انھوں نے اپنی عملی زندگی کے تمام مراحل طے کر کے رٹائر ہونے کے بعد مدرسے کا رخ کیا اور دارالعلوم میں داخلہ لے کر سند فراغت حاصل کی۔

مولانا عبدالرحمٰن نے اپنے وطن میں تعلیم حاصل کی اور فارسی عربی کے یونیورسٹی کے امتحانات دیے۔ان کی بنیاد پر ۱۹۱۱ میں امرتسر میں عربی کے استاد مقرر ہو گئے۔ وہاں سے جلد ہی تبادلہ ہو گیا اور قصور میں ہائی اسکول میں آ گئے۔ پھر زندگی بھر اسی اسکول میں خدمات انجام دیتے رہے۔۱۹۳۸ میں ریٹائر ہوئے۔اس کے بعد حج کرنے گئے۔ والد صاحب ساتھ تھے۔ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔

حج سے واپسی کے بعد ۱۹۴۰ میں انھوں نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔مولانا حسین احمد مدنی سے کسب فیض کیا۔اس دینی درس گاہ کے فیوض و برکات سے اپنا دامن بھر کر واپس قصور تشریف لائے اور خدمت خلق میں مصروف ہو گئے۔قصور میں رہ کر انھوں نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کی اور بدعات وتوہمات کے جال سے نکال کر لوگوں کو صحیح دین اسلام کی دعوت دی۔

دارالعلوم سے واپس آنے کے بعد کم وبیش ۲۸ سال ضلع قصور میں خدمات انجام دینے کے بعد یکم ستمبر ۱۹۶۸ میں اسّی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا عبدالرحمٰن نے اپنی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد جب لوگوں کی اصلاح وتربیت کا آغاز کیا تو اس کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی وابستہ ہو گئے۔ان کی درج ذیل کتابیں شائع ہوئیں۔

1.تحفۃ الاحادیث 2.عقائد اسلامیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

3. ہدایۃ الشیعہ 4. الاذکار الماثورہ

قرآنیات:

خاص قرآنیات پر آپ کی درج ذیل دو کتابیں شائع ہوئیں:

1. انوار القرآن 2. انوار التفسیر

انوار القرآن:

انوار القرآن مفردات القرآن یا لغت القرآن کی کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے قرآن مجید کے تمام الفاظ کے معانی، ان کی لغوی تحقیق، ان کی نحوی ترکیب اور صرفی حیثیت وغیرہ امور لغت شناسی کی اچھی تشریح کی ہے۔ اس کتاب میں ان کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب کو اپنی لغت کی ترتیب قرار دیا ہے۔ ترتیب تلاوت میں جو لفظ آیا اس لفظ کی مکمل تشریح کرتے ہیں۔ یعنی پہلے اس کا مادہ، مصدر، لغت، نحو وصرف ہر اعتبار سے اس لفظ کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے بعد احادیث طیبہ، قدیم تفاسیر اور کتب لغات کی مدد سے ان الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جن میں بہت سے معنی کے امکان ہوتے ہیں لیکن قرآن میں اس کے صرف چند معنی ہی مستعمل ہوئے ہیں۔ ایسے الفاظ میں انھوں نے دیگر معنی کا ذکر نہیں کیا۔ مثلاً الدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صاحب قاموس نے اس لفظ کے تیس معنی لکھے ہیں۔ گویا عربی میں یہ لفظ تیس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ہم صرف دو معنی کا ذکر کریں گے۔ ایک جزا اور دوسرے حساب۔ یعنی اعمال کی جزا۔ اس طرح انھوں نے کسی بھی لفظ کے صرف ان پہلوؤں کو لیا ہے جو قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔

انوار القرآن لغت قرآن کی بہت عمدہ کتاب ہے۔ عربی سے اگر ایک حد تک واقفیت ہو تو یہ کتاب قرآن فہمی میں بہت مددگار ثابت ہوگی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبیداللہ انور

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اگرچہ سرخیل علمائے دیوبند میں شمار ہوتے ہیں، لیکن ان کو دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کا موقع نہیں ملا۔اس پہلو کی تکمیل ان کے بیٹے مولانا عبیداللہ انور نے کی اور وہ باضابطہ دیوبند سے فارغ ہوئے۔

مولانا عبیداللہ انور 21 اگست 1926 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔قرآن مجید والدہ ماجدہ سے پڑھا اور ابتدائی تعلیم والد گرامی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کی نگرانی میں ہوئی۔عجیب اتفاق ہے کہ وہ بالکل ابتدائی عمر میں دیوبند تشریف لائے تھے۔درجہ حفظ میں داخلہ لیا تھا لیکن بیمار ہوگئے اس لیے لاہور چلے گئے۔وہاں سے ابتدائی درس نظامی کی تکمیل کر کے مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔اس کے بعد مولانا عبیداللہ سندھی کے مشورہ سے دارالعلوم میں داخلہ لیا۔1947 کے پرآشوب دور میں انھوں نے دورہ حدیث مکمل کیا۔واپس لاہور گئے تو بڑے بھائی کے مشورے سے کراچی میں مدرسہ مظہرالعلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔چند سال بعد والد صاحب نے لاہور بلا لیا اور ایک چبوترے پر درس قرآن دینے کی ذمہ داری لگائی۔بعد میں اس جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر ہوگئی۔1962 میں حضرت شیخ التفسیر کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین بنے اور جانشینی کا حق ادا کیا۔ان کی ساری عمر درس و تدریس اور وعظ وارشاد میں گزری۔(مشاہیر علماء دیوبند، جلد اول، ص 354-350)

قرآنیات:

مولانا عبیداللہ انور کا درس قرآن کا سلسلہ زندگی بھر جاری رہا۔لیکن ان کی طراوت قلم نے رخ قرطاس کی طرف کم ہی رخ کیا۔ان کی ریڈیائی تقریریں تو کافی ہیں، وہ بھی حکمت قرآن پر ہیں۔لیکن باضابطہ تصنیفی کاوشیں نہیں ہیں۔البتہ خدام الدین کا انھوں نے قرآن نمبر نکالا تھا اور یہی نمبر وجہ تعلیل ہے ان کے یہاں تذکرہ کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدام الدین (قرآن نمبر جلد اول)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کا یہ قرآن نمبر حصہ اول ہے، اس کی تاریخ اشاعت ۱۹۷۱ء ہے۔ اس کے مدیر مولانا عبید اللہ انور تھے۔ اس خاص شمارے میں بڑے سائز کے ۱۳۰ صفحات ہیں۔ اس کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

پاکستان اور نظام القرآن، اداریہ۔ ہلال عید، نظم، حافظ نور محمد انور۔ پہلی وحی، سعید احمد۔ بادشاہ محی الدین اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا مترجم قرآن مجید۔ قرآن مجید کا ابتدائی تعارف، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری۔ ایک عورت کی آیات قرآنی میں گفتگو، قاری محمد عظیم۔ نظم، عبدالغفور ریاض۔ روحانی تسکین، مادی ترقی اور نجات آخرت کے لیے مشعل ہدایت، قرآن مجید، مجاہد الحسینی۔ حضرت مولانا احمد علی، مجاہدانہ کارنامے اور مفسرانہ خصوصیات۔ نظم، حضرت شیخ التفسیر۔ مفسرین قرآن کریم سنہ ۱۰۰۰ ہجری تک، مولانا محمد زاہد الحسینی۔ (۳۷۰ مفسرین کے اسمائے گرامی مع سنہ وفات، نام تفسیر و کیفیت)۔ قرآن مجید کی عظمت غیر مسلموں کی نظر میں، بلال زبیری، فاروق اعظم قرآن کے آئینے میں، مولانا عبدالواحد۔ قرآن کی اجمالی تاریخ، عبدالرحمٰن لدھیانوی۔ قرآن مجید کے انگریزی تراجم کا جائزہ، مولانا عبدالماجد دریابادی۔ قرآن کا معاشی نظریہ اور نظام، مولانا عبید اللہ کوٹی ندوی۔ قرآن کریم کی پیشین گوئیاں، حافظ عبد المجید۔ نوع انسان را پیام آخرین، کتاب اللہ، چوہدری محمد صادق علی۔ قرآن کریم، ظاہری، باطنی نورانیت، مولانا عبدالکریم کلاچوی۔ عظمت قرآن مجید، مولانا محمّد اجمل۔ علم تجوید وقرات، قاری عبدالعزیز۔ دورہ تفسیر کے علماء سے حضرت شیخ التفسیر کا آخری خطاب۔ قرآن کریم اور رزق حلال، حضرت مولانا عبید اللہ انور۔ قرآن کا مذہب، امن و سلامتی ہے، پادری دال رسین بی ڈی۔ فرانسیسی ڈاکٹر کی شہادت۔ قرآن کا معجزہ۔ جمع وتدوین قرآن کریم، ایک تاریخی جائزہ، حافظ فیوض الرحمٰن المقری۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد فضل الحق

مولانا محمد فضل الحق کے والد کا نام مولانا محمد عبداللہ تھا۔ دھانو پور پوسٹ امیر پاڑہ ضلع نوا کھالی کے رہنے والے تھے۔ 1334 میں دارالعلوم دیو بند سے فراغت حاصل کی۔ اس سال دورہ حدیث کے ابتدائی اسباق حضرت شیخ الہند نے پڑھائے تھے۔ پھر حضرت حجاز کے لیے تشریف لے گئے تو بقیہ اسباق مولانا انور شاہ کشمیری نے پڑھائے۔

دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد بنگال کے علاقے میں علوم اسلامیہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ بنگلہ زبان کے علاوہ ان کو عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے بنگال کے مختلف مدارس میں تعلیم دی۔ خاص طور پر، پراگہ سینئر مدرسہ رنگ پور، رادھا نگر، سینئر مدرسہ رنگ پور، بوالماری ہائی اسکول فرید پور، مدارگنج، سینئر مدرسہ رنگ پور، رسول پور سینئر مدرسہ رنگ پور، دارالعلوم چلونا ضلع ڈھاکہ، اور مدرسہ عزیزیہ بلاسپاڑی ضلع رنگ پور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا ان مدارس میں صدر مدرس بھی رہے اور مہتمم بھی رہے۔

قرآنیات:

مولانا فضل الحق مدت العمر مشکوۃ شریف اور جلالین کا درس دیتے رہے۔ اس کے ساتھ آپ کا ذوق تصنیف بھی جاری رہا اور آپ نے اسلامی تعلیمات سے متعلق کئی کتابیں لکھیں اور کئی کتابوں کا بنگلہ ترجمہ کیا۔ ان کی ایک کتاب 'اسلامی سکچھا' دو جلدوں میں بہت معروف ہے۔ خاص قرآنیات میں ان کی ایک کتاب علم التجوید ہے۔

(ماہنامہ دارالعلوم، اگست 1963، ص 42)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید گل بادشاہ مردانی

مولانا سید گل بادشاہ مردانی، موضع سواریاں طور وضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سید فضل الرحیم ہے اور سنہ پیدائش 1915 ہے۔ ان کی شروع کی تعلیم اسکول میں ہوئی۔ مڈل اسکول پاس کرنے کے بعد مذہبی تعلیم کا شوق پیدا ہوا، درسیات کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنے چچا مولانا عبدالرحیم سے اور پھر گڑھی چوکپورہ (مردان) میں مولانا عبدالاحد سے درسیات کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔

1934 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور 1939 میں وہاں سے سنہ فراغت حاصل کی۔

دیوبند میں ان کے مخصوص اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شمس الحسن افغانی، مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا اعزاز علی جیسے اساتذہ شامل ہیں۔

اس دور میں ہندوستان کے اندر تحریک آزادی زوروں پر تھی۔ جمعیۃ علماء ہند بھی اس میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہی تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی کی تلقین پر سید گل بادشاہ جمعیۃ علماء سے وابستہ ہو گئے اور وطن واپس آنے کے بعد وہ جمعیۃ علماء ہند کی خدمات میں سرگرم ہوئے۔ انھوں نے ڈیرہ اسماعیل خاں نبوں، ہزارہ کوہاٹ میں گاؤں گاؤں جا کر جمعیۃ علماء ہند کی شاخیں قائم کیں۔ ساتھ ہی درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سرگرم سیاسی زندگی میں تدریس کے لیے مطلوب سکون وٹھہراؤ نہیں ملتا۔ اس لیے مولانا نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کر رکھی تھی کہ میں جس وقت گاؤں میں آؤں تو سب سے پہلے اپنا سبق پڑھ لو۔ چاہے عشا بعد چاہے فجر بعد۔ چنانچہ ان کا سبق ایسے ہی ہوتا بھی تھا۔

1946 میں انگریزوں کے خلاف ایک تقریر کو بہانا بنا کر ان کو قید کر دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد ملک آزاد ہو گیا اور وہ رہا کر دیے گئے۔ ہماری آزادی میں ایک بدترین داغ یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی ہے کہ آزادی کے جن متوالوں نے آزادی کے لیے نہ کبھی جان کی پروا کی اور نہ مال کی، آزادی کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ بدستور تختۂ مشق بنے رہے۔ چنانچہ سید گل بادشاہ کو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ عبدالقیوم خان نے گرفتار کروا دیا اور وہ 1954 تک جیل میں رہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آزادی ہی شب گزیدہ سحر تھی۔ بہت سے وہ لوگ جو برطانوی عہد میں مقامی باشندوں کو تختۂ مشق بناتے تھے، آزادی کے بعد بھی بدستور اصحاب اقتدار رہے اور اہل ہند پر مشق ستم کی روایت جو پہلے تھی وہ ان بھی بدستور جاری رہی۔ مولانا کوئی سال ناکردہ گناہی میں جیل میں رہنا پڑا۔

جیل سے رہا ہونے کے بعد وہ پھر اپنی تعلیمی مصروفیات میں لگ گئے۔ آخر عمر میں ان کو بعض عوارض نے گھیر لیا۔ خاص طور پر سوگر کی شکایت ہوگئی تھی۔ انہی سے جوجھتے ہوئے 10 جولائی 1973 میں ان کی وفات ہوگئی۔

مولانا سید گل بادشاہ تحریکی مزاج کے آدمی تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے فعال کارکن تھے۔ تصنیف وتالیف کے لیے درکار یک سوئی ان کو حاصل نہیں تھی لیکن جب وہ پیشاور جیل میں تھے اس زمانے میں انھوں نے تین کتابیں لکھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

1. شاہ ولی اللہ کی چہل حدیث کا اردو ترجمہ
2. قانون وراثت پر ایک کتابچہ
3. درس قرآن وحدیث

مولانا نے یہ تینوں کام پشتو زبان میں کیے اور تینوں مطبوعہ ہیں۔ موخر الذکر کتاب قرآنیات میں ہے اور یہ کتاب بھی پشتو زبان میں ہے اور مطبوعہ ہے۔ (ڈاکٹر عبدالدیان کلیم: صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ترتیب واضافے قاری شمس الرحمٰن نعمان مکتبہ شجاعت، پشاور، 2001، ص 320-318)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد مجاہد خاں

حضرت مولانا محمد مجاہد خاں صاحب الحسینی نوشہروی کے والد کا نام شجاعت خاں تھا۔محلّہ میٹھا خیل نوشہرہ کلاں ضلع نوشہرہ کے رہنے والے تھے۔8 دسمبر 1921 میں آپ کی ولادت اپنے وطن میں ہوئی۔

شہر کے سرکاری اسکول میں مڈل اسکول تک تعلیم حاصل کی۔اس کے ساتھ دادی اماں نے ان کو قرآن مجید پڑھایا اور علاقہ کے ایک بڑے عالم مولانا ناصرالدین سے عربی کی درسی کتابیں پڑھیں۔

1939 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور نو سال تک وہاں پڑھتے رہے۔ 1946 میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی اور 1947 میں دورہ تفسیر مکمل کیا۔

دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی امروہوی اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی وغیرہ سے استفادہ کیا۔مولانا عبدالدیان حکیم نے اساتذہ اور حلقہ دیوبند سے خصوصی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ان حضرات کے ساتھ خصوصی تعلق کی بنا پر فراغت کے بعد بھی خط و کتابت رہی۔یہ خطوط دستیاب ہیں۔پاکستان میں اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیز گل صاحب سے خصوصی تعلق تھا۔وفات کے بعد ان کے بعض تبرکات آپ کو دیے گئے جو آپ کے پاس محفوظ ہیں''۔

(ڈاکٹر عبدالدیان کلیم: صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ترتیب و اضافے قاری شمس الرحمٰن نعمان مکتبہ شجاعت، پشاور، 2001،ص336)

دارالعلوم سے فراغت کے بعد دو سال تک برما میں اکیاب کے مدرسہ اشرف العلوم نور اللہ پاڑہ (اکیاب) میں تدریس کی خدمات انجام دیں۔اس کے بعد چھٹیوں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے وطن نوشہرہ تشریف لے گئے لیکن اس درمیان برصغیر کی سیاسی صورت حال بدل گئی۔ملک تقسیم ہو گیا تھا۔راستے محفوظ نہیں رہے تھے۔اس لیے وہ واپس اکیاب (برما) نہیں جاسکے۔پھر بقیہ عمر اپنے وطن نوشہرہ میں بسر کردی۔

قرآنیات:

نوشہرہ میں رہ کر ان کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن کی ترویج واشاعت اور تفسیر قرآن کا رواج ہے۔ان سے پہلے نوشہرہ میں نہ کہیں ترجمہ قرآن ہوتا تھا نہ تفسیر بیان کی جاتی تھی۔انھوں نے باضابطہ تفسیر کا عوامی درس شروع کیا۔مسجد میں تفسیر بیان کرتے تھے اور اس کو بتدریج وسعت دیتے رہے۔حتیٰ کہ نوشہرہ کی کئی مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ان کی کوششوں سے بعض دوسرے حضرات نے بھی درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور مجموعی طور پر نوشہرہ میں قرآن فہمی کا ماحول پیدا ہو گیا۔

مولانا عبدالدیان حکیم نے لکھا ہے۔

> ''حضرت مولانا مجاہد خاں الحسینی پہلے عالم ہیں کہ جنھوں نے قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر کی طرف توجہ دی اور نوشہرہ کلاں کی مختلف مساجد میں سالہا سال تک قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر پڑھایا اور لوگوں میں قرآنی علوم کی تڑپ پیدا کی۔آج الحمداللہ مختلف مساجد میں خطیب حضرات قرآن مجید کی خدمت کررہے ہیں۔'' (ایضا،ص ۳۳۷)

نوشہرہ میں ایک مدرسہ تحسین القرآن ہے۔اس مدرسہ میں وہ مستقل درس قرآن دیتے تھے اور ساتھ ہی جمعیۃ علماء اسلام کے امیر تھے۔(یہ ۱۰،مارچ ۱۹۹۵ تک کے احوال ہیں)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی

حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن نامؔی ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ میں بہرائچ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام شاہ نور محمد تھا، وہ نقشبندی مجددی صوفی تھے۔اور اپنے وقت میں بہرائچ کے معروف صوفی اور نہایت مقتدر ہستی جانے جاتے تھے۔

مولانا محفوظ الرحمٰن کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہوئی۔قرآن مجید اور ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔اس کے بعد اعظم گڑھ مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ لیا۔مشہور محدث مولانا حبیب الرحمٰن سمیت بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا۔۱۹۲۵ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔چار سال وہاں تعلیم حاصل کی۔۱۹۲۹ میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے ان کے معروف اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی اور مولانا ابراہیم بلیاوی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے الہ آباد بورڈ سے مولوؔی، عالؔم، فاضؔل کے امتحانات بھی دیے جو اس زمانے کے لحاظ سے جدید تعلیم تصور کیے جاتے تھے اور ان کی بنیاد پر سرکاری محکموں میں تقرریاں ہوتی تھیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ابھی میدان عمل میں توسن خیال کی رفتار کا نظام ہی مرتب کر رہے تھے کہ والد محترم کا سانحہ وفات پیش آ گیا۔چوں کہ وہ اس علاقہ کی بہت محترم شخصیت تھے اس لیے شہر کی جامع مسجد میں ان کے لیے تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مولانا مرحوم کے اوصاف حمیدہ اور قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ حضرت کی یاد میں ایک دینی ادارہ قائم کیا جائے جو آپ کے مشن کو نہ صرف باقی رکھے، بلکہ مزید استحکام عطا کرے چناں چہ اسی مجمع میں موجود شہر کی ایک موقر شخصیت جناب الحاج خواجہ خلیل احمد شاہ صاحب مرحوم نے ''قیام مدرسہ'' کی تجویز رکھی جس کی تائید دیگر معززین

toobaa-elibrary.blogspot.com

شہر نے کی۔اس لیے حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ نے مخلصین ومعززین شہر کی تجویز اور اپنی دیرینہ آرزو وخواہش کے مطابق یکم ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء بروز اتوار جامع مسجد ہی کے صحن میں صرف دو طالب علموں سے جامعہ مسعودیہ کی بنیاد رکھی یہ دو طالب علم حضرت مولانا حافظ حبیب احمد صاحب اعمیٰ محلّہ گدڑی، حضرت مولانا حافظ عزیز احمد صاحب محلّہ اکبرپورہ تھے۔

مولانا محفوظ الرحمٰن نے پھر اپنی بقیہ زندگی اسی ادارے کو ترقی دینے اور اس علاقے میں تعلیم وتعلم کو فروغ دینے میں لگادی۔ یہ مدرسہ بھی ان کی سرپرستی میں ترقی کے منازل طے کرتا رہا انھوں نے تعلیم کے ساتھ مدرسہ میں صنعت وحرفت کا شعبہ بھی قائم کیا، تاکہ طالبانِ علوم نبوت فراغت کے بعد قوم پر بار بنے بغیر کسب حلال کے ذریعہ خود کفیل ہوسکیں، اس سلسلے میں، پارچہ بافی، کارپنٹری، جلد سازی، جوتا سازی کا کام شروع کرایا، آخری دونوں کام سال ڈیڑھ سال میں بند ہوگئے، لیکن جوتا سازی کا شعبہ کافی دنوں تک جاری رہا اور بہت سے طلبہ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔اسی طرح مولانا نامیؒ نے جامعہ کا الحاق عربی فارسی بورڈ سے کرایا جس کے امتحانات میں طلبہ شریک ہوتے اور امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے اور جامعہ کو گورنمنٹ سے ایڈ بھی ملتی تھی۔

آزاد انٹر کالج:

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نے علاقے میں عصری تعلیم کے فروغ کے لیے ''مولانا آزاد نور العلوم ہائی اسکول'' کے نام محلّہ قاسم پورہ شہر بہرائچ میں ایک کالج کی بنیاد رکھی، جو فی الحال آزاد انٹر کالج کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

تحریک قرآن فہمی:

ہمارے موضوع سے متعلق مولانا کا اصل کارنامہ ان کی قرآن فہمی کی تحریک ہے۔ان سے پہلے مولانا ابو محمد مصلح نے بھی اسی طرح کی تحریک چلائی تھی۔اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور مولانا محفوظ الرحمٰن کی اس تحریک کے بھی اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر کی انہی خدمات ومساعی کا اثر ہے کہ آج ہر شخص قرآن پڑھ سکتا ہے ورنہ دنیادار علما

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے ایسی فضا قائم کر رکھی تھی کہ قرآن کو سمجھنے یا اس میں غور وفکر کرنے سے لوگ ایسے ڈرتے تھے کہ جیسے کوئی گناہ کر رہے ہوں اور اگر قرآن کا ترجمہ پڑھ لیا تو گمراہ ہو جائیں گے۔

مولانا نامی نے قرآن فہمی اور قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے لیے رحمانی قاعدہ عربی و اردو، معلّم القرآن اور مفتاح القرآن کے پانچ حصے مرتب کیے ان میں مختصر نحوی صرفی قواعد بھی تھے مثالیں سب قرآن مجید سے دی گئی تھیں تاکہ اس کے ذریعہ مسلم بچوں میں آسان طریقہ پر کم وقت میں قرآن فہمی اور ترجمہ قرآن کی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک ایک کر کے ضلع بہرائچ ودیگر اضلاع میں اس نصاب کو جاری کرایا، اس کو مزید وسیع کرنے کے لیے انھوں نے دوسرے صوبوں کا بھی دورہ کیا، بحمد للہ اس کے بہت اچھے نتائج مرتب ہوئے۔

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی نے فہم قرآن کو عام کرنے کی تحریک چلائی اور تعلیم کو عام کرنے کے لیے ادارے قائم کیے ان کی یہ حسنات آج بھی باقی ہیں۔ لیکن وہ خود انہی کاموں کی نشر واشاعت میں شہر شہر گھومتے رہے۔ بلکہ انھوں نے عورتوں خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ عورتوں میں اس نصاب اور فہم قرآن کی اس تحریک کو عام کرنے کے لیے ایک جدید تعلیم یافتہ خاتون سے نکاح بھی کیا تھا۔ بہرحال انھوں نے اس میں اپنا سب کچھ لگا دیا اور اسی راہ میں صرف ۵۰ سال کی عمر میں ۷ انومبر ۱۹۶۳ میں مولانا کی وفات ہوگئی۔

مولانا کی مفتاح القرآن ایک درسی کتاب کی حیثیت سے آج بھی رائج ہے اور ہند و پاک میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مولانا محفوظ الرحمٰن نامی نے مفتاح القرآن کے نام سے جو قرآنی نصاب مرتب کیا ہے ایسا آسان، سلیس، اور عمدہ نصاب ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اسے بیک وقت مدارس عربیہ کے ابتدائی درجوں، پرائمری اسکولوں، تعلیم بالغان کے اداروں اور تعلیم النساء کے مدارس میں جاری کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف دو ڈھائی سال میں ترجمہ قرآن پر عبور حاصل ہو سکتا ہے بلکہ صرف ونحو کے ضروری قواعد بھی طبعی تدریج کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتھ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔'' (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی: نقد ونظر ص:۹۴)

مولانا عتیق احمد بستوی نے مفتاح القرآن کی جدید اشاعت پر تقدیم لکھی ہے، اس میں انھوں نے اس نصاب کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھا ہے۔

''حضرت مولانا نامی رحمہ اللہ نے بڑے غور وخوض کے بعد اپنے تعلیمی تجربات کی روشنی میں فہم قرآن کا مکمل کورس تیار کیا۔ یہ کورس رحمانی قاعدہ عربی اور اردو سے شروع ہوکر مفتاح القرآن حصہ پنجم پر مکمل ہوتا ہے۔ قرآن کے ذریعے عربی سکھانے کا یہ بہت کامیاب کورس ہے جو مختلف مقامات پر آزمایا گیا ہے اور کامیاب رہا۔ اب بھی مفتاح القرآن کے مختلف حصے دنیا کے مختلف ملکوں میں مدارس اور اسکولوں میں شامل نصاب ہیں۔

(مولانا محفوظ الرحمٰن نامی: مفتاح القرآن، مکتبہ معہد الشریعہ لکھنؤ، ۲۰۱۹ ص:۷-۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد مسلم عثمانی

مولانا محمد مسلم عثمانی کی ولادت 1894 میں دیوبند میں ہوئی۔ان کے والد کا نام مولانا محمد اکرم عثمانی تھا۔گھریلو ماحول دینی و مذہبی تھا۔تعلیم وتربیت دارالعلوم میں ہوئی۔ مولانا انورشاہ کشمیری اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ان کے مخصوص اساتذہ میں تھے۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ان کی تصنیف برہان التنزیل میں 1924 سے 1946 تک جن مدارس میں انھوں نے خدمات انجام دیں،ان کی تفصیلات ہیں اور کتاب کے سرورق پر نام کے ساتھ استاد دارالعلوم دیوبند لکھا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دارالعلوم میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

تقسیم ملک کے سانحے میں پاکستان چلے گئے اور پرانی انارکلی میں دارالعلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔مولانا کی عمر اگرچہ زیادہ نہیں ہوئی تھی لیکن مہلت عمر اتنی ہی تھی۔1950 میں ان کا انتقال ہوگیا۔

مولانا محمد مسلم عثمانی نے حدیث اور مناظرہ میں بھی کتابیں لکھیں۔ان کی درج ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں:

۱۔برہان التنزیل

۲۔دافع الشبہات

۳۔حیات فضلیہ

۴۔مسلم پاکٹ بک (ردمرزائیت پر

۵۔شرح الطحاوی (زیرطبع)(۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنیات:

قرآنیات میں ان کا اہم کام برہان التنزیل ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد کام ہے۔ اس میں دوسو سے زیادہ عقلی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ 266 صفحات کی اس کتاب کو مصنف نے کئی فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ابتدا میں الہامی کتابوں کی من جملہ خصوصیات بیان کرنے کے بعد پہلی فصل قائم کی ہے۔ اس میں قرآن کی پیش گوئیوں کا بیان ہے۔ اس میں 92 پیشین گوئیوں کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد ایسی آیات کا ذکر ہے جن میں دوسروں کے دل کا بھید کھولا گیا ہے۔ اس کے بعد ایسی آیات کا تذکرہ ہے جس میں دشمنوں کی خفیہ چالوں کو افشا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کے مثل لانے کے چیلنج کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد ایک باب میں انسانی فطرت ومزاج سے متعلق قرآنی فیصلوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ پھر اعمال اور ان کے اثرات کا بیان ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی خصوصیات، پھر قرآن میں مذکور تاریخی صداقتیں اور اسی طرح کے متعدد امور کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق جو بھی امکانی دلائل قرآن کی روشنی میں ہو سکتے تھے، مصنف نے تقریباً تمام جمع کر دیے ہیں۔ یہ اپنے موضوع کی بہترین کتاب ہے۔

حواشی:

(۱) مولانا مسلم عثمانی: برہان التنزیل، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، ۱۹۹۰ص ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی

مولانا ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی ماضی قریب کے ایک بڑے محقق اور علم حدیث کے ماہر ہیں۔ خاص طور پر تاریخ حدیث پر ان کو بڑا ادرک حاصل تھا۔ حدیث کی روایت اور احادیث کے مجموعوں کی تحقیق ان کا میدان اختصاص رہا ہے اور اس موضوع پر انھوں نے کئی اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی ۱۳۵۰ مطابق ۱۹۳۰ میں ضلع اعظم گڑھ کے مقام مئو میں پیدا ہوئے (بعد میں یہ مقام خود بھی ضلع بن گیا) دینی تعلیم کی تکمیل دار العلوم دیو بند سے کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے جامعۃ الازہر مصر تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایم اے کی سند حاصل کی۔ مصر سے ہندوستان واپس آئے۔ پھر بہ سلسلہ ملازمت قطر تشریف لے گئے۔ وہاں قطر پبلک لائبریری میں لائبریرین کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ کتب خانے تو باب العلم ہوتے ہیں اگر ذوق مطالعہ بھی ہو تو علم و تحقیق کی منزل آسان ہو جاتی ہیں۔ مولانا نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ ساتھ ہی اس کی بھی کوشش کرتے رہے کہ تعلیم کا سلسلہ جو ایم اے کے بعد رک گیا تھا، اس کو پی ایچ ڈی تک پہنچایا جائے۔ اس سلسلے میں ان کی کوششیں جلد ہی بار آور ہوئیں اور کیمبرج یونیورسٹی میں ریسرچ کے لیے ان کا داخلہ ہو گیا۔ انھوں نے دراسات فی الحدیث النبوی کے موضوع پر اپنا مقالہ انگریزی میں لکھا۔ یہ مطبوعہ ہے۔ اس کا عربی ترجمہ بھی عام طور پر دستیاب ہے۔

تاریخ حدیث کے موضوع پر مولانا کا یہ مقالہ اپنے موضوع کی اب تک کی سب سے جامع کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے تدوین حدیث کے مراحل میں خاص طور پر تحریر کے نمونے جمع کیے ہیں۔ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد دوبارہ قطر تشریف لے آئے اور اپنی سابقہ ملازمت پر کام کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دن کے بعد جامعہ ام القریٰ میں استاد اور اس کے بعد

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۹۷۳ میں کنگ سعود یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہاں سے ۱۹۹۱ میں ریٹائر ہوئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے ساری عمر حدیث کی خدمت کی، ان کی خدمات حدیث کے سلسلے میں ۱۹۸۰ میں ان کو فیصل ایوارڈ بھی ملا۔ انھوں نے حدیث میں کئی نادر کام کیے۔ کاتبین وحی پر ان کی کتاب ہے۔ حدیث کی متعدد کتابوں کی تخریج بھی کی ہے مغازی موسی بن عقبہ کی تحقیق کی ہے۔ اصول حدیث، تحمل حدیث اور سماع حدیث سے متعلق ان کے کام بڑی تحقیقی نوعیت کے ہیں۔

حدیث میں ان کے ان کاموں کے علاوہ ان کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ مستشرقین کا رویہ یہ رہا ہے کہ وہ اسلام پر مسلمانوں کی تحقیقات کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا کی کتابوں کی علمی و تحقیقی حیثیت کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کا ایک اور قابل قدر کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے حدیث کے ایک بڑے ذخیرے کو کمپیوٹرائز کیا۔

مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تقریبا ۹۰ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۹ مطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۱۷ میں وفات ہوگئی۔

علم حدیث کی خدمت کے علاوہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کی جمع وتدوین سے متعلق ہے۔ یہ کتاب بعض مستشرقین کے جواب میں لکھی گئی تھی اس لیے یہ انگریزی میں لکھی۔ اس کا نام ہے:

History of the Quranic text from revelation to the compilation:A comparative Study with the Old and New tastament

اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے، جو ''تاریخ النص قرآنی من الوحی الی التدوین: دراسة مقارنة مع العهد القديم و الجديد'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا کی یہ کتاب قرآنیات کے باب میں غیر معمولی کارنامہ ہے۔ اس میں تدوین قرآن پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جواب ہیں۔ کتاب نہایت عالمانہ اور تحقیقی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔مستند حوالوں سے مزین ہے۔

دراصل مستشرقین پہلے سامراجی قوتوں کے ذریعہ اور پھر سرمایہ دارانہ قوتوں کے ذریعہ خاص طور پر مسلمانوں کو ہر میدان میں نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔اسلام کے اوپر ان کے اعتراضات کا ایک طویل اور غیر مختتم سلسلہ ہے۔جس کے بار بار جواب بھی علما نے دیے لیکن پھر وہی اعتراضات نئے قالب لے آتے ہیں۔ایک معروف اعتراض قرآن مجید کی تاریخ پر بھی وارد کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید تاریخ کے ادوار میں لفظی تبدیلیوں اور تحریفات کا شکار ہو گیا۔اور اب جس کو مسلمان کلام الٰہی کہتے ہیں، وہ اپنی ابتدائی شکل میں محفوظ نہیں رہا۔ایک مغربی مصنف ٹوبی لسٹر نے اپنے ایک مقالے 'قرآن کیا ہے' میں اسی طرح کے لغو اعتراضات کیے اور زبان کی تحریف کو معروضیت کا نام دے کر خود تحریفات اور یک طرفہ مطالعے کی مثال پیش کی۔ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کو اس کا جواب لکھنے کی خواہش ہوئی اور انھوں نے اس کا مفصل جواب تحریر کیا، جو کم و بیش چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب میں نزول قرآن کے عہد میں قرآن مجید کی تحریری حفاظت اور اس کے ساتھ قرآن مجید کو حفظ کرنے کی روایت کو پیش کیا اور بتایا ہے کہ یہ تسلسل ہر زمانے میں قائم رہا۔اس طرح قرآن مجید تواتر طبقہ سے ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا۔قرآن مجید میں اگر کہیں قراءت یا رسم الخط کا بھی اختلاف ہے تو اس کی تفصیل تاریخ کے صفحات پر مرتسم ہے۔انھوں نے قرآن مجید کے قدیم تاریخی نسخوں کو اپنی بات کے لیے بطور دلیل پیش کیا۔

چوں کہ یہ اعتراض زیادہ تر عیسائی مصنفین کرتے ہیں اس لیے ایک حد تک اس کے الزامی جواب کے طور پر عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید سے موازنہ بھی کیا گیا ہے۔اس سے مغرب کے اس دہرے معیار کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے کہ جب اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو رخ انور کا حسین تل بھی ان کو داغ نظر آتا ہے اور جب اپنی طرف نگاہ کرتے ہیں تو شب تار میں موہوم ستارے کی جھلک بھی مہر منور سے کم نظر نہیں آتی۔

کتاب کے اس الزامی پہلو سے قطع نظر اس کی تحقیقی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔اس موضوع پر ابھی تک اس انداز کی تحقیق سامنے نہیں آئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کُتاب النبی

سیرت نبوی کی کتابوں میں عام طور پر کاتبین وحی کی ایک اصطلاح رائج ہے۔لوگ اس سے واقف ہیں۔کاتبین وحی ان صحابہ کو کہا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی کتابت کی تھی۔ایسے صحابہ کی تعداد عام طور پر چالیس بتائی جاتی ہے۔مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے ایک تو اصطلاح نئی یعنی کتاب النبی استعمال کی۔ دوسرے اس میں تقریبا ۶۰ صحابہ کے بارے میں لکھا ہے جو رسول اللہ صلی وسلم کے لیے تحریری کام کیا کرتے تھے۔ان کاموں میں سب سے اہم کام وحی لکھنا تھا،اس کے علاوہ خطوط، معاہدات، فرامین، تقاریر وغیرہ لکھتے تھے۔ضمنی طور پر یہ کتاب بھی قرآن مجید کی خدمت ہے،اس لیے اس کا یہاں تذکرہ کیا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا مطیع الحق پیامی

مولانا مطیع الحق پیامی دیوبند کے رہنے والے تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ان کے حقیقی خالو تھے۔

مولانا مطیع الحق کی پوری تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

مولانا مطیع الحق نے اپنی عملی زندگی کا آغاز فیروز پور چھاؤنی میں اسلامیہ ہائی اسکول میں تدریس سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد 1942 میں انھوں نے لاہور میں ایک مدرسہ ضیاء العلوم کے نام سے قائم کیا۔ اس کے لیے کچھ زمین خریدی اور 'مسجد ضیاء' تعمیر کی اور اس کے بعد یہاں باضابطہ درس نظامی کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن تقسیم ملک کے ہنگامے کے وقت وہ اتفاق سے دیوبند میں تھے۔ اس میں یہ مدرسہ بند ہو گیا۔ بعد میں جب وہ مستقل لاہور پہنچے تو انھوں نے مروجہ تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا دوبارہ آغاز کیا اور اس مدرسے کو اسکول کی شکل دی۔ اس میں مڈل اسکول تک تعلیم ہوتی تھی اور اس کا مکمل نصاب مولانا مطیع الحق کا لکھا ہوا تھا۔ یہ ادارہ رفاہی تھا یعنی اس میں طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔

مولانا مطیع الحق پیامی نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سکریٹری رہے۔ دعوت و تبلیغ اور مناظرہ وغیرہ بھی کرتے رہے۔ خاص طور پر قادیانیوں سے آپ کے مناظرے ہوئے۔ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے ضیاء العلوم کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ یہ رسالہ بہت عرصہ تک جاری رہا اور اپنے وقت کے مقبول رسالوں میں تھا۔

مولانا مطیع الحق کی وفات پر ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا۔ اس میں مولانا کے بارے میں تعزیتی مضمون میں لکھا تھا: ''حضرت موصوف مسلمان

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچوں کی ایک نسل کے استاد ہیں۔ انجمن حمایت اسلام کے مدارس میں مروجہ تعلیم کے ساتھ وہ مسلمان بچوں کو احکام خداوندی اور فرامین نبوی سے روشناس کراتے رہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد حضرت موصوف نے عزلت نشینی پسند نہ کی بلکہ تعلیم طفلان کی سنگلاخ زمین میں علم وعرفان کی آبیاری فرماتے رہے۔'' (7 جون 1957)

قرآنیات:

مولانا مطیع الحق پیامی نے کافی تحریری سرمایہ چھوڑا لیکن سب ہماری دسترس میں بھی نہیں ہے اور زیادہ تر کام نصابی نوعیت کا ہے جس کی افادیت وقت کی رفتار کے ساتھ مضمحل ہو جاتی ہے۔

تاہم قرآنیات پر ان کی ایک تحریر دستیاب ہے۔ یہ دراصل ان کے رسالے ضیاء القرآن کا قرآن نمبر ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ بھی انھوں نے قرآن تعلیمات کی اشاعت کے لیے جاری کیا تھا۔ اس رسالے کے قرآن نمبر کے مشخصات اس طرح ہیں:

''ماہنامہ ضیاء القرآن لاہور نمبر میں ۱۹۵۶ رمضان المبارک ۱۳۷۵ مدیر محمد مطیع الحق پیامی قاسمی۔ جلد اول شمارہ ۵ ضخامت ۵۶''

اس شمارے کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

نظم، حفیظ اللہ خان منظر۔ فاتحۃ الکتاب، نظم، محمد یوسف۔ افادات القرآن، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی۔ غریب کی روٹی اور قرآن، مدیر۔ قرآن مجید اور مسلمان کی مشکلات کا حل، حضرت مولانا احمد علی۔ اسرار نماز و قرآن، مولانا عبدالحمید سروش۔ عید الفطر، مولانا ابوالکلام آزاد۔ عید الفطر کی رات اور عید الفطر کا دن، مدیر۔ الا اللہ، مدیر۔ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدیر۔ مسلمان کی زندگی، مدیر۔ تفسیر القرآن، مدیر۔ ارشادات آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے اکابر، مدیر۔ ضروریات دین، مدیر۔ فتاوی، دار العلوم دیوبند۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قاضی مظہر حسین

مولانا قاضی مظہر حسین پنجاب میں چکوال ضلع کے ایک گاؤں بھیس کے رہنے والے تھے۔ان کی ولادت اکتوبر ۱۹۱۴ میں ہوئی۔ان کے والد مولانا قاضی کریم الدین دبیر بھی عالم فاضل تھے۔اپنے دور کے جید علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔قادیانی اور روافض کے خلاف ان کے مناظروں کی بڑی شہرت تھی۔ان موضوعات پر ان کی مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ان کے مناظرے بڑے مشہور تھے اور اہل سنت کے موقف کے دفاع میں انھوں نے پوری عمر صرف کردی۔

قاضی مظہر حسین نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال سے 1928 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد ان کو درس نظامی کی تکمیل کا شوق دامن کشاں ہوا تو دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد اس سلسلے کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔1939 میں دارالعلوم سے سند فضیلت حاصل کی۔دارالعلوم میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شمس الحسن افغانی اور مفتی محمد شفیع جیسے اکابر سے انھوں نے استفادہ کیا۔(ابوالعمار زاہدالراشدی: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، مشمولہ روزنامہ 'اسلام' لاہور، یکم فروری ۲۰۰۴)

مولانا قاضی مظہر حسین بنیادی طور پر مناظر تھے۔اپنے والد کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے انھوں نے بھی دفاع اہل سنت کو ہی مقصد حیات بنایا اور مناظرے بھی کیے اور کتابیں بھی لکھیں۔مختلف اسلامی فرقوں یا جماعتوں اور قادیانیت کے رد میں انھوں نے کم وبیش پچاس کتابیں لکھیں۔حق چار یار کے نام سے انھوں نے خود بھی ایک رسالہ جاری کیا تھا۔ان کے علاوہ مختلف رسائل وجرائد میں ان کے مقالات بھی شائع ہوتے رہے۔

مولانا قاضی مظہر حسین نے طویل عمر پائی۔کم وبیش ۹۰ سال کی عمر میں ۲۶ جنوری

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۰۰۴ میں ان کی وفات ہوگئی۔(مقدمہ تحریف القرآن از محمد عبدالجبار سلفی، ص ۱۶، ادارہ مظہر التحقیق لاہور، بدون سنہ)

قاضی مظہر حسین نے قرآنیات کے حوالے سے باضابطہ صرف ایک کتاب لکھی ہے۔اس کتاب کا نام ہے 'تحریف القرآن'۔یہ کتاب انھوں نے دراصل اپنے ایک استاد مولانا شمس الحق افغانی کے حوالے سے لکھی ہے۔اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ مولانا شمس الحق افغانی نے علوم القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جوان کے 40 سالہ غور وتدبر اور مطالعہ کا نتیجہ تھی۔ یہ کتاب بہت مشہور ہے۔اس کتاب میں حفاظت قرآن کے تحت انھوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت پر تمام مسلمان حتیٰ کہ شیعہ بھی متفق ہیں۔شیعوں کا مذہب بھی وہی ہے جو عام مسلمانوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے۔

قاضی مظہر حسین کی رائے دوسری تھی اس لیے انھوں نے یہ کتاب لکھی۔اس میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ حضرات قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔کتاب مناظرانہ انداز کی ہے لیکن اس کتاب میں اس موضوع پر لکھی گئی بہت سی پرانی کتابوں کا تذکرہ آگیا ہے جو تحقیق کے نقطہ نظر سے اہم دریافت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شمس العلما مولوی سید ممتاز علی

مولوی سید ممتاز علی اپنے دور کی معروف شخصیت کے مالک تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی طالب علموں میں سے تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے شاگرد اور حضرت شیخ الہند کے ساتھی تھے۔ اردو کے نامور ادیب سید امتیاز علی تاج ان کے بیٹے تھے۔ سید ممتاز علی اصلاً دیوبند ہی کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد سید ذوالفقار علی برطانوی حکومت میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ اس لیے ان کے تبادلے مختلف علاقوں میں ہوتے رہتے تھے۔

27 ستمبر 1860 میں راولپنڈی، صوبہ پنجاب میں سید ممتاز علی کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آبائی وطن دیوبند میں حاصل کی۔ پھر راولپنڈی میں اپنے والد کے پاس چلے گئے، یہاں عربی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ اسی دوران میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اس لیے دوبارہ دیوبند آ گئے اور دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم کے ابتدائی فضلا میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کچھ عرصے بعد والد کا تبادلہ فیروز پور ہو گیا۔ یہاں انھوں نے سید ممتاز علی کو بھی بلا لیا اور ان کو انگریزی تعلیم دلا کر میٹرک کا امتحان دلایا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیا۔ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کی۔ غالباً بی اے کا امتحان مکمل نہیں کر پائے تھے۔

تعلیم کا سلسلہ روک کر انھوں نے چیف کورٹ لاہور میں مترجم کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ عرصے بعد بیماری کی وجہ سے ملازمت ترک کرنی پڑی۔ صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ ملازمت کی۔ لیکن شاید طالع بیدار ان کو ملازمت کی تنگنائیوں سے نکال کر علم و ادب کی دنیا کا روشن مینار بنانے پر مصر تھا۔ بہرحال ملازمت ترک کر کے رفاہ عام کے نام سے ایک پریس قائم کیا۔ اسی کے ساتھ دارالاشاعت پنجاب کے نام سے ایک مکتبہ اور تہذیب نسواں کے نام سے ایک زنانہ اخبار جاری کیا۔ اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

علاوہ شیر مادر اور بچوں کے لیے پھول کے نام سے رسالہ جاری کیا۔اپنی پریس اور رسالوں کے ذریعے خدمت علم وادب کرتے رہے۔

سید ممتاز علی کے اپنے معاصر تمام اکابر سے بہت اچھے روابط تھے، علامہ اقبال سے دوستی تھی۔اپنے عہد میں علم وادب کے نمائندہ ستارے رہے۔15 جون 1935 میں لاہور میں آپ کی وفات ہوئی اور تدفین دیو بند کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔(افضل قریشی، تقدیم اشاریہ مضامین القرآن، الفیصل، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۸ جلد ا ص: ۷تا۸)

(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ جلد ۲ ص: ۷۵۲۔۷۵۵)

سید ممتاز علی زبردست صحافی تھے کئی رسالے نکالے۔دیو بند کے فضلا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے جدید علوم بھی حاصل کیے۔ان کی تصانیف کی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے۔جن میں کئی عربی سے ترجمہ ہیں، ابھوں نے امام غزالی کے مشہور کتاب المنقذ من الضلال کا اردو ترجمہ بھی کیا اور ابن قیم کی زاد المعاد کا بھی ترجمہ کیا۔

قرآنیات میں ان کی ایک کتاب ہے اس کا نام ہے تفصیل البیان فی مقاصد القرآن۔یہ قرآنی مضامین کا اشاریہ ہے۔مصنف نے قرآنی مضامین کے اشاریے میں پانچ ہزار سے زیادہ عنوان لگائے ہیں اور آیات کے مکمل حوالے دیے ہیں۔(ایضا ص:۱۱)

سید ممتاز علی نے تفصیل البیان فی مقاصد القرآن پر اپنے طویل مقدمے میں کتاب کے طریقہ تصنیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

> ''میں نے ارادہ کیا کہ قرآن مجید کے جملہ مضامین پر نظر کر کے ہر مضمون کی تمام آیات کو ایک مخصوص عنوان کے ماتحت مرتب کر دیا جائے۔چنانچہ میں نے قرآن مجید کو اول سے پڑھنا شروع کیا اور ہر آیت کی نسبت یہ سوچا کہ یہ آیت کس موضوع کے تحت آسکتی ہے۔جس جس موضوع کے تحت آنی مناسب پائی گئی اس کے تحت لکھ دی۔میں نے کام شروع کرنے کے لیے چند بہت مشہور موضوع اپنے سامنے رکھ لیے تھے لیکن جب کوئی آیت ایسی آتی جو ان موضوعوں کے تحت نہیں آسکتی تھی تو اس کے لیے نیا موضوع یعنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

عنوان قائم کرلیا جاتا تھا اور وہ آیت اس کے ذیل میں لکھ دی جاتی تھی۔اس طرح یہ عمل انتخاب قرآن مجید کی ہر آیت کے متعلق کیا گیا۔یہاں تک کہ جملہ آیات مضمون وار مرتب ہوگئیں۔اس مجموعے کی ضخامت قرآن مجید سے بھی زیادہ ہوگئی۔یہ اس لیے کہ ایک دفعہ تو ہر آیت یوں لی گئی جس سے اس میں پورا قرآن مجید آ گیا مگر بہت سی آیات کے کئی کئی پہلو نکلتے تھے وہ دو بارسہ بار مختلف عنوانوں کے تحت لانی پڑی۔'' (ایضاً ص:۱۹)

اس مجموعے میں انھوں نے حسب ذیل ے بنیادی عنوانات لگائے ہیں:

کتاب العقائد

کتاب الاحکام

کتاب الرسالت

کتاب المعاد

کتاب الاخلاق

کتاب بدءالخلق

کتاب القصص

یہ مجموعہ قرآن مجید کے مضامین کی ایک جامع فہرست ہے۔اس کے ساتھ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام آیات کا ترجمہ مولانا ممتاز علی نے خود کیا ہے،اس طرح یہ قرآن مجید کا مکمل ترجمہ بھی ہے اور آیات کے مضامین کے مطابق فہرست بھی۔اس میں ترجمہ کی ترتیب عام قرآنی ترتیب کے مطابق نہیں ہے،اس لیے اس کو عام طور پر تراجم قرآنی میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن بہرحال یہ ترجمہ ہے اور بامحاورہ ترجمہ ہے۔اگرچہ اس کا آخری حصہ مصنف مکمل نہیں کر پائے تھے،ان کی وفات کے بعد مولانا نجم الدین سیوہاروی نے اس کو مکمل کیا۔اس ترجمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے پیر سید مشتاق علی نے لکھا ہے:

''یہ ترجمہ قرآن کی توقیفی ترتیب کے مطابق نہیں ہے لیکن مکمل ہے۔ مترجم نے قرآن مجید کے علوم ومضامین کی ایک فہرست تفصیل البیان فی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقاصد القرآن کے نام سے برسوں محنت ومشقت کر کے ترتیب دی تھی ۔ یہ ترجمہ اسی فہرست کے ضمن میں گیلانی پریس سے ۱۳۴۹ میں شائع ہوا۔ ترجمہ ابھی نامکمل تھا کہ مؤلف کا انتقال ہو گیا باقی کا کام مولانا نجم الدین سیوہاروی نے مکمل کیا۔ یہ کتاب پہلے چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی ،اب دو جلدوں میں دہلی سے شائع ہوئی ہے۔'' (پیر سید مشتاق علی شاہ: علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک، مکتبہ فاروقیہ، گوجرانوالہ، ۲۰۰۱ص ۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا مناظر احسن گیلانی

مولانا مناظر احسن گیلانی یکم اکتوبر ۱۸۹۲ کو اپنے ننیہال استھاواں ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ابوالخیر تھا۔ چچا ابونصر ایک عالم دین تھے۔ ان کی ہی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد راجستھان کے شہر ٹونک کے مدرسہ خلیلیہ میں داخل ہوئے۔ یہاں مولانا برکات احمد ٹونکی جیسے یگانہ روزگار سے منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ ٹونک میں مولانا کا قیام تقریباً ساڑھے سات سال رہا۔ اس کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۴ میں، دورہ حدیث سے فارغ ہو گئے۔ یہاں ان کے اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی عزیز الرحمٰن جیسے اساطین علم و ادب شامل تھے۔

فراغت کے بعد مولانا نے کچھ دن دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۱۷ میں حیدر آباد میں ان کا تقرر ہو گیا، اس لیے حیدر آباد چلے گئے۔ یہاں ۱۹۴۹ تک دینیات کے استاد رہے۔ عثمانیہ یونی ورسٹی میں صدر شعبہ بھی رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد مولانا اپنے وطن واپس آگئے اور جون ۱۹۵۶ میں اپنے آبائی وطن گیلانی میں مولانا کا انتقال ہو گیا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی بڑے زبردست قلمکار تھے ان کو زمانہ طالبعلمی سے ہی سلطان القلم کہا جاتا تھا۔ یہ لقب زیادہ مشہور نہیں ہوا لیکن ہے ان کی شخصیت پر بہت موزوں۔ موئے قلم کاغذ کو چھو جائے تو علم کا دریا بہنے لگتا ہے اور کیا کیا علوم و معارف اس پر منقش ہوں گے شاید مصنف کو بھی پورا علم نہیں ہوتا۔ موضوع کوئی بھی ہو لیکن کثرت علم اور وسعت مطالعہ ان کی تحریروں میں جلوہ گر ہوتی ہے اور انداز اتنا دلچسپ ہوتا ہے کہ قاری اس سبک سیری میں بہتا چلا جاتا ہے۔

مولانا مناظر احسن کا قلم جتنا رواں تھا اور علم جتنا وسیع تھا، اس کے لحاظ سے ان کا علمی کام کم ہے۔ لیکن ایک شخصیت کے لحاظ سے ان کا کام بہت زیادہ ہے۔ ایک شخص کے لیے اتنا متنوع، کثیر الجہات اور اعلیٰ تحقیقی کام کرنا اسی وقت آسان ہو سکتا ہے جب وہ شخصیت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا مناظر احسن گیلانی کی ہو۔حضرت تھانوی نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ ”مناظر احسن کے سارے مناظر احسن ہیں“(بیس بڑے مسلمان)

مولانا کی تصنیفی خدمات میں کئی کتابوں کو پائیدار شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی جیسے:النبی الخاتم،تدوین حدیث اور ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت وغیرہ۔ ان کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تاریخی،مذہبی اورادبی اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔

ان کی اہم کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) النبی الخاتم
(2) دربار نبوت کی حاضری
(3) سوانحِ قاسمی (3 جلدیں)
(4) احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن
(5) اسلامی معاشیات
(6) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت (2 جلدیں)
(7) ہزار سال پہلے
(8) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی
(9) تدوین حدیث
(10) تدوین قرآن
(11) تدوین فقہ
(12) حضرت ابوذر غفاری
(13) ایک ہندستانی صحابی بابا رتن ہندی
(14) مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ
(15) عبقات اردو ترجمہ
(16) مقالات احسانی
(17) الدین القیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

(18) تذکرہ شاہ ولی اللہ

خاص قرآنیات پر ان کے تین کام بہت اہم ہیں:

۱۔تاریخ تدوین قرآن ۲۔دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال (سورہ کہف کے تناظر میں)

۳۔ادب قرآنی

ان تین کتابوں کے علاوہ تقریبا دو درجن مقالات بھی قرآنیات سے متعلق اور ہیں جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ان میں سے کچھ مقالات کو بعد میں کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔جیسے ادارہ منشورات نے روزہ اور قرآن کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔اس مختصر مضمون میں ان کی دو اہم کتابوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال (سورہ کہف کے تناظر میں) مولانا نے اس عنوان سے ایک قسط وار مقالہ الفرقان میں لکھا تھا جس کی ۲۱ قسطیں شائع ہوئیں۔بعد میں اس کو مرتب کر کے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔یہ کتاب تفسیر کی کتاب نہیں ہے اس کے باوجود قرآن کے ایک خاص نکتے اور حکمت قرآن کی وضاحت پر مبنی ہے۔اس لیے مولانا نے خود بھی اس کو تفسیر کی کتاب تو نہیں کہا لیکن انھوں نے کہا کہ یہ تذکیر بالقرآن کی کتاب ہے۔

مولانا نے اس کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے:

پہلا باب: دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال

دوسرا باب: دجالی فتنہ کے اشارات سورہ کہف میں

تیسرا باب: قصہ اصحاب کہف

چوتھا باب: احکام مندرجہ سورہ کہف

پانچواں باب: تشریحات سورہ کہف

چھٹا باب: موسی وخضر ذوالقرنین اور یاجوج اور ماجوج

ساتواں باب: یاجوجیت اور ماجوجیت

اسی طرح سات ابواب میں انھوں نے سورہ کہف کے حوالے سے عصر حاضر کے المیہ پر روشنی ڈالی ہے۔مولانا نے کتاب کے سرورق پر اس کا تعارف اس طرح لکھا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

”دجالی فتنہ جس میں قدرتی قوانین پر غیر معمولی اقتدار حاصل کر کے بنی آدم کو دین و مذہب سے اسی اقتدار کے آثار و نتائج دکھا دکھا کر باغی بنانے کی کوشش کی جائے گی، اسی فتنہ سے حفاظت کی ضمانت ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قرآن کی جس سورت میں بتلائی گئی ہے، اسی سورت کے مضامین و مشتملات، اسی فتنہ کے آثار کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب میں واضح کیے گئے ہیں۔ ایمانی زندگی کے ساتھ جو جینا چاہتے ہیں اور اسی پر مرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے اس کتاب میں طمانیت و سکینت کا کافی سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔“ (دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال: (سورہ کہف کے تناظر میں) تحقیق جدید: مولانا تقی عثمانی، المیزان، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۳)

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کئی کتابوں میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن یہ تحقیق کی خوبی ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہو۔ زیر نظر کتاب کے مشتملات سے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور یہ ایک قرآنی نکتہ کی اچھی تفہیم ہے۔

تدوین قرآن

تدوین قرآن مولانا مناظر احسن گیلانی کی ایک معروف کتاب ہے دراصل انھوں نے تدوین حدیث پر ایک کتاب لکھی تھی جو بڑی معرکہ آرا کتاب ہے۔ اردو میں اپنے عہد تک اپنے موضوع کی شاید سب سے محققانہ کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے تدوین قرآن پر بھی ایک ضخیم کتاب لکھی تھی۔ ابتدائی شکل میں وہ بجنور کے مشہور اخبار مدینہ میں شائع ہوئی۔ کتابی شکل میں اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آپائی تھی البتہ اس کا ایک خلاصہ ان کے ایک شاگرد مولانا غلام ربانی نے تیار کر دیا تھا۔ اس پر مولانا نے نظر ثانی کی۔ اس کو پسند فرمایا وہی نسخہ مکتبہ برہان، دہلی سے شائع ہوا۔ مولانا نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے، اس کتاب پر اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

”تقریباً تیس چالیس سال کے مسلسل فکر و تامل، تلاش و جستجو کے آخری تحقیقی نتائج اس کتاب میں درج ہیں۔ جن لوگوں نے قرآن کے جمع و ترتیب کے متعلق روایتوں کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنے فاحش

toobaa-elibrary.blogspot.com

اغلاط اور پیچ در پیچ ہمالیائی مغالطوں کے پہاڑوں کو کتنی آسانی کے ساتھ اڑا دیا گیا ہے۔شکوک وشبہات کے سارے بادل پھاڑ دیے گئے ہیں اور ناجائز نفع اٹھانے والوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی گئی ہے۔

حق تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خاکسار کے رفیق محترم مولوی غلام ربانی ایم اے (عثمانیہ) نے اس فقیر سراپا تقصیر کی جگر کاریوں اور دماغ سوزیوں کے نتائج کو بڑے پاکیزہ اسلوب اور دلنشیں پیرائے میں اس کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے۔اگر چہ فقیر نے خود بھی اس عنوان پر مستقل کتاب لکھی ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے میری کتاب کے اس ’جوہری خلاصہ‘ کے شائع ہو جانے کے بعد اب اصل کتاب کی اشاعت کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔کیونکہ اس ضخیم ومبسوط کتاب کے اکثر جوہری حقائق اصولی مشتملات اس مختصر کتاب میں محفوظ ہو گئے ہیں۔حق تعالی مولوی غلام ربانی کی اس محنت کا صلہ دین اور دنیا میں عطا کرے۔‘‘(تدوین قرآن، مکتبہ البخاری، کراچی، ۲۰۰۵ص:۳۴)

ویسے تو یہ کتاب جمع وتدوین قرآن کی کتاب ہے۔لیکن جیسا کہ مولانا کا انداز بیان ہے اس میں مستشرقین کے اعتراضات کے مدلل جواب آگئے ہیں اور مسلمانوں کے ذمہ قرآن کے کیا حقوق ہیں ان کی بھی اچھی تفہیم آگئی ہے۔یعنی یہ کتاب جمع وتدوین قرآن کے ساتھ تعلق مع القرآن کی بھی وضاحت کرتی ہے۔بڑی عمدہ اور پائیدار اہمیت کی حامل کتاب ہے۔اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں کراچی کا ایڈیشن زیادہ اچھا ہے،اس میں حواشی اور مقدمات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور اس ایڈیشن پر مولانا عبدالحلیم چشتی کا پر مغز و مفید مقدمہ بھی ہے، جو دراصل اسی کتاب کی تلخیص ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد منظور نعمانی

مولانا محمد منظور نعمانی اپنے وقت کے جید عالم دین، مناظر، صحافی، ادیب اور دانش ور تھے۔ ساری عمر رشتۂ کاغذ و قلم جواں رکھا۔ بلکہ پیرانہ سالی قلم کے لیے رنگ شباب لے کر آئی اور کئی اہم کام عمر کے آخری حصے میں کیے۔

مولانا ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ کو سنبھل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل میں پھر دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۵ میں سند فراغت حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری سے خصوصی لگاؤ تھا۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد پہلے اپنے وطن میں مدرسہ محمدیہ میں استاد مقرر ہوئے، امروہہ کے مدرسہ چلہ میں بھی استاد رہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے اپنے فرقوں کے درمیان بھی اور غیر مسلم فرقوں کی طرف سے بھی مناظرے کا بازار گرم تھا، مولانا بھی اس میں شامل ہوگئے اور خاص طور آریہ سماجیوں سے مناظرے شروع کیے۔ (تحدیث نعمت ص ۳۷) ان مناظروں کے لیے مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے ہی انھوں نے بریلی سے ماہنامہ الفرقان جاری کیا جو ہنوز جاری ہے۔ (تاریخ دارالعلوم ص، 155)

مولانا منظور نعمانی پختہ قلمکار و جید عالم دین تھے۔ بڑے ادیب تھے۔ تقریباً ۶۵ سال تک الفرقان کے ذریعہ ان کے رشحات قلم شائع ہوتے رہے۔ ان کے علاوہ ان کی تقریباً دو درجن کتابیں بھی ہیں جن میں بعض کتابیں بہت مقبول ہیں۔ خاص طور پر تبلیغی جماعت کی تاریخ پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآنیات پر ان کی ایک کتاب ہے 'قرآن آپ سے کیا کہتا ہے' یہ بہت معروف کتاب ہے۔

مولانا منظور نعمانی نے اس کتاب میں قرآن مجید کے پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔کتاب کے ایک حصہ میں اسلامی عقائد اور ان کی اہمیت، ان کے اثبات کے قرآنی دلائل بیان کیے ہیں، اس کے بعد قرآن کے بیان کردہ فضائل اخلاق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جیسے تقوی، عمل صالح، امانت، عدل وانصاف کا تقاضا وغیرہ۔ساتھ ہی بعض رذائل جیسے کبر اور بخل وغیرہ کی مذمت کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔

پوری کتاب مفید معلومات سے پر ہے۔بادی النظر میں یہ مضامین کا مجموعہ محسوس ہوتی ہے جس میں مختلف مواقع کے مضامین کو موضوعاتی ترتیب سے یکجا کر دیا گیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب باضابطہ تصنیف کی تھی۔چناں چہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''کئی سال پہلے کی بات ہے رمضان المبارک ہی کے ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، یاد نہیں کون سا مقام تھا، بہر حال اس دن طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور دل میں یہ داعیہ بھی اس وقت بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ قرآن مجید کی اس دعوت وتعلیم کو قرآن مجید ہی کے دعوتی اسلوب میں اللہ کے ان بندوں تک پہنچانے کی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی جائے جو بیچارے اس سے نا آشنا ہیں۔اس کی ایک عملی شکل اسی وقت یہ ذہن میں آئی کہ متوسط ضخامت کی ایک کتاب لکھی جائے جس میں قرآنی دعوت وتعلیم کو عنوانات کے تحت اس طرح مرتب کر کے پیش کیا جائے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو اور اس میں اپنی طرف سے کسی دلیل اور بحث کا اضافہ بالکل نہ کیا جائے۔ بلکہ صرف قرآن کی بات قرآن ہی کے سادہ دعوتی اور تذکیری طرز پر اپنی زبان میں کہی جائے البتہ سمجھنے کے لیے جہاں کچھ تشریح اور وضاحت کی ضرورت ہو، وہاں صرف بقدر ضرورت ہی وضاحت اور تشریح کر دی جائے۔اللہ تعالی کی توفیق سے اسی وقت اس کام کے کرنے کی نیت کر لی گئی اور ذہن نے کتاب کا خاکہ بھی بنالیا۔آیات کے جمع وانتخاب کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔رمضان المبارک ہی میں ہو گیا۔'' (قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، ص:۱۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس طرح اس کتاب میں خالص قرآنی اسلوب میں اسلام کی دعوت کو پیش کیا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں ایک عنوان قرآنی خطبات ومواعظ کا ہے، اس میں قرآن مجید کی ان آیات کو جمع کر دیا ہے جن میں پند ونصائح، اسی طرح فضائل اخلاق اور زندگی گزارنے کے اصول ایک ساتھ ذکر کیے گیے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا ناظر حسن دیوبندی

مولانا ناظر حسن دیوبندی اپنے وقت کے معروف عالم تھے۔ان کے والد کا نام امیر بخش اور دادا کا نام ظہور عالم تھا۔دیوبند میں پیدا ہوئے۔دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔1296ھ میں دارالعلوم سے فراغت ہوئی۔اس کے بعد شیخ احمد علی سہارنپوری کی خدمت میں رہ کر حدیث میں مہارت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ریاست چھتاری میں استاد مقرر ہو گئے۔پھر کلکتہ چلے گئے اور وہاں مدرسہ عالیہ میں بہت دن درس دیتے رہے۔اس کے بعد ڈھاکہ کا سفر کیا۔پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی میں پڑھایا، پھر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل ہو گئے۔ڈھاکہ میں ہی ذی الحجہ 1341ھ مطابق جولائی 1923 میں ان کی وفات ہوئی۔

(نزہۃ الخواطر، جلد 8، ص 490)

مولانا ناظر حسن کی دو کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔الفرقان فی قرأۃ ام القرآن اور کشف الغطاعن مسئلہ الربو۔ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ان کے ایک فرزند مولوی محمد تقی بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔اچھی استعداد کے مالک تھے۔ڈابھیل اور مالیگاؤں میں تدریسی خدمات انجام دیں اور آخر میں مدرسہ شاہی مرادآباد کے ناظم مقرر ہو گئے۔

(مشاہیر علماء دیوبند، ص 643، مولانا محمد اللہ قاسمی: دارالعلوم کی جامع و مختصر ترین تاریخ، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، طبع دوم ۲۰۱۶ء ص: ۵۸۱۔۵۸۲)

○

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی دور آخر کے اجلہ صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ان کی ولادت ضلع اعظم گڑھ کے موضع فتح پور تال نرجا میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔قرآن مجید حفظ کیا پھر جامع العلوم کانپور میں فارسی وعربی کی کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیو بند چلے گئے۔وہاں سے ۱۳۳۵ھ میں فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر بقیہ عمر اسی آستانہ سے وابستہ رہے۔حضرت تھانوی نے ان کو خلافت بھی عطا کی۔انھوں نے پہلے اپنے وطن میں، پھر گورکھپور میں، اس کے بعد الہ باد میں قیام فرمایا۔الہ آباد میں اپنی خانقاہ تعمیر کی جس کو بڑی مرجعیت حاصل ہوئی۔ہر قسم کے لوگ عوام، علما اور امرا اس خانقاہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔

۱۳۸۷ھ میں سفر حج کے دوران آپ کی وفات ہوگئی۔بجائے پیوند خاک ہونے کے آغوش دریا میں آخری آرام گاہ تجویز ہوئی۔(تاریخ دارالعلوم ص:۱۲۷ تا ۱۳۰)

شاہ وصی اللہ آبادی نے تصوف وسلوک پر کئی درجن کتابیں لکھیں۔سید محبوب رضوی نے ان کی 29 کتابوں کا نام ذکر کیا ہے(ایضاص ۱۳۰)اب مجموعہ تالیفات شاہ وصی اللہ کے نام سے چھ جلدوں میں ان کی تمام کتابیں شائع ہوگئی ہیں۔ان میں سبھی کتابوں میں قرآن وحدیث کی حکمت و دانش ہے۔البتہ ایک کتاب خاص طور پر قرآنیات سے متعلق ہے جو حسب ذیل ہے:

تلاوت قرآن

تلاوت قرآن ایک مختصر کتاب ہے، جس میں اگرچہ بہت سے علوم ومعارف ہیں۔ تاہم تین باتیں خاص طور پر اہم ہیں۔ایک یہ کہ قرآن مجید کی آیات پر غور وتدبر ضرور کرنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

چاہیے۔علمانے قرآن کے معانی پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔دوسرا یہ کہ تلاوت قرآن مجید خود بہت بڑی نیکی ہے مروجہ اوراد و وظائف کے نام پر یا اس نام پر کہ قرآن کو سمجھا نہیں تو محض الفاظ دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، تلاوت قرآن کو موقوف کروا دینا بہت بڑی بھول ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ قراء حضرات جو محض نام و نمود اور کسب معاش کے لیے تجوید و قرات کی مشق کرتے ہیں اور ان میں خشوع و خضوع اور انابت کا جذبہ نہیں ہوتا ان کو اپنے رویے میں تبدیلی لانی چاہیے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی اہمیت، تلاوت کے آداب وغیرہ بہت سے علوم و معارف اس کتاب میں شامل ہیں۔

اس کتاب کے شروع میں دو مفصل مقدمات ہیں۔ان مقدمات کو ملا کر یہ کتاب ۱۳۹ صفحات پر مشتمل ہے۔مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور سے ۱۹۹۰ میں شائع ہوئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا نجم الدین ڈھریالوی

مولانا نجم الدین ڈھریالوی ۱۲۸۶ مطابق ۷۰-۱۸۶۹ کے لگ بھگ ضلع جہلم کے موضع ڈھریالہ جالپ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام مولانا احمد دین تھا۔وہ بھی عالم دین تھے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد موضع بھرت ضلع سرگودھا میں تعلیم حاصل کی اور درس نظامی کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد اورینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔

اس کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں ہی ملازمت اختیار کرلی۔اپریل ۱۹۱۹ سے ۱۹۳۵ تک اورینٹل کالج لاہور میں بطور ہیڈ مولوی خدمات انجام دیں۔(تاریخ اورینٹل کالج لاہور صفحہ ۲۱۴)

اورینٹل کالج لاہور میں ملازمت کے ساتھ ساتھ ان کی دینی واصلاحی خدمات کا سلسلہ بھی جاری رہا اور اس کے لیے انھوں نے اپنے وطن کو ہی منتخب کیا۔انھوں نے اپنے گاؤں میں اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔اس کے علاوہ بھی کئی طریقے سے تعلیم کے فروغ کی کوشش کی مثلاً ذہین اور قابل طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کرتے تھے اور ضرورت مند طلبہ کے تعلیمی مصارف بھی خود برداشت کرتے تھے۔ان کی رہنمائی کرکے ان کے لیے اعلیٰ تعلیم کے مواقع مہیا کراتے تھے۔ساتھ ہی اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔علاقے میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی انھوں نے بڑی شدومد سے مقابلہ کیا۔اپنے استاد مولانا انورشاہ کشمیری کے ہمراہ اس فرقہ کی تردید میں پوری طرح کوشاں رہے۔قادیانیت کے سلسلے میں مشہور مقدمہ بھاولپور (۱۹۳۵) میں بحیثیت گواہ پیش ہوئے۔

مولانا نجم الدین ۱۳ رجب المرجب ۱۳۶۲ مطابق ۱۶/ جولائی ۱۹۴۳ کو جالندھر میں وفات پائی اور اسی مقام پر ان کی تدفین ہوئی۔

ویسے تو مولانا عمر بھر سرگرم رہے اور ملت کی قیادت کا منصب سنبھالے رکھا غالبا تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ رجحان نہیں تھا۔قرآنیات کے حوالے سے ان کی ایک کتاب امثال القرآن کا تذکرہ اختر راہی نے کیا ہے۔(اختر راہی: تذکرہ علماء پنجاب اردو بازار لاہور ۱۹۸۰ص: ۷۷۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد یعقوب شہر دری

حکیم عزیز الرحمٰن کے اندراج سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب شہر دری ایک جید الاستعداد عالم ہیں۔

قرآنیات:

قرآنیات پر ان کی درج ذیل ایک کتاب دستیاب ہوئی:

1. مرأۃ الآیات:

یہ 88 صفحات کی کتاب ہے۔ سرورق پر مولانا محمد یعقوب فاضل دیوبند لکھا ہوا ہے۔ (دارالہدیٰ، اسٹیشن کلنگور، تحصیل مستونگ، ضلع بلوچستان)

مرأۃ الآیات میں حروف تہجی کے اعتبار سے قرآن کی آیات کو مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں انھوں نے زبردست عرق ریزی اور کاوش سے کام لیا ہے، جیسا کہ مقدمہ میں انھوں نے خود لکھا ہے۔ مولانا کا تعلق ایک ایسے علاقے سے ہے جہاں علوم قرآن کی روشنی بہت کم پہنچی ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک قابل قدر کاوش ہے۔

مجموعی طور پر جیسا کہ حکیم عزیز الرحمٰن نے اپنے تبصرے میں لکھا ہے، اس کتاب کی علمی اہمیت بہت زیادہ نہیں ہے۔ چوں کہ یہ صرف الفاظ قرآن کی فہرست ہے، اس سے موضوعات اور دیگر مباحث پر روشنی نہیں پڑتی۔ لیکن ہر کام کی افادیت صرف یہ نہیں ہوتی کہ اس سے کتنے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بہت سے کام اس لیے بھی ہوتے ہیں کہ لکھنے والے نے کتنا فائدہ اٹھایا اور عقیدت کا کون سا جوہر جبین نیاز میں رکھ کر پیش کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب بہت اہم ہے۔ مصنف نے ایک ایسے علاقہ میں یہ جوت جگائی جہاں قرآنی علوم سے لوگ واقف بھی نہیں تھے۔ اور ایک ایک آیت کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا۔

بہر حال، کتاب راقم الحروف نے نہیں دیکھی، لیکن مطبوعہ ہے۔ اس کتاب پر تبصرہ 1964 کے ماہنامہ دارالعلوم میں ہوا۔ (ماہنامہ دارالعلوم، اپریل 1964)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچواں باب: فن قرأت و تجوید

toobaa-elibrary.blogspot.com

قاری ابوالحسن اعظمی

قاری ابوالحسن اعظمی ابن حافظ محمد حنیف صاحب ضلع اعظم گڑھ کے مقام جگدیش پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ قرآن پاک کا زیادہ تر حصہ والد صاحب نے حفظ کرایا، اس کے بعد گیارہ سال کی عمر میں ضلع کی مشہور درسگاہ مدرسہ بیت العلوم میں داخل ہوئے۔ یہاں دو سال تک فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

مولانا کو فن قراءت سے شروع سے ہی دلچسپی تھی، مدرسہ بیت العلوم کے بعد دارالعلوم مئو میں داخلہ لیا اور یہاں عام درسیات کی تعلیم کے ساتھ فن قراءت کی کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ ابھی ان کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ گھریلو حالات کی بنا پر ان کو تعلیم کا سلسلہ روکنا پڑا۔ چوں کہ فن قرأت کے ماہر تھے وہی فن ذریعہ ومشغلہ بھی بن گیا۔ کئی مدرسوں میں قراءت کے استاد رہے۔ کئی سال تدریس کرنے کے بعد ایک مرتبہ اپنے مدرسے کے بچوں کو دارالعلوم میں داخلہ دلانے لائے، تشنہ تکمیل اور جذبہ تحصیل علم نے وقت، عمر اور حالات کی بندشیں توڑ ڈالیں اور انھوں نے خود بھی اپنا داخلہ فارم بھر دیا۔ امتحان داخلہ میں کامیاب ہوئے اور داخلہ مل گیا۔ ان کی جرأت رندانہ کا نعم البدل یہ ملا کہ دارالعلوم کے ذمہ داروں نے ان کو امام مقرر کر دیا۔ اس طرح ان کے ظاہری مسائل بھی حل ہو گئے اور حصول علم کی راہ بھی کھل گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ حوصلے اسی طرح نئی راہیں کھولتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دیوبند کے ہی مدرسہ اصغریہ میں قرأت کے استاد مقرر ہو گئے اور بعد میں دارالعلوم کے شعبہ قرأت کے صدر مدرس بنے۔ راقم الحروف جس زمانے میں دارالعلوم میں طالب علم تھا، اس وقت حضرت کی شبانہ روز کی محنت اور اپنے فن اور اپنے طلبہ کے لیے اس نے ان کی لگن کا مشاہدہ کیا ہے۔ فجر کے بعد سے عشا کے بعد تک شاید ہی کوئی وقت ان کے پاس خالی رہتا ہو کہ ایسی جگر کاہی کے بغیر کوئی کام ہوتا بھی نہیں۔ آج ان کے ہزاروں تلامذہ ان کے فن کی اشاعت کر رہے ہیں اور ان کی سو سے زیادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابیں ان کو علمی غذا فراہم کر رہی ہیں۔ ان کی زیادہ تر تصانیف کا موضوع فن قرأت ہے۔ شاید تاریخ میں بھی کوئی ایسی شخصیت نہ مل سکے جس نے صرف اسی فن پر اتنی کتابیں لکھی ہوں۔

قاری ابوالحسن بحمد اللہ حیات ہیں اور مستقل علم وفن کی خدمت میں مصروف۔ اللہ تعالی اپنے فضل سے ان کو سلامت رکھے اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ان کی خدمات جاری رکھے اور ان کی مساعی کو قبولیت عطا فرمائے۔

قاری ابوالحسن کی تصانیف کی تعداد جیسا کہ ذکر ہوا، سو سے زیادہ ہے۔ ان سب کے نام درج کرنا بھی مشکل ہے۔ فن قرأت سے متعلق چند کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں لیکن اس سے پہلے ان کے بارے میں دو بڑے عالموں کی رائے پیش کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ اہل علم کی نظر میں شروع ہی سے ان کی کیا اہمیت تھی۔

مولانا قاری محمد طیب نے مقدمہ جزریہ کی شرح پر اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

''محترم مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی اہل علم کی جانب سے شکریہ اور ستائش کے مستحق ہیں کہ اپنے وقت کی ایک بڑی ضرورت کی طرف توجہ دے کر ایک بڑی کمی کو پورا کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ زیر نظر کتاب اس قصیدے کی نہایت مفید اور جامع مطالب شرح ہے اور شارح کی قابل قدر محنت ہے۔ امید ہے کہ اس کی افادیت عام اور تام ہوگی۔'' (النفحۃ العنبریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ، ص: ۱۰)

مفتی سعید احمد پالن پوری نے لکھا ہے:

''اللہ تعالی اپنے شایان شان اجر وثواب عطا فرمائے ہمارے دوست جناب قاری ابوالحسن صاحب اعظمی کو۔ انھوں نے واقعی محنت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ میں عرصہ سے قاری صاحب سے گزارش کرتا تھا کہ وہ مقدمہ جزریہ کی شرح کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں فن میں اچھا درک عطا فرمایا ہے اور کئی ایک کتابیں ان کے قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ آج مجھے بے حد مسرت ہے کہ قاری صاحب موصوف نے میری دیرینہ آرزو پوری فرمائی اور اب انشاء اللہ مقدمہ جزریہ کی ایک ایسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

سہل، جامع اور دلچسپ شرح طلبہ کرام کے ہاتھوں میں ہوگی کہ وہ بھی انشاءاللہ دعائیں دیں گے۔'' (ایضاً ص:۱۳)

قاری ابوالحسن کی چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:

علم قرات اور قرائے سبعہ

النفحۃ العنبریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ

النفحات القاسمیۃ شرح متن الشاطبیۃ

التحفۃ الجمیلۃ شرح رائیۃ للشاطبی

التبشیر شرح التیسیر

الفوائد الدریۃ ترجمۃ المقدمۃ الجزریۃ

قواعد التجوید

قراءات عشرہ کا حامل قرآن مجید

تیسیر القراءات فی السبع المتواترات

قرآنی املاء اور رسم الخط

رسم المصحف اور اس کے مصادر

کاتبین وحی

دربار رسالت کے نو قراء

نعم الورود فی احکام المدود

حسن الاقتداء فی الوقف والابتداء

تحصیل الاجر فی القراءات العشر

حسن المحاضرات فی رجال القراءات

مشکلات القراءات

دارالعلوم دیوبند اور خدمات تجوید وقرات

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی

برصغیر میں پانی پت کا مقام فن قرات کے لیے ایک مستقل اسکول کی حیثیت رکھتا ہے یہاں بہت سے ایسے قاری حضرات پیدا ہوئے جن کی مہارت فن کا ایک عالم کو اعتراف ہے۔قاری رحیم بخش بھی ان میں سے ایک ہیں۔

قاری رحیم بخش رجب المرجب ۱۳۴۱ میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام چوھدری فتح محمد بن حافظ رحم علی تھا۔بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، والدہ نے دینی تعلیم دلائی۔انھوں نے ابتدائی تعلیم مولوی محمد اسماعیل پانی پتی سے حاصل کی۔فارسی کی کتابیں اورعربی کی ابتدائی کتابیں قاری فتح محمد پانی پتی سے پڑھیں۔اس کے بعد ۱۳۵۸ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۴ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کر کے واپس پانی پت تشریف لے آئے۔

قاری رحیم بخش کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی،مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے نادرہ روزگار علما شامل ہیں۔تعلیمی زندگی پوری کرنے کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مولانا محمد علی جالندھری کی ایماء پر آپ نے ملتان میں مسجد سراجان حسین آگاہی،ملتان میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔کچھ عرصہ اس مدرسے میں پڑھایا ۔پھر جب مدرسہ خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو مولانا خیر محمد جالندھری کی مقناطیسی شخصیت سے متاثر ہو کر اپنا مدرسہ چھوڑ دیا اور خیر المدارس میں شعبہ تجوید وقرات کے صدر مقرر ہو گئے اور عمر گزراں کا مقسوم حصہ اسی خدمت میں صرف کر دیا۔

یہاں سے ہزاروں طلبہ نے ان سے فیض اٹھایا جو بلاد و امصار میں ان کے فیض کو جاری کیے ہوئے ہیں۔مشہور واعظ قاری محمد حنیف بھی ان کے شاگرد تھے۔

چالیس سال درس و تدریس میں مصروف رہنے کے بعد ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۲ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ میں سفر آخرت اختیار کیا۔(اکابر علمائے دیوبند ص ۴۵۱ تا ۴۵۲،سکندر حیات اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

سردار احمد: قاری رحیم بخش پانی پتی اور علم قراآت: ایک تحقیقی جائزہ، مشمولہ، ششماہی التفسیر کراچی، جلد۱۳ شمارہ ۳۳، جنوری تا جون ۲۰۱۹ء ص: ۴۸ تا ۴۹)

درس وتدریس کے ساتھ مولانا قاری رحیم بخش نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں، ان کی زیادہ تر کتابیں فن قرات سے متعلق ہیں۔

ان کے صاحبزادے مولانا عبیداللہ رحیمی نے ان کی ایک کتاب آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن وحفظ قراءت کے شروع میں ان کے سوانحی احوال بھی لکھے ہیں، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ قاری رحیم بخش کی تصانیف کی تعداد ۲۳ ہے۔ (آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن وحفظ قراآت ادارہ نشر واشاعت اسلامیات، ملتان، حاشیہ وضمیمہ از مولانا عبیداللہ رحیمی، بدون سنہ)

قاری رحیم بخش کا ایک کا خاص کمال یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید حفظ کرنے، قراءت میں مہارت پیدا کرنے اور قراءت کی مشق کے ایسے طریقے ایجاد کیے جن سے قرآن مجید کا حفظ کرنا بھی آسان ہوگیا اور اس کی مشق بھی سہل ہوگئی۔

قاری رحیم بخش کی علمی خدمات بہت نمایاں ہیں، ان کے بعض کارنامے ایسے ہیں جو اردو میں ان کی اولیات میں سے ہیں جیسے رسم عثمانی پر ان کی کتاب الخط العثمانی فی رسم القرآنی اگر اردو میں اپنے موضوع کی پہلی نہیں تو ابتدائی کتابوں میں سے ضرور ہے۔ ان کی چند تصانیف جو راقم الحروف کی نظر نواز ہوسکی، حسب ذیل ہیں:

تنویر شرح التیسیر فی السبعہ

تکمیل الاجر فی القرائات العشر

ھدایات الرحیم فی آیت الکتاب الحکیم

آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن وحفظ قراآت

قراۃ حضرت امام ابن عامر شامی بروایتین سیدنا امام ہشام وسیدنا امام ابن ذکوان

قراۃ حضرت امام کسائی بروایتین سیدنا ابوالحارث وسیدنا دوری

قراۃ حضرت امام عاصم بہ روایت ابوبکر شعبہ بن عیاش

قراۃ حضرت امام حمزہ کوفی بروایتین سیدنا امام خلف وسیدنا امام خلاد

قراۃ حضرت امام ابن کثیر مکی بروایتین سیدنا بزی وقنبل

toobaa-elibrary.blogspot.com

قراۃ حضرت امام ابن نافع بہ روایت سیدنا قالون

تنویر ترجمہ التیسیر مع الوجوہ المسفرہ

ھدایات الرحیم فی آیت الکتاب الحکیم

ا۔آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن وحفظ قرأت

اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے فضائل، قرآن کے آداب، طریقہ تعلیم قرآن، طریقہ حفظ قرآن، قاعدہ پڑھانے کے آداب، منزل پڑھوانے کے آداب، مطالعہ کا طریقہ، یاد کرنے کا طریقہ، گردان کا طریقہ، قرات کو یاد کرنے کا طریقہ وغیرہ پر بہت تفصیل کے ساتھ ہدایات دی ہیں۔آخر میں چند ضمیمے ہیں جن میں مختلف اصوات کی مشق کے لیے تختی کا طریقہ دیا ہے۔حالانکہ اس وقت اس کتاب میں دی گئی ہدایات کے مطابق قاعدہ عام طور پر دستیاب ہے لیکن جس زمانے میں یہ لکھی گئی تھی یقیناً بڑی نادر تحریر تھیں۔اس کتاب پر مصنف کے بیٹے قاری عبید اللہ رحیمی کے مفید حواشی بھی ہیں۔

۲۔قراۃ حضرت امام ابن عامر شامی بروایتین سیدنا امام ہشام وسیدنا امام ابن ذکوان

قرآن مجید کو اللہ تعالی نے سبعہ احرف یعنی سات قراتوں پر نازل فرمایا ہے۔یہ تمام کے تمام ساتوں حروف یا قرأتیں منزل من اللہ ہیں۔اس وقت دنیا بھر میں سات قرأتوں پر مبنی سات مشہور اور تین دوسری قرأتیں رائج ہیں اور ان میں سے چار روایات (روایت قالون، روایت ورش، روایت دوری اور روایت حفص) ایسی ہیں جو دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں باقاعدہ رائج ہیں۔عہد تدوین علوم سے کر آج تک قراءات قرآنیہ کے موضوع پر بے شمار اہل علم اور قراء نے عربی و اردو میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔قاری رحیم بخش پانی پتی نے ان قرأتوں کی مختلف روایات کو ان کے ائمہ کی مستند روایتوں سے جمع کیا ہے۔انہی میں یہ تاریخی اور فنی کتاب بھی ہے۔اس میں حضرت امام ابن عامر شامی کی قرات کی دو روایتوں: سیدنا ہشام اور دوسری سیدنا امام ابن ذکوان کا مطالعہ کیا ہے۔دونوں اماموں کا موازنہ بھی کیا ہے۔پورے قرآن مجید میں جہاں ان کے اختلاف تھے ان کو مع حوالہ نقل کیا ہے۔شروع میں امام عامر کی سوانح حیات ہے اور آخر میں قاری فتح محمد پانی پتی کی تقریظ ہے۔(ادارہ نشر واشاعت اسلامیات ملتان تحصیل نظر ثانی محمد طاہر رحیمی بدون سنہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔ قراۃ حضرت امام کسائی بروایتین سیدنا ابوالحارث وسیدنا دوری

یہ بھی تاریخی کتاب ہے اور اس میں بھی اسی روایت کا تسلسل ہے۔ اس میں امام کسائی کی قرات کو ابوالحارث اور امام دوری کی روایت سے بیان کیا ہے۔

۳۔ تنویر ترجمہ التیسیر مع الوجوہ المسفر ہ

علامہ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی کی مشہور کتاب التیسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ قاری رحیم بخش نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو قاری فتح محمد کے وجوہ المسفر ہ کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (قرأت اکیڈمی لاہور، بدون سنہ)

۴۔ قراۃ حضرت امام عاصم بہ روایت ابوبکر شعبہ بن عیاش

ابوبکر بن شعبہ بن عیاش کی روایت سے امام عاصم کی قرأت پر ہے۔ (قرأت اکیڈمی لاہور، بدون سنہ)

۵۔ قراۃ حضرت امام حمزہ کوفی بروایتین سیدنا امام خلف وسیدنا امام خلاد

اس میں امام حمزہ کی قرأت امام خلف اور امام خلاد کی روایت سے۔ (قرأت اکیڈمی لاہور، بدون سنہ)

۶۔ قراۃ حضرت امام ابن کثیر مکی بروایتین سیدنا بزی وقنبل

اس کتاب میں امام بزی اور قنبل کی روایت سے امام ابن کثیر کی قرأت روایت کی گئی ہے۔

۷۔ قراۃ حضرت امام ابن نافع بہ روایت سیدنا قالون

اس کتاب میں امام قالون کی روایت سے امام ابن نافع کی قرأت روایت کی گئی ہے۔

۸۔ ھدایات الرحیم فی آیت الکتاب الحکیم

قرآن مجید سے متعلق جو علوم ہیں ان میں ایک علم آیات کا علم بھی ہے یعنی آیت کیا ہے، اس فن کو اصطلاح میں علم الفواصل کہتے ہیں۔ اس فن میں اس پر گفتگو ہوتی ہے کہ آیت کا آغاز کیا ہے اور کہاں پوری ہو رہی ہے۔ آیات کا تعین توقیفی ہے۔ یعنی رسول اللہ سلم کے ذریعے بیان فرمودہ ہیں۔ لیکن ان متعین آیتوں کے علاوہ اللہ کے رسول کہیں کہیں وقف فرمایا کرتے تھے اور بعض مقامات پر ہمیشہ وصل فرماتے تھے۔ اس کتاب میں انہی مضامین سے بحث کی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قاری فتح محمد پانی پتی

مولانا قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ اپنے دور کے مشہور قاری تھے۔ان کا انداز اور علماء کے درمیان اس کا تذکرہ اس طرح کیا جاتا ہے جیسے قدما کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بالکل اساطیری سی محسوس ہوتی ہے۔فن قرأت میں علمی اور عملی طور پر ان کو غیر معمولی مہارت تھی۔ انھوں نے قرأت کا درس بھی دیا اور اس فن پر کتابیں بھی لکھیں۔مولانا محمد سلیمان میواتی جن کے حفظ کا مدرسہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے،انہی کے شاگرد تھے اور ایسے ہی بے شمار شاگردوں کے ذریعے ان کے علم وفضل اور ان کی خدمات کے چشمے ملکوں ملکوں جاری ہیں۔

قاری فتح محمد پانی پتی ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۲ مطابق ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ میں ہریانہ کے شہر پانی پت میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام مولوی محمد اسماعیل تھا۔ایام شیر خوارگی میں چیچک ہوگئی اور اس میں آپ کی بینائی جاتی رہی۔دست فیاض کے لیے ظاہری بینائی بھی ایک عطا ہے اور وہ اس کا نعم البدل دینے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔ظاہری بینائی نہ ہونے کے باوجود مولانا قاری فتح محمد کے لیے اس نے کوئی کمی نہیں چھوڑی جہاں تنگ دامنی کا شکوہ ہوتا۔

انھوں نے بچپن میں قاری شیر محمد خان سے تجوید وقرات کی تعلیم حاصل کی۔ پانی پت کے دیگر مدارس میں عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی سید القرا مولانا ابو محمد محی الاسلام سے تجوید وقرات کی مشق بھی کرتے رہے۔اس طرح دونوں علوم کی تعلیم حاصل کر کے ان کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں داخلہ لے کر دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی،مولانا اعزاز علی امروہوی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے اہل علم ونظر شامل ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد انھوں نے پانی پت میں مولانا شیر محمد خاں کے مدرسہ مدرسہ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کردیا۔اس مدرسے میں انھوں نے تقریباً ۲۵ سال درس دیا ۱۳۶۵ھ میں انھوں نے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔اس سفر میں ان کی ملاقات شیخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

القراحسن الشاعر سے ہوئی۔ وہ آپ کی علمیت اور مہارت فن سے بہت متاثر ہوئے۔

ہندستان کی تقسیم کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اور دارالعلوم کراچی میں صدر شعبہ تجوید مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے اور اس خاک سے ایسے وابستہ ہوئے کہ یہیں کے ہو رہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ اپنی وفات سے ۱۲ سال پہلے وہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور اس آرزو میں کہ جنّۃ البقیع میں پیوند خاک ہوں، اسی جگہ مقیم رہے۔ اس کی تمنا دعا بن کر قبول ہوئی اور ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۴ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۸۸ میں ان کی وفات ہوگئی اور اسی مقدس خاک کا پیوند بن گئے۔ (مولانا محمد تقی عثمانی: نقوش رفتگاں، ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۹۴ء ص ۲۴۲ تا ۲۴۷)

قاری فتح محمد پانی پتی فن قرات کے امام تھے اور ساری عمر اسی فن شریف کی خدمت میں لگے رہے۔ انھوں نے ہزاروں طلبہ کو اس کی مشق کرائی اور ساتھ ہی اس فن کے علمی نکات اور علمی حکمت و دانش کی کشود کے لیے انھوں نے کتابیں بھی لکھیں۔ فن قراءت میں ان کی درج ذیل کتابیں معروف ہیں:

عنایات رحمانی تین جلد

اسہل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد

مفتاح الکمال

کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر

عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی

الوجوہ المسفرۃ

۱۔ عنایات رحمانی

حرز الامانی و وجہ التہانی کے نام سے امام شاطبی نے قصیدہ لکھا تھا۔ یہ قصیدہ ان کے نام پر شاطبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا شمار علم قرات کے بنیادی متون میں ہوتا ہے۔ بہت سے مدارس میں قرآن مجید کی تحفیظ کے ساتھ امام شاطبی کا قصیدہ بھی حفظ کرایا جاتا ہے۔ قاری فتح محمد پانی پتی نے اس قصیدے کی نہایت مفصل شرح لکھی۔ یہ اس قصیدہ کی بہترین شرح مانی جاتی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

یہ شرح اردو میں مفصل و مشرح لکھی گئی ہے جو اردو جاننے والوں کے لیے

toobaa-elibrary.blogspot.com

نعمت عظمیٰ ہے۔ضرورت ہے کہ یہ کتاب طبع ہوکر اہل ذوق میں پھیلے۔ اللہ تعالی اہل کرم اصحاب کو توفیق بخشے کہ وہ اس فرض کو محسوس کریں۔اللہ تعالی شارح موصوف کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ ظاہری بصارت سے محرومی کے باوجود اس عظیم الشان کام کو انجام دیا۔(عنایات رحمانی، قرأت اکیڈمی اردو بازار لاہور، بدون سنہ،ص:۵)

مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے:

''شرح نہایت عمدہ اور مفید ہے۔مبارک اور خوش نصیب ہے اللہ تعالی کا وہ بندہ جو اس دینی وعلمی خدمت کی نشر واشاعت میں اعانت و امداد کرے۔''(ایضا ص:٦)

یہ شرح تین ضخیم جلدوں میں ہے۔تقریبا ۲۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔شروع میں بڑے سائز کے تقریبا ۸۰ صفحات کا ایک مفصل مقدمہ ہے۔جو فن تجوید اور اس کے متعلقات کا بہترین تعارف ہے۔اس میں سبعۃ احرف کی اچھی وضاحت ہے اور تیسری صدی سے چودہویں صدی تک فن تجوید کے ارتقا اور اس موضوع کی کتابوں کا تذکرہ ہے۔اس کے بعد اصل شرح شروع ہوتی ہے۔اس کی پہلی جلد فن تجوید پر ہے اور دوسری اور تیسری جلد میں پورے قرآن مجید کا مطالعہ پیش کیا ہے۔

شرح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک شعر کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ترجمہ تشریحی ہوتا ہے یعنی شعر کے ترجمہ کے ساتھ اس کی مکمل تشریح بھی ہوتی ہے۔اس کے بعد فائدے کا عنوان قائم کرکے اس شعر میں پنہاں تحقیق معنی کی جہات، لغات قرآنی کی توجیہات، عربی قواعد، حروف کے حرکات وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہوتا ہے، یہ کتاب صرف فن تجوید ہی کے لیے نہیں بلکہ قرآن سے متعلق اور بھی بہت سے علوم ومعارف کا خزینہ ہے۔

۲۔عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی

امام شاطبی کے قصیدہ حرز الامانی کے ۲۰ اشعار جو شارحین کے درمیان موضوع بحث رہے ہیں، ان کی شرح میں اختلاف رہا ہے، ان کی شرح ہے۔۱۲۷ صفحات کی کتاب ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔مفتاح الکمال

علامہ سلیمان بن سلیمان جمزوری کی کتاب تحفۃ الاطفال کی شرح ہے۔اس میں اکسٹھ اشعار ہیں۔ان میں فن قرآت وتجوید کے اہم اصول بتائے گئے ہیں۔خاص طور پر مبتدیوں کے لیے کتاب بہت مفید ہے۔(میر محمد کتب خانہ، کراچی، بدون سنہ)

۴۔کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر

امام شاطبی کا قصیدہ ہے۔اس میں ۲۹۷ اشعار ہیں۔قرآنی متن کی صحیح قراءت سے متعلق جیسے کہاں وقف ہے، کہاں صلہ ہے، آیات کا آغاز وغیرہ اوراس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف جیسے اہم موضوعات پر یہ قصیدہ ہے۔دراصل یہ ایک مستقل فن ہے جس کو علم الفواصل کہا جاتا ہے۔علم الفواصل سے مراد ایسا فن ہے جس میں قرآن مجید کی سورتوں اور ان کی آیتوں کا شماراوران کے ابتدائی اورآخری سرے بتائے جاتے ہیں۔یعنی آیت کہاں ختم ہوتی ہےاور کہاں سے شروع ہوتی ہے۔اس میں کچھ امور متفق علیہ ہیں لیکن بعض میں اختلاف ہے۔اس کتاب میں ان مباحث کے ساتھ ان مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اسہل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد

امام شاطبی نے رسم عثمانی میں یہ قصیدہ لکھا تھا، یہ کتاب اس کی شرح ہے۔شرح کا طریقہ تقریباً تمام کتابوں میں ایک جیسا ہے یعنی اشعار نقل کرتے ہیں ان کا تشریحی ترجمہ کرتے ہیں اور پھر شرح کا عنوان لگا کر شعر میں پنہاں غوامض ونوادرات کی بست وکشاد کرتے ہیں۔جیسا کہ معلوم ہے قرآنی کلمات کی کتابت کا ایک بڑا حصہ تلفظ کے موافق یعنی قیاسی ہے، لیکن کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جو تلفظ کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔اسی کو رسم عثمانی یا قرآنی رسم الخط کہا جاتا ہے۔تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا واجب اور ضروری ہے۔اس کتاب میں انہی مسائل پر بحث کی ہے۔(قرأت اکیڈمی اردو بازار لاہور، بدون سنہ)

الوجوہ المسفرۃ فی القراءات الثلاث المتمہ للقراءات العشرۃ

محمد بن احمد المعروف المتولی کی ایک نثری تصنیف ہے۔اس میں سات مشہور قراتوں کے علاوہ جو تین قرائتیں ہیں، ان پر یہ کتاب لکھی ہے۔قاری فتح محمد پانی پتی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ترجمہ سادہ اور بامحاورہ ہے۔(قرأت اکیڈمی اردو بازار لاہور بدون سنہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com